اطلاعیات اور اُردو زبان: اُردو کمپوز کاری کے فنی مباحث، مسائل اور امکانات کا تجزیہ

مقالہ برائے پی ایچ ڈی (اُردو)

مقالہ نگار

عارف حسین

فیکلٹی آف لینگویجز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

نومبر ۲۰۲۱ء

اطلاعیات اور اُردو زبان: اُردو کمپوز کاری کے فنی مباحث، مسائل اور امکانات کا تجزیہ

مقالہ برائے پی ایچ ڈی (اُردو)

مقالہ نگار

عارف حسین

فیکلٹی آف لینگویجز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

نومبر ۲۰۲۱ء

مقالے کا دفاع اور منظوری کا فارم

زیرِ دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انھوں نے مذکورہ مقالہ پڑھنے کے بعد مقالے کے دفاع کو جانچا ہے، وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف لینگویجز کو اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالے کا عنوان	:	**اطلاعیات اور اُردو زبان: اُردو کمپوزکاری کے فنی مباحث، مسائل اور امکانات کا تجزیہ**
پیش کار	:	عارف حسین
رجسٹریشن نمبر	:	828/P/U/S 19 ڈاکٹر آف فلاسفی شعبہ زبان و ادب اُردو
ڈاکٹر ظفر احمد نگران مقالہ	:	____________________
پروفیسر ڈاکٹر جمیل اصغر جامی ڈین، فیکلٹی آف لینگویجز	:	____________________
میجر جنرل (ر) محمد جعفر (ہلال امتیاز ملٹری) (ریکٹر)	:	____________________
تاریخ	:	____________________

اقرار نامہ

میں، عارف حسین حلفیہ بیان کرتا ہوں کہ اس مقالے میں پیش کیا گیا کام میرا ذاتی ہے اور نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد کے پی ایچ ڈی سکالر کی حیثیت سے ڈاکٹر ظفر احمد کی نگرانی میں کیا ہے۔ میں نے یہ کام کسی اور یونیورسٹی یا ادارے میں ڈگری کے حصول کے لیے پیش نہیں کیا ہے اور نہ آیندہ کروں گا۔

عارف حسین

مقالہ نگار

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

۲۰۲۱ء

فہرست ابواب

عنوان			صفحہ نمبر
مقالہ اور دفاع کی منظوری کا فارم			i
اقرار نامہ			ii
فہرست ابواب			iii
Abstract			vi
اظہار تشکر			vii
بابِ اوّل	:	**موضوع کا تعارف اور بنیادی مباحث**	۱
		الف۔ تمہید	۱
	i	موضوع کا تعارف	۱
	ii	بیانِ مسئلہ	۲
	iii	مقاصدِ تحقیق	۲
	iv	تحقیقی سوالات	۳
	v	نظری دائرۂ کار	۳
	vi	تحقیقی طریقہ کار	۴
	vii	مجوزہ موضوع پر ما قبل تحقیق	۴
	viii	تحدید	۵
	ix	پس منظری مطالعہ	۵
	x	تحقیق کی اہمیت	۶
	ب۔	**بنیادی مباحث**	۶
	i	اطلاعیات اور اُردو زبان کا تعارف	۸
	ii	اُردو حروف تہجی اور رسم الخط	۲۱

iii	مفردات و مرکبات کی بحث	۳۳
iv	رموزِ اوقاف کی بحث	۳۶
v	اعراب کی بحث	۴۱
vi	مشینی رسم ہائے خط (فانٹ)	۴۳
vii	ورڈ پروسیسر	۴۶
viii	سمارٹ فون ٹائپنگ	۴۷
☆	حوالہ جات	۵۱

باب دوم : اطلاعیات اور اُردو زبان: اُردو کمپوز کاری کی روایت اور موجودہ صورتِ حال ۵۵

الف ۔	کلاسیکی طریقہ	۵۸
i	کتابت	۵۹
ii	خطاطی	۵۹
ب۔	میکانی/ مشینی طریقہ	۶۱
i	پرنٹنگ پریس	۶۳
ii	ٹائپ رائٹر	۶۷
iii	الیکٹرک ٹائپ رائٹر	۸۴
ج۔	الیکٹرونی طریقہ	۸۵
i	کمپیوٹر	۸۶
ii	سمارٹ فون	۹۰
☆	حوالہ جات	۹۳

باب سوم	:	**اُردو کمپوز کاری کے مسائل**	**۹۶**
	i	مشینی رسم ہائے خط (فانٹ)	۱۱۰
	ii	خطاطی تختۂ ہائے کلید	۱۱۷
	iii	ورڈ پروسیسر	۱۳۰
	☆	حوالہ جات	۱۳۹
باب چہارم	:	**اُردو کمپوز کاری کے امکانات اور ممکنہ حل**	**۱۴۱**
	i	بہتر تختہ ہائے کلید	۱۵۰
	ii	صوتی کمپوز کاری	۱۶۴
	iii	ورڈ پروسیسر اور اُردو کمپوز کاری	۱۷۵
	☆	حوالہ جات	۱۸۳
باب پنجم	:	**مجموعی جائزہ، نتائج و سفارشات**	**۱۸۵**
	الف۔	مجموعی جائزہ	۱۸۵
	ب۔	نتائج	۲۱۵
	ج۔	سفارشات	۲۱۷
	☆	کتابیات	۲۱۹
	☆	ضمیمہ جات	۲۲۶

ABSTRACT

From the earliest time, writing has been one of the major forms of communication. The earliest samples of human writings have been found in the caves written with sharp objects on stone, leather, barks and leaves of tree. Gradually humans evolved the use of pen and inks as writing instruments. With the passage of time different styles and scripts were developed to cater for language requirements and personal creativity. As the time advanced with the development of modern technology, paper and pen was replaced with machines and manual writing was replaced by digital typesetting.

In this thesis we have covered the evolution of Urdu script and its current form. Some of the fonts including Naskh and Nastaleeq fonts used to write Urdu are discussed in detail. We have also discussed the issues of Urdu transcription in case of compound and foreign words etc. In the second part of thesis, we have discussed the progression of various writing medium from prehistoric time of papyrus to the modern composing using computers. A detailed account of Urdu composing beyond calligraphy is also presented focusing on the printing press for Urdu typesetting and typewriters designed for Urdu. Current status in digital Urdu writing has also been presented with emphasis an overview of Softwares used for Urdu Composing, and the technological support available for this purpose including specialized keyboards and operating systems. Later on, technological advancement and current research being done in this field has also been summarized. In order to comprehensively cover our subject we have referred various books and resources on internet and taken opinion of multiple experts of the field. Hoping our work will be of interest to researchers. We have made several suggestions for the betterment of Urdu composing.

اظہارِ تشکر

اللہ تعالیٰ کا لاکھ شکر ہے کہ جس نے اپنی کمالِ عنایات سے مجھے اس قابل بنایا کہ میں اپنا مقالہ ''اُردو اطلاعیات اور اُردو زبان: اُردو کمپوز کاری کے فنی مباحث، مسائل اور امکانات کا تجزیہ'' پی ایچ ڈی (اُردو) کی ڈگری کے حصول کے لیے پیش کر سکوں۔ اپنی دفتری اور نجی ذمہ داریوں کے باعث کبھی یہ گمان بھی نہیں ہوا تھا کہ پی ایچ ڈی کے لیے وقت مل سکے گا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بے نیاز ہے اور وہ انسان کو اُس مقام تک پہنچاتا ہے جہاں تک پہنچنے کا انسان حوصلہ بھی نہیں رکھتا۔ یہ اُس کی رحمت اور خاص کرم ہے، جس کے لیے اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

میرے مقالے کا موضوع چونکہ عام روایتی مقالات کے موضوعات سے منفرد تھا۔ اس لیے مواد کی دستیابی میں کچھ مشکلات بھی پیش آئیں لیکن مسلسل محنت اور لگن نے آخر کار کامیابی سے ہم کنار کیا اور اپنے موضوع سے متعلق لسانیات، اطلاعیات اور کمپوز کاری کے ماہرین سے مل کر یہ حوصلہ پیدا ہوا کہ اگر ارادے مضبوط ہوں تو کوئی کام بھی انسان کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتا۔

میں اپنے اُن تمام کرم فرماؤں اور محسنوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں، جنھوں نے میرے اس کام کی تکمیل کے لیے ہمیشہ میری حوصلہ افزائی کی۔ ان میں سب سے پہلے میرے مرحوم والدین جو آخری سانس تک میری ترقی کے لیے خلوص دل سے ہمیشہ دعا گو رہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔ میرے قابل صد فخر اساتذہ کرام، میرے مقالے کے نگران جناب پروفیسر ڈاکٹر ظفر احمد، محترمہ پروفیسر ڈاکٹر فوزیہ اسلم (صدر شعبہ اُردو)، جناب پروفیسر ڈاکٹر عابد سیال (سابق صدر شعبۂ اردو)، محترمہ پروفیسر ڈاکٹر صوفیہ یوسف (ڈین)، محسن و مشفق جناب پروفیسر ڈاکٹر شفیق انجم، محترمہ پروفیسر ڈاکٹر بشریٰ پروین اور شعبہ اُردو کے دوسرے اساتذہ کرام کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ ان کی راہنمائی میں یہ کام مکمل کر کے حصولِ سند کے لیے پیش کرنے کے قابل ہو سکا۔ میرے نہایت محسن و مشفق افسران جناب افتخار عارف (سابق صدر نشین/ڈائریکٹر جنرل، ادارۂ فروغِ قومی زبان، اسلام آباد)، جناب پروفیسر ڈاکٹر رؤف پاریکھ (ڈائریکٹر جنرل)، جناب ڈاکٹر راشد حمید (سابق ڈائریکٹر جنرل: قائم مقام)، جناب محبوب خان بگٹی (ڈپٹی ڈائریکٹر)، دفتر کے دیگر افسران اور رفقاکار/ہم جماعت میرے لیے قابلِ احترام اور

شکریے کے لائق ہیں کہ جنھوں نے مجھے کام کرنے کے لیے متحرک رکھااور مقالے پر کام کرنے کے لیے وقت عطا فرمایا۔ اپنے اہلِ خانہ اور بچوں کا خاص طور پر شکر گزار ہوں کہ اُنھوں نے اپنے حصّے کے وقت کا نہ کبھی تقاضا کیا اور نہ اس بات کا شکوہ کیا کہ میں انھیں وقت نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ انھیں صحت و تندرستی عطا فرمائے، ان کی نیک خواہشات کو پورا فرمائے اور غیب سے ان کی مدد فرمائے۔ آمین۔

عارف حسین

اسکالر پی ایچ ڈی (اُردو)

باب: اوّل

موضوع کا تعارف اور بنیادی مباحث

الف۔ تمہید

ا۔ موضوع کا تعارف

''اردو اطلاعیات ہی اُردو کا مستقبل ہے'' یہ جُملہ اس وقت منظرِ عام پر آیا جب ۱۹۹۸ء میں مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد میں ''مرکز فضیلت برائے اُردو اطلاعیات'' کو باقاعدہ ایک منصوبے کے تحت شروع کیا گیا اور کمپیوٹر پر اُردو کی عمل کاری کو تیز کرنے کے لیے عملی اقدامات کی شروعات کی گئیں لیکن اس سے پہلے ۱۹۸۰ء میں احمد مرزا جمیل تصویری کتابت ''نوری نستعلیق'' کو کمپیوٹر پر متعارف کروا چکے تھے۔ تب سے اب تک اس سلسلے میں ہونے والے کام کو باقاعدہ منظم طور پر انجام دینے کے لیے مجوزہ موضوع ''اطلاعیات اور اُردو زبان: اُردو کمپیوز کاری کے فنی مباحث، مسائل اور امکانات کا تجزیہ'' کو پی ایچ ڈی کے مقالے کے لیے منتخب کیا گیا تھا۔ جیسا کہ دنیا کی ہر قدرتی زبان اپنے ارتقائی سفر میں مختلف مراحل سے گزرتی ہے۔ یہ مراحل دراصل زبان کی ترقی و ترویج کے مدارج ہیں۔ جیسا کہ اوّلین انسانوں نے بامعنی اصوات کا ایک نظام تشکیل دیا، اسی طرح دوسرے مرحلے پر ان اصوات کے لیے تحریری نظام وضع کیا گیا۔ یوں زبان کی نشر و اشاعت میں یک دم جیسے انقلاب آ گیا۔

اس سفر میں زبان کے بنیادی نظام کے ساتھ اس کی تحریری صورت میں بھی بے شمار تبدیلیاں وقوع پذیر ہوئیں۔ ان کے پس پردہ ایک بنیادی مقصد تھا جس نے اس نظام کو مزید سہل، مؤثر اور دیرپا بنانا تھا۔ زبان کی تحریری صورت میں ہر عہد کے تقاضوں کے مطابق تبدیلیاں رونما ہوتی رہیں۔ یورپ میں نشاۃ ثانیہ کے ساتھ ہی چھاپہ خانہ (پرنٹنگ پریس) کی ایجاد نے گویا تحریر کو ایک نئی بلندی اور سمت عطا کی۔ کمپیوٹر کی ایجاد اور مائیکروسافٹ آفس نے تحریری صورت کو بام عروج پر پہنچا دیا۔ البتہ پریس سے کمپیوٹر تک آتے آتے اس نے کئی اہم مرحلے طے کیے۔

اُردو زبان کا شمار دنیا کی بڑی اور اہم زبانوں میں ہوتا ہے۔ دنیا کے ہر خطے میں اس زبان کو سمجھنے اور استعمال کرنے والے موجود ہیں۔ اُردو کی تحریری صورت بھی دیگر ترقی یافتہ زبانوں کے ساتھ کمپیوٹری دور میں کامیابی سے داخل ہو چکی ہے۔ اُردو تحریر کا یہ ارتقائی سفر خصوصاً کمپیوٹر کا دور فن اور ٹیکنالوجی کا خوب صورت امتزاج ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس فن اور عہد کا خصوصی مطالعہ ضروری تھا تاکہ اس ارتقائی عمل پر نظر ڈالنے کے ساتھ اطلاعیات اور اُردو زبان کی موجودہ صورتِ حال اور درپیش مسائل کے علاوہ امکانات پر روشنی ڈالی جا سکے۔

۲۔ بیانِ مسئلہ

زندگی کے بہت سے شعبوں میں اطلاعیات اور اُردو کمپوز کاری ایک اہم اور بنیادی ضرورت بن چکی ہے۔ جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ موجودہ دور کمپیوٹر ٹیکنالوجی کا دور ہے جس کے پیشِ نظر ضرورت اس بات کی ہے کہ اطلاعیات کے ذریعے اُردو کمپوز کاری کو فروغ دیا جائے تاکہ اس کا استعمال زیادہ سے زیادہ بڑھ سکے اور عام آدمی بھی اس ٹیکنالوجی سے مستفید ہو سکے۔ موجودہ صورتِ حال میں جو لوگ موبائل، کمپیوٹر یا انٹرنیٹ پر اُردو لکھنا چاہتے ہیں وہ بھی مسائل کا شکار ہیں اور انگریزی میں رومن الفاظ کا سہارا لیتے ہیں جبکہ اُردو کمپوز کاری کو مشکل سمجھتے ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ انھیں اس فن سے متعارف کراتے ہوئے بتایا جائے کہ جس کام کو وہ مشکل سمجھتے ہیں، اگر اس میں تھوڑی سی بھی مہارت حاصل کر لی جائے تو وہ بہت آسانی سے یہ کام انجام دے سکتے ہیں۔ اس طرح جتنا اس فن کا استعمال زیادہ ہو گا اُردو اطلاعیات میں کمپوز کاری کا فن خود بخود معاشرے میں عمومی فروغ کا باعث بن سکے گا۔

۳۔ مقاصدِ تحقیق

۱۔ اطلاعیات اور اُردو کمپوز کاری کے فنی اور ارتقائی سفر کا جائزہ لیا گیا ہے۔

۲۔ اطلاعیات کے شعبے میں اُردو کمپوز کاری کے حوالے سے حائل مسائل اور دشواریوں کا تجزیہ اور ممکنہ حل تلاش کیے گئے ہیں۔

۳۔ اطلاعیات میں اُردو کمپوز کاری کے فروغ کے لیے امکانات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

۴۔ تحقیقی سوالات

۱۔ اطلاعیات اور اُردو کمپوز کاری کے بنیادی مباحث اور موجودہ حالات میں ان کے حل کیا ہیں؟
۲۔ شعبہ اطلاعیات میں اُردو کمپوز کاری کی مشکلات، مسائل اور ان کے ممکنہ حل تلاش کیے گئے ہیں؟
۳۔ اطلاعیات میں اُردو کمپوز کاری کا مستقبل کیا ہے؟

۵۔ نظری دائرہ کار

مجوزہ تحقیق ''اطلاعیات اور اُردو زبان: اُردو کمپوز کاری کے فنی مباحث، مسائل اور امکانات کا تجزیہ'' اطلاعیات کے شعبہ میں اُردو کمپوز کاری کے احاطے پر مشتمل ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اطلاعیات کے حوالے سے اُردو کمپوز کاری نے دفتری، صحافتی، عدالتی اور جدید ترین طباعتی ذرائع ابلاغ وغیرہ کے شعبوں میں انقلاب برپا کرتے ہوئے بہت سی سہولیات پیدا کی ہیں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے اُردو زبان میں اس شعبہ علم پر لکھی گئی کتب اور بالخصوص ڈاکٹر عطش درانی کی کتاب "اُردو اطلاعیات جلد اوّل، دوم" کو بطور خاص بنیاد بنایا گیا ہے اور ان افکار کی روشنی میں تحقیقی مراحل طے کیے ہیں۔ فنی مباحث کو ڈاکٹر عطش درّانی کی رائے کے تناظر میں دیکھا گیا ہے اور یہی نظری دائرہ کار بھی تھا۔ دوسری زبانوں اور بالخصوص انگریزی میں اس فن پر موزوں کتب سے استفادہ کر کے مقالے کو موزوں اور مناسب تحقیقی اساس فراہم کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ مذکورہ فن کے حوالے سے انٹرنیٹ پر موجود مواد، مضامین اور مقالات سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

بقول ڈاکٹر عطش درانی:

> ''مقتدرہ قومی زبان نے یونی کوڈ کی رکنیت حاصل کر رکھی ہے تاکہ اُردو کو عالمی معیارات میں جگہ دی جاسکے۔ یہ کام ممکن ہے زبان کے ماہرین کی مدد کے بغیر مکمل ہو جائے لیکن نوری نستعلیق کی طرح اُردو کی ترقی اور مستقبل کی تمام تر ضروریات کا احاطہ شاید نہ کر سکے۔ یونی کوڈ میں حروف کی ساخت، اِملا، خط، شکل اور معنویات کے حوالے سے کئی مباحث درکار ہیں جو وجود میں آرہے ہیں۔ ان سے کمپیوٹر کی ادبیات کا بھی ایک بڑا ذخیرہ تشکیل پا رہا ہے''۔

ڈاکٹر عطش درّانی کی اس رائے کی روشنی میں اُردو کی کمپیوٹر سے وابستگی اور کمپوز کاری کے مسائل و امکانات تحقیق کا حصّہ بنائے گئے ہیں۔

۶۔ تحقیقی طریقۂ کار

مجوزہ موضوع کے تقاضوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے شعبہ اطلاعیات میں اُردو کمپوز کاری کے فن کے حوالے سے دستاویزی مواد اور کتب کو بنیادی مآخذ کی حیثیت دی گئی ہے۔ان کا مطالعہ تجزیاتی و تقابلی دستاویزی تحقیق کے اُصولوں پر کیا گیا ہے۔ حسبِ ضرورت اُردو زبان وادب کی اہم شخصیات، نامور محقق، دانشور، شعبہ اطلاعیات اور کمپوز کاری کے ماہرین کے انٹرویوز، رسائل واخبارات میں شائع ہونے والے مضامین اور معلوماتی مواد کے ساتھ ساتھ انٹرنیٹ سے بھی استفادہ کیا گیا ہے تاکہ اس فن کے حوالے سے ہونے والے کاموں کو مربوط صورت میں پیش کیا گیا ہے۔

۷۔ مجوزہ موضوع پر ما قبل تحقیق

مجوزہ موضوع پر تاحال کوئی سندی یا تحقیقی کام نہیں ہوا،اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہ ایک تکنیکی نوعیت کا کام تھا جس کے لیے اطلاعیات سے وابستگی، کمپوز کاری کی تربیت اور عملی کام کے ساتھ ساتھ وسیع تجربہ بھی درکار تھا، جس کے نہ ہونے کے باعث یہ کام اسکالرز کی توجہ حاصل نہیں کر سکا۔

مقتدرہ قومی زبان موجودہ ادارہ فروغ قومی زبان، جس کا مقصد قومی زبان کی حیثیت سے اُردو کا نفاذ اور دفتری اُردو کا فروغ ہے، نے اس موضوع کی اہمیت کے پیشِ نظر چند تحقیقی کتب شائع کی ہیں، اس میں ڈاکٹر عطش دّرانی کی دو جلدوں پر مشتمل تحقیقی کتاب ''اُردو اطلاعیات'' کے موضوع کے تحت لکھی گئی ہے، جن میں کمپیوٹر کے لیے اُردو الفاظ سازی (بنیادی مسائل) کا احاطہ کرنے کے ساتھ ساتھ بنیادی مسائل اور اُردو کے مستقبل کے حوالے سے اپنے خیالات پیش کیے گئے ہیں۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی کتاب ''اُردو اِملا و قواعد (مسائل و مباحث)'' بھی بنیادی مآخذ میں شامل ہے، جس میں اُنھوں نے اُردو اِملا، تلفظ اور گرامر کے بنیادی اور اہم پہلوؤں کا احاطہ کیا ہے۔

ڈاکٹر طارق عزیز نے ''اُردو رسم الخط اور ٹائپ'' کے موضوع پر اپنے تحقیقی مقالے، جو کہ کتابی صورت میں شائع ہو چکا ہے، رائج الوقت کتابت کے مختلف انداز اور جدید سائنسی دور کے تقاضوں کے حوالے سے بات کی ہے، اُردو رسم الخط اور ٹائپ کے مسائل کا عمومی جائزہ بھی پیش کیا گیا ہے۔

الوقار پبلی کیشنز، لاہور کی شائع کردہ کتاب ''اُردو رسمِ خط، ارتقا اور جائزہ'' از نذیر احمد ملک میں نظام تحریر، تاریخ اور انواع کے ساتھ عربی اور اُردو رسم الخط کے ارتقا کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ تاہم سندی حوالے سے "اطلاعیات اور اُردو زبان: اُردو کمپوز کاری کے فنی مباحث، مسائل اور امکانات کا تجزیہ" کے موضوع پر تاحال کوئی مربوط کام نہیں کیا گیا۔

۸۔ تحدید

اطلاعیات اور اُردو کمپوز کاری اس وقت دُنیا کے تمام ممالک اور قومی سطح پر بہت سی زبانوں میں مروج ہے۔ جیسا کہ عربی، فارسی، انگریزی، ہندی، پشتو، سندھی، پنجابی، سرائیکی، کشمیری اور بلوچی وغیرہ میں بھی مستعمل ہے۔ لیکن ہم نے اپنے تحقیقی مقالے میں صرف اطلاعیات اور اُردو زبان کے حوالے سے اُردو کمپوز کاری کا احاطہ کیا ہے۔

مجوزہ تحقیق اطلاعیات اور اُردو کمپوز کاری کے فنی مباحث، اس کی راہ میں حائل مسائل، دشواریوں اور اس کے امکانات کی حد تک ہی محدود ہے۔ اس فن کے حوالے سے دیگر مباحث مجوزہ موضوع کے دائرہ کار میں نہیں رکھے گئے۔

۹۔ پس منظری مطالعہ

اُردو زبان کے معرضِ وجود میں آتے ہی اس کی تحریری صورتیں بھی وجود میں آنا شروع ہو گئی تھیں، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کے لکھنے کے طریقہ کار میں تبدیلیاں رونما ہوتی رہیں۔ زیرِ نظر مقالے میں ان تحریری صورتوں کی وقت کے ساتھ تبدیلی اور ضرورت کو سامنے لاتے ہوئے اس کا تذکرہ پیش کیا گیا ہے۔ کتابت، ٹائپ رائٹر اور ٹائپ رائٹر سے کمپیوٹر پر منتقل ہونے کے لیے کن کن مسائل کا سامنا کیا گیا اور ان کے حل کے لیے کن سطحوں پر کیا کیا کوششیں کی گئیں۔ پس منظری مطالعہ کے طور پر اطلاعیات اور اُردو کمپوز کاری کے ابتدائی مراحل کا مطالعہ کرنے کے ساتھ ساتھ اُردو اِملا اور رسم الخط کے حوالے سے لکھی گئی کتب، رسائل، مضامین اور مقالات سے بطور خاص استفادہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اطلاعیات اور اُردو کمپوز کاری کے موضوع پر لکھی گئی کتب، مضامین اور مقالات سے بھی تحقیق کی گئی ہے۔ اس حوالے سے جو مواد کتابی صورت میں موجود تھا، اس سے استفادہ کرنے کے ساتھ ساتھ انٹرنیٹ پر موجود کتب، مضامین اور مقالات کو تحقیق میں شامل کیا گیا ہے، جن کا تفصیلی ذکر کتابیات میں بھی کیا گیا ہے۔

۱۰۔ تحقیق کی اہمیت

"اطلاعیات اور اُردو زبان: اُردو کمپوز کاری کے فنی مباحث، مسائل اور امکانات کا تجزیہ" پر کام کرنا اُردو کے فروغ کے لیے کلیدی حیثیت کا حامل ہے کیونکہ کمپیوٹر، موبائل اور انٹرنیٹ کے رواج سے اطلاعیات میں اُردو کمپوز کاری کی اہمیت اور بھی مسلم ہو چکی ہے جس کے باعث اس فن کو فروغ حاصل ہوا ہے۔ موجودہ دور میں اُردو کمپوز کاری کے ذریعے مختلف قسم کی اہم دستاویزات اور کتب خانوں میں اہم کتب کو محفوظ کر کے اس فن کو فروغ دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں ان تمام طریقہ ہائے کار کو سامنے لایا گیا ہے جو اطلاعیات اور اُردو کمپوز کاری کے فروغ کے لیے سہولت کا باعث بن چکے ہیں۔ اس سے قومی زبان اُردو کو بھی فروغ حاصل ہو گا اور زندگی کے مختلف شعبوں میں قومی زبان اُردو کے حوالے سے کیے جانے والے کام بھی کم سے کم وقت میں آسانی سے مکمل کیے جا سکتے ہیں۔ جیسا کہ دنیا کے دیگر ترقی یافتہ ممالک کی طرح حکومت پاکستان بھی ای گورنمنٹ پر توجہ مرکوز کیے ہوئے ہے تاکہ تمام اُمور مملکت برقیاتی ڈاک (الیکٹرونک میل) کے ذریعے انجام دیے جائیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ انگریزی کے ساتھ اُردو زبان کے مواد (ڈیٹا) کو بھی پوری طرح ہم آہنگ کیا جا سکے۔ اطلاعیات میں اُردو کمپوز کاری کے حوالے سے تحقیق کے ذریعے اس شعبے میں نئے امکانات کے در وا ہوئے ہیں۔

ب۔ بنیادی مباحث

اُردو اطلاعیات (Urdu Informatics) کمپیوٹر میں اُردو کے استعمال سے متعلق ایک تفصیلی بحث ہے جس میں اُردو کے حروف تہجی، ان کے فانٹ اور ڈیزائن وغیرہ کے متعلق تمام تر معلومات کو جمع کر کے اُردو تحریر کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔ اُردو اطلاعیات میں کمپیوٹری لسانیات سے متعلق بحث کی جاتی ہے اور اُردو میں لسانیات کی آمد اور ترسیل کے بارے میں بھی وضاحت کی جاتی ہے۔ ایک وقت تھا کہ کمپیوٹر کے حوالے سے اُردو اطلاعیات کا تصور ایک خواب لگتا تھا مگر مسلسل تحقیق و جستجو نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ یہ خواب ایک حقیقت کا رُوپ بھی دھار سکتا ہے۔ انسان پتھر کے ابتدائی دور سے لے کر آج کے جدید دور تک ہمیشہ اپنی زندگی کو آسان، سہل، خوبصورت، اس میں بہتری اور ترقی کی جانب سفر پر گامزن رہا ہے۔ وقت اور حالات کے ساتھ اس نے اپنی محنت اور مسلسل کوشش کے بعد بہت سی ایسی ایجادات کی ہیں جن کے باعث وہ جدید

ٹیکنالوجی کے دور میں داخل ہو چکا ہے اور یہ ترقی کا دور کہلاتا ہے۔اس دور کی ایجادات کا اگر بہ نظر غائر جائزہ لیا جائے تو کمپیوٹر ہی وہ واحد ایجاد ہے جو اس دور کی جدید اور مفید ترین ایجادات میں سے ایک ہے۔

جس قدر برق رفتاری کے ساتھ کمپیوٹر کے ذریعے بڑے بڑے کام دیکھتے ہی دیکھتے مہینوں، دنوں، گھنٹوں اور سکینڈوں میں انجام دیے جا رہے ہیں، کمپیوٹر کی ایجاد سے پہلے یہ سب کام ہمیں ایک خواب لگتے تھے۔ کمپیوٹر کا لفظ ''Compute'' سے نکلا ہے جس کا مطلب ہے حساب لگانا یا گننا۔بنیادی طور پر کمپیوٹر ایک ایسی ہی حساب لگانے والی مشین ہے۔ کمپیوٹر کی اگر جامع تعریف کی جائے تو ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ ''کمپیوٹر ایک ایسی برقی /الیکٹرانک (Electronic) مشین ہے جس کی مدد سے انسان کی دی ہوئی ہدایات (Input) کے ذریعے مطلوبہ نتائج (Output) حاصل کیے جاتے ہیں۔اس لیے ہم مختصراً یہ کہہ سکتے ہیں کہ کمپیوٹر ایک الیکٹرانک ڈیٹا پروسیسنگ مشین ہے۔ ''قومی انگریزی اُردو لغت'' میں کمپیوٹ اور کمپیوٹر کی تعریف کچھ اس طرح سے کی گئی ہے:

> ''حساب لگانا؛ حساب کرنا؛ گننا؛ شمار کرنا؛ حساب لگا کر طے کرنا؛ تخمینہ لگانا؛ جوڑنا؛ بچارنا۔
> (فعل لازم) کمپیوٹر یا حسابی مشین سے معلوم ہونا۔(اسم) حساب؛ شمار؛ گنتی؛ تخمین؛ تخمینہ۔
> کمپیوٹر؛ شمارندہ: ایک برقیاتی آلہ جو حساب کے سوال اور پیچیدہ شماریاتی مسئلے، مقررہ اور پروگرامی ہدایات کے مطابق آسانی سے حل کر لیتا ہے، پھر ان حسابات کے نتائج یا تو ظاہر کر دیتا ہے یا اپنے پاس محفوظ کر لیتا ہے؛ حساب کار؛ وہ جو حساب لگائے؛ شمار کرنے والا؛ تخمینہ کرنے والا؛ گنتی کرنے والا؛ کیلکولیٹر''۔(۱)

کمپیوٹر صرف معلومات ہی مہیا نہیں کرتا بلکہ ہمارے لیے بہت سی آسانیاں بھی فراہم کرتا ہے۔ کمپیوٹر کے ابتدائی دور میں اسے صرف حساب و کتاب کے مقاصد کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔اُردو میں اسے حاسب کی اصطلاح کے طور پر بھی رواج دینے کی کوشش کی گئی مگر 'کمپیوٹر' ہی زبان زد عام رہا لیکن آج کمپیوٹر ہماری زندگی کا لازمی حصّہ اور جزو بن چکا ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ آنے والے برسوں میں کمپیوٹر کا علم نہ رکھنے والے شخص کو اَن پڑھ تصور کیا جائے گا۔اس لیے کہ موجودہ دور میں بہت سے علوم کے بارے میں آگاہی ہمیں کمپیوٹر کے ذریعے ہی حاصل ہوتی ہے۔ روایتی تعلیم کے ساتھ ساتھ ہر پڑھے لکھے انسان کے لیے کمپیوٹر کا علم حاصل کرنا ضروری ہو گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم کہہ سکتے ہیں کمپیوٹر نے حقیقتاً انسانی زندگی میں ایک انقلاب برپا کر دیا ہے۔ لہٰذا اس سے نہ صرف حساب کتاب میں آسانیاں پیدا ہو گئی ہیں بلکہ اس کو استعمال میں لاتے ہوئے ہم

ضروری اور اہم دستاویزات کی تیاری کے ساتھ ساتھ طباعت واشاعت کی دنیا میں بھی بہت سے اہم کاموں کو سہل اور آسان بنا رہے ہیں۔

i۔ اطلاعیات اور اُردو زبان کا تعارف

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کی سہولت کے باعث دنیا سمٹ کر ایک عالمی گاؤں (گلوبل ویلیج) بن کر رہ گئی ہے۔ آپ خواہ دنیا کے کسی بھی کونے میں بستے ہوں۔ آپ اپنے گھر بیٹھ کر پوری دنیا سے معلومات حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ دنیا بھر کی سیر کر سکتے ہیں اور اپنی محدود معلومات میں بے پناہ اضافہ بھی کر سکتے ہیں۔ اس طرح ہم دیکھ رہے ہیں کہ کمپیوٹر کی مدد سے دنیا میں انسانی زندگی کو سہل بنانے کے ساتھ بہت سی انقلابی تبدیلیاں بھی آئی ہیں۔ کمپیوٹر ٹیکنالوجی کو استعمال کرتے ہوئے انسان نے اتنی ترقی کی ہے کہ روبوٹ تک تیار کر لیا ہے جو کم خرچ میں زیادہ کام کر کے انسانی زندگی پر اثرانداز ہو رہا ہے۔ اسی طرح زبان کے حوالے سے اگر بات کی جائے تو اس میں کمپیوٹر ٹیکنالوجی کا بہت بڑا دخل ہے کیونکہ کسی ایک خطے یا علاقے کی زبان کو کسی دوسرے خطے یا علاقے تک پہنچانے کے لیے کمپیوٹر کا سہارا لیا جاتا ہے۔ اس لیے موجودہ دور میں کسی زبان کو زندہ رکھنے اور عالمی زبان بنانے کے لیے کمپیوٹر ایک لازم و ملزوم جزو کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ ڈاکٹر عطش درانی نے اس حوالے سے ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ:

> ''مستقبل میں صرف وہی زبانیں اپنے وجود کو برقرار رکھ سکیں گی جو کمپیوٹر کی زبان بن کر ٹیکنالوجی کے میدان میں تحقیق وتدریس کو فروغ دیں گی''۔ [۲]

مغربی ممالک میں کمپیوٹر کے فروغ اور ترقی کے لیے نت نئے تجربات کرتے ہوئے بہت سے شعبوں میں کمپیوٹر ٹیکنالوجی کو متعارف کرایا گیا ہے۔ یہ سب تجربات بہت حد تک کامیاب بھی رہے لیکن اُردو دنیا کی تیسری بڑی زبان ہونے کے باوجود اطلاعیات کے حوالے سے اس پر بہت کم کام کیا گیا، جس کے نتیجے میں ہمیں جو کمی محسوس کرنا پڑی وہ یہ ہے کہ جدید ٹیکنالوجی ہم تک بہت دیر سے پہنچی جبکہ دیگر زبانوں کے تحقیق کاروں نے اس سہولت کو بہت پہلے حاصل کر لیا اور کمپیوٹر ٹیکنالوجی کو اپنے ہاں فروغ دینے میں ہم سے پہلے کامیاب ہو گئے۔ انھی مسائل کو توحید احمد نے اپنی کتاب ''اطلاعیات: کمپیوٹری انقلاب پر گفتگو'' میں ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

''انقلابی ایجاد کا جو اثر علم اور معلوماتی وسائل پر ہو رہا ہے (جسے ہم اطلاعیات کہیں گے)
اس کی بحث اب تک اُردو بان میں غیر موجود ہے۔ اصل وجہ یہ ہے کہ اطلاعیات کے
میدان میں تحلیل اور تعلیق کے لیے اُردو میں ابھی تک ذخیرہ الفاظ مفقود ہے''۔(۳)

جہاں تک ہماری قومی زبان اُردو کا تعلق ہے تو ہم بلاشبہ یہ بات کہہ سکتے ہیں اُردو کی ترقی اطلاعیات کی ترقی کے ساتھ وابستہ ہے۔ جب تک ہم اسے اطلاعیات یا انفارمیشن ٹیکنالوجی کی زبان نہیں بنائیں گے اس وقت تک اُردو زبان ویسی ترقی نہیں کر سکے گی جس طرح دوسری زبانوں نے اطلاعیات کے میدان میں کی ہے۔ اُردو زبان کا مستقبل محفوظ بنانے کے لیے ضروری ہے کہ اطلاعیات کے شعبے میں اُردو کو فروغ دیا جائے اور اطلاعیات میں استعمال کے لیے زیادہ سے زیادہ اُردو کی اصطلاحات بنائی جائیں تاکہ آنے والے دنوں میں یہ کمی محسوس نہ ہو کہ اُردو زبان کمپیوٹر ٹیکنالوجی کی زبان بننے کی اہل نہیں ہے۔ اس لیے ہمیں ثابت کرنا ہو گا کہ اُردو زبان میں وہ تمام تر صلاحیتیں اور گنجائشیں موجود ہیں جو ایک عالمی زبان میں ہونی چاہییں۔ ڈاکٹر عطش درانی اطلاعیات اور قومی زبان کے بارے میں ایک مستند رائے رکھتے ہیں۔ وہ اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں:

''اُردو کا مستقبل اُردو اطلاعیات سے ہی وابستہ ہے۔ اُردو اطلاعیات کا اوّلین مقصد اُردو میں
تحقیق و ترویج کو فروغ دینا ہے تاکہ اُردو کے بارے میں ہماری اس تمام تگ دو کا مدعا اُردو
کے مستقبل کو محفوظ بنانا ہے تاکہ آنے والی نسلیں یہ سوال نہ اُٹھا سکیں کہ ہمارے فنون
لطیفہ اور ثقافت کی علم بردار زبان کو قومی زبان بنانے کے لیے ہمارے لیے عملی اقدامات
کیوں نہیں کیے گئے''۔(۴)

اُردو اطلاعیات کو سب سے پہلے مقتدرہ قومی زبان میں ۱۹۹۸ء میں متعارف کرایا گیا۔ اطلاعیات کے میدان میں اُردو زبان پر زیادہ سے زیادہ تحقیق کر کے اسے کارآمد اور معیاری بناتے ہوئے اطلاعیات کے شعبہ میں ہونے والی تحقیق کو آگے بڑھایا گیا۔ چنانچہ اُردو زبان کا کمپیوٹر کے لیے کلیدی تختہ بنانے کے بعد مرکز فضیلت برائے اُردو اطلاعیات کا قیام عمل میں لایا گیا جس میں کمپیوٹر پر اُردو اور مقامی زبانوں کی ترقی کے حوالے سے کام کرتے ہوئے اُردو کی معیار بندی کے تمام متعلقہ اُمور کی تحقیقی اور ترقیاتی سرگرمیوں کے لیے کام کیا گیا۔ پاکستان میں اُردو کو سرکاری طور پر دفتری، عدالتی اور قومی زبان کی حیثیت سے تمام اداروں میں نافذ کرنے اور حکومتی اداروں میں اُردو معیار بندی اور علمی معاونت میں تحقیق و ترقی کے فریضے کو انجام دیتے ہوئے مختصر المدتی اور طویل المدتی منصوبے کے لیے ذرائع مہیا کرنے کے لیے مقتدرہ قومی زبان میں یہ شعبہ قائم کیا گیا۔

اس منصوبے کے تحت نستعلیق فانٹ، کمپیوٹر گرائمر اور مشینی ترجمہ کاری جیسے سافٹ ویئر تیار کرنے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ تعلیم کے لیے یونیورسٹیوں کی سطح پر اطلاعیات کے میدان میں تحقیق کے لیے ایک پلیٹ فارم مہیا کیا گیا۔ علاوہ ازیں اُردو اطلاعیات پر تحقیق کا ایک بنیادی مقصد یہ بھی تھا کہ مستقبل میں وہی زبانیں معاشرے میں اپنے وجود کو برقرار رکھ سکیں گی جو کمپیوٹر کی زبان بن کر ٹیکنالوجی کا حصّہ بنتے ہوئے تحقیق و تدریس کے لیے استعمال کی جائیں گی۔

لہٰذا اسی تحقیق کی بدولت آج دنیا بھر میں اُردو اطلاعیات کی بنیادیں وقت کے ساتھ ساتھ مضبوط ہوتی چلی جارہی ہیں۔ اُردو زبان کے حوالے سے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اُردو کا مستقبل ''اُردو اطلاعیات'' سے ہی وابستہ ہے۔ ہمارے ہاں تحقیق میں اُردو انفارمیشن سائنس اور کمپیوٹر سائنس کو ملا کر جو نئی اصطلاح بنائی گئی ہے وہ ''اُردو اطلاعیات'' ہے۔ یہی اصطلاح کمپیوٹر پر اُردو زبان کے فروغ اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کے میدان میں تحقیق کے لیے نئی راہیں متعین کررہی ہے، جس کے باعث اُردو مکمل طور پر کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کی زبان بن کر سامنے آچکی ہے۔ یہی وہ تحقیق ہوگی جو خیال سے معنی تک کے سفر کے لیے معاون ثابت ہوگی، جس کے نتیجے میں بننے والے ذخیرۂ الفاظ کا تمام تعلیمی میدانوں اور شعبوں میں استعمال ممکن ہو سکے گا۔ جہاں یہ تحقیق انفارمیشن ٹیکنالوجی کے میدان میں آگے بڑھ سکے گی وہیں ادب سے تعلق رکھنے والے شعبے اور افراد کے لیے بھی کارآمد ثابت ہوتے ہوئے نئی راہیں متعین کرے گی۔ علمی دنیا کے لیے گو کہ اُردو اطلاعیات ایک نئی اصطلاح ہے۔ لیکن اس کی بہت سی شاخیں پہلے سے موجود ہیں اور کچھ نئی شاخیں بھی وجود میں آچکی ہیں اور وقت کے ساتھ ساتھ زندگی کے تمام شعبوں میں شامل بھی ہو رہی ہیں جو اُردو اطلاعیات کے حوالے سے زیرِ بحث لائی جارہی ہیں۔ لہٰذا اُردو اطلاعیات پر تحقیق کے باعث تحقیق و ترویج کے کام آگے بڑھ رہے ہیں۔ کمپیوٹر کے بہت سے ادارے جیسا کہ مائیکروسافٹ، آئی بی اے اور یونی کوڈ وغیرہ اُردو اطلاعیات کے کاموں کو آگے بڑھانے کے لیے اپنی تحقیقات کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔

جہاں تک اُردو اطلاعیات میں تحقیق اور ترقی کا تعلق ہے تو آنے والے دنوں میں ''اُردو اطلاعیات'' محققین اور اسکالرز کے لیے ایک نیا پلیٹ فارم ثابت ہوگا، جہاں اُردو اطلاعیات کے موضوعات پر تعلیم دیتے ہوئے اس میدان میں تحقیق کی راہیں ہموار کی جائیں گی تاکہ کمپیوٹر کی زبان کو مکمل طور پر اُردو میں منتقل کرتے

ہوئے دیگر ترقی یافتہ زبانوں کے برابر لایا جا سکے۔ اس حوالے سے قرۃ العین اپنے مضمون ''اُردو اطلاعیات'' میں لکھتی ہیں:

> ''اُردو اطلاعیات کا اولین مقصد اُردو میں تحقیق و ترویج کو فروغ دینا ہے تاکہ اُردو زبان کے بارے میں ہماری اس تمام تگ ودو کا مدعا اُردو کا مستقبل کے محفوظ بنانا ہو اور یہ کہ ہماری آیندہ آنے والی نسلیں ایک دوسرے سے یہ سوال نہ کر سکیں کہ اتنے صاحب علم لوگوں میں سے کوئی ایک بھی ایسا بصیرت والا نہ تھا جو کم از کم ہمارے فنونِ لطیفہ اور ثقافت کی علم بردار زبان کو ہمارے لیے محفوظ کرنے کے لیے عملی اقدامات کر سکتا''۔ (۵)

مذکور بحث سے ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ اُردو اطلاعیات کے حوالے سے تحقیق کا میدان کس قدر وسیع ہے جب کہ اس شعبہ پر کام بہت کم کیا گیا۔ اب وقت کے ساتھ ساتھ اِس میدان میں زیادہ سے زیادہ تحقیق کی جارہی ہے جس سے مستقبل میں بھی اُردو اطلاعیات پر تحقیق کی راہیں روشن ہوں گی۔

کمپوز کاری کا بنیادی تعلق تحریر سے ہے اور اس کے بنیادی مباحث کے حوالے سے اگر بات کی جائے تو انسان آج تک اس تحقیق میں کامیاب نہیں ہو سکا کہ انسان نے لکھنا کب شروع کیا؟ اس کے بارے میں کوئی بات یقین سے نہیں کہی جا سکتی البتہ ایک بات تحقیق شدہ ہے کہ لکھنے کے لیے جو بنیادی اور اہم ضرورت ہے وہ علامات ہیں۔ علامات کے بغیر کسی بھی تحریر کے وجود کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ خواہ دنیا کی کوئی بھی زبان ہو اس کو علامات کے بغیر لکھنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ خط ابلاغ کا بہت اہم اور ضروری ذریعہ ہے اگر خط کا وجود نہ ہوتا تو ہمارا ابلاغ کس حد تک متاثر ہوتا یہ تصور ہم خود کر سکتے ہیں۔ اس حوالے سے سید احمد رام پوری لکھتے ہیں:

> ''اگر خط نہ ہوتا تو سخن زندگانی کا کچھ علم نہ ہوتا''۔ (۶)

کمپوز کاری کے موضوع کو دو بنیادی نظریات میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلے نظریے کے مطابق اگر مذہبی حوالے سے اسکالروں کے نظریات کا جائزہ لیا جائے تو یہ راز ہمارے سامنے آتا ہے کہ لکھنے کے لیے ابجد یا علامات حضرت آدم علیہ السلام پر منکشف ہوئی تھیں اور یہ سلسلہ حضرت نوح علیہ السلام تک چلتا رہا۔ لہٰذا تاریخی حوالوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس وقت حروف مختلف آوازوں کے لیے استعمال کیے جاتے تھے۔ اس طرح یہ تحقیق ہمارے سامنے آتی ہے کہ اس دنیا کے وجود میں آنے سے حروف ابجد کا وجود بھی ظہور پذیر ہو چکا تھا۔ اس نظریے کو سامنے رکھتے ہوئے اگر جائزہ لیا جائے تو یہ بات بھی اس نظریے کی تقویت کا باعث ہے

کہ آسمانی کتب کا ظہور بھی لکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔اس نظریے کو تقویت دینے کے لیے یہ بات بھی کافی ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام وہ پہلی شخصیت ہیں جنھوں نے لکھنے کے لیے قلم، خیاطی کے فروغ کے لیے سوئی اور ملکی دفاع کے لیے فوج بھی تیار کرر کھی تھی۔اس حوالے سے ڈاکٹر ستیہ پال آنند اپنے ایک مضمون میں اس طرح رقم طراز ہیں:

''اسلام اساطیری مذہب نہیں ہے تو بھی ''آئین اکبری''میں علامہ ابوالفضل کے الفاظ میں ''بعض پرانی کتابوں میں خط عبری حضرت آدم صفی اللہ سے منسوب کیا گیا ہے اور ایک گروہ نے اس خط کو حضرت ادریس علیہ السلام سے نسبت دی ہے۔ رومن حروف بجنسہ وہ ابجد نہیں ہے جو زمانہ قبل از مسیح روم میں رائج تھا۔یورپ کے مختلف ممالک میں اس رسم الخط میں حسبِ ضرورت مقامی تلفظ اور صوتیات کی نازک ترین اکائیوں کے پیش نظر تبدیلیاں رونما ہوتی رہی ہیں''۔(۷)

دوسرا نظریہ سائنسی ہے جس کے تحت انسان نے اپنی ضروریات کے تحت زندگی میں آسانیاں پیدا کرنے کی غرض سے رسم الخط ایجاد کیا۔اس نظریہ کی تصدیق کے لیے ہزاروں سال قبل گزشتہ اقوام کے تاریخی کتبوں کو حوالہ بنایا جاسکتا ہے۔ان کتبوں کو حوالہ بناتے ہوئے ڈاکٹر اعجاز راہی نے بھی اس نظریے کی تائید میں کچھ اس طرح بتایا ہے:

''پھر یکا یک کنواں کھودتے ہوئے، نہر نکالتے ہوئے، کسی بڑی عمارت کے لیے بنیادیں اٹھاتے ہوئے یا جنگل میں بکریاں چراتے ہوئے محض ایک تختی کسی کے ہاتھ لگ جاتی ہے جس پر اُلٹے سیدھے نشان یا تصویریں کندہ ہوتی ہیں۔ تختی (حسنِ اتفاق سے) مختلف ہاتھوں سے ہوتی ہوئی اسکالرز (ماہرین آثار و بشریت) تک پہنچ جاتی ہے اور پھر اچانک جوش سے بھرپور آواز اُبھرتی ہے۔ایک ہزار سالہ تہذیب، پانچ لاکھ سالہ تہذیب اور پھر اُن تہذیبوں کی آواز میں سامی تہذیب، سومیری تہذیب، اکادی تہذیب، آشوری تہذیب، مصری، عبرانی، بابلی اور بے شمار تہذیبیں اُبھرنے لگتی ہیں۔ چھوٹی سی تختی جس پر الٹے سیدھے خط یا ٹیڑھی میڑھی تصویریں نظر آتی ہیں، دیکھتے ہی دیکھتے ہزاروں سالہ تہذیب انسانی کا انکشاف بن جاتی ہے۔ تختی کی عبارت اور مفہوم دنیا بھر میں بحث کا

موجب بن جاتا ہے اور بڑے بڑے ماہرین آثار، ماہرین عمرانیات، ماہرین بشریت اور ماہرین لسانیات سر جوڑ کر تہذیبوں کے عروج وزوال کی کڑیاں جوڑنے لگتے ہیں"۔[۸]

ابتدا میں انسان نے جب تصویری خط کو ذریعۂ اظہار بنایا تو تحریر کو صوری صورت دی گئی اور انسان نے کہانیوں کا بیان بھی تصویروں کے ذریعے کیا اور تصویروں نے ہی انسان کی بصری معاونت کی۔ یہ تصویریں کسی نہ کسی مقصد یا مفہوم کو ظاہر کرتی تھیں۔ یہی اظہار تصویری خط کی ابتدائی شکل تھی کیونکہ انسان کو جس چیز یا علامت کا اظہار کرنا مقصود ہوتا اُس کی تصویر بنائی جاتی تھی۔ اس مقصد کے لیے مناظرِ فطرت کو بھی اظہار کا ذریعہ بنایا جاتا تھا۔ رفتہ رفتہ تصویری خط ایک فن کی شکل اختیار کر گیا۔ ہم تحریری اعتبار سے تحریر کو مختلف مراحل میں تقسیم کر سکتے ہیں:

"پہلا مرحلہ تصویری خط کا ہے۔ اس میں تصویروں کے ذریعے خیال ظاہر کیا جاتا تھا اور ان تصویروں کی تعداد ۷۰۰۳ کے قریب تھی۔ بعد میں مرحلہ وار یہ تصویریں کم ہوتی گئیں۔ ایرک کے دور میں دو ہزار اور شرویک کی الواح میں یہ تعداد آٹھ سو رہ گئی"۔[۹]

تصویری خط کی بہت سی نشانیاں قدیم آثار کی کھدائیوں کے دوران برآمد ہوئی ہیں جیسے قدیم عراقی شہر کی کھدائی سے بعض لوحیں برآمد ہوئی ہیں جو لمبی ہیں۔ ایک لوح پر قیدیوں کو قتل ہوتا دکھایا گیا ہے۔ ایک لوح میں مویشیوں کے ریوڑ دکھائے گئے ہیں۔ ایک میں کسی پروہت نے مذہبی تاج پہن رکھا ہے۔ ایک میں چھوٹی چھوٹی تصویروں کے ذریعے کوئی عبارت تحریر ہے۔ ایک لوح میں بیل کا سر، ایک مرتبان کی شکل اور کئی قسم کی بھیڑیں بنی ہوئی ہیں۔ ماہرین آثار قدیمہ کے مطابق یہ سب الواح ۳۵۰۰ق م کے دور کی ہیں۔ یہ فن سمیری قوم نے ایجاد کیا جو عراق کے جنوب میں آباد تھی، ان میں یہ فن بہت مقبول ہوا۔ اس فن کے آغاز میں تو اشیاء کی مکمل اشکال بنائی جاتی تھیں لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان تصویروں کو مختصر کیا جانے لگا۔ مثال کے طور پر اگر بیل کی تصویر بنانی ہوتی تو اس کا صرف منہ اور دو سینگ بنا دیے جاتے تھے۔ پھر زمانے نے کئی ہزار سال تک کا سفر طے کیا اور انسان نے اشیاء کی مکمل اور مختصر اشکال کو ترک کر کے ان کی جگہ علامات کا استعمال شروع کر دیا۔ اپنی بات دوسروں تک پہنچانے کے لیے کوئی ایک خاص علامت استعمال کی جانے لگی۔ اس دور کو آئیڈیو گرافی کا دور کہا جاتا ہے۔ اس دور میں اپنی بات دوسروں تک پہنچانے کے لیے اشاروں کنایوں سے کام لیا جاتا تھا جیسا کہ:

''دوسرا مرحلہ آئیڈیو گرافی کا ہے کہ جس میں مخصوص اشارات کے زاویے بنا کر خیال ظاہر کیا جاتا ہے۔ آج بھی جاپان اور چین وغیرہ میں کم و بیش چند تبدیلیوں کے ساتھ یہی سلسلہ جاری ہے ان ممالک کی زبان میں حروف تہجی نہیں۔ محض آئیڈیو گرافی ہے''۔(۱۰)

تحریری ابلاغ کا تیسرا طریقہ بولنے کے انداز کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اس نظریہ کو ہائرو گرافی کا مرحلہ بھی کہتے ہیں کہ جس طرح ہم اپنے منہ سے کوئی آواز نکالتے ہیں اُسے سننے والا اس آواز کی ادائی کے ساتھ اس کی شکل بناتا ہے۔ پھر اس شکل کو یاد کر لیا جاتا ہے جس کو بعد میں تحریر کے لیے استعمال میں لایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر:

''ہائرو گرافی۔ جس میں بولنے کے انداز کے ساتھ یعنی زبان کی ادائیگی کے مطابق حروف کی تشکیل کی گئی ہے اور یہ انداز ترنم اور گائیکی کے بہت قریب ہے اور موجودہ تحریری ارتقا اسی اصول کے تحت ہے''۔(۱۱)

ابلاغ انسانی زندگی کا وہ اہم جزو ہے جو ابتدا سے ہی انسانی ضرورت رہا ہے۔ اس حوالے سے عطاءاللہ خان لکھتے ہیں:

''نشانات، علامات اور تصاویر کے بعد اگلا قدم حروف تہجی کا تھا۔ اس سے قبل کی تحریر لسانی عنصر سے مبرا تھی۔ حروفِ تہجی کے بعد تحریریں انسانی اصوات سے ہم آہنگ ہو گئیں، لیکن اس مقام تک پہنچنے کے تمام مراحل کا ہمیں اب تک علم نہیں ہو سکا۔ بہر حال، یہ بات مسلمہ ہے کہ مختلف انسانی تہذیبوں نے اپنی اپنی ضرورت کے مطابق اپنے اپنے طور پر رسم الخط ایجاد کیے جو کثیر التعداد ہیں''۔(۱۲)

اسی نظریے کے حوالے سے اس انداز کو اختیار کرتے ہوئے جب قرآن مجید پر اعراب کا مسئلہ در پیش آیا تو ابو سود نے کاتبوں کو بلایا اور کہا کہ سنو جس طرح میرے منہ سے کوئی آواز نکلے اس پر غور کر کے آپ نے اُس لفظ پر ویسی علامات لگا دینی ہیں۔ اس لیے ان علامات کو علامات ابو سود کہا جاتا ہے:

''جب حروف ادا کرنے میں میرا منہ کھل جائے، تم اس پر ایک گول نقطہ لگا دو۔ جس حرف پر میرے لب دونوں کناروں سے ملے ہوئے دیکھو اور منہ گول کر کے ادا کروں تو تم اس کے آگے (دائیں جانب) ایک نقطہ لگا دو اور جس حرف کے ادا کرنے میں آواز کا رُخ نیچے کی جانب ہو تو اس کے نیچے ایک نقطہ لگا دو۔ کاتب نے اس طور پر عمل کیا''۔(۱۳)

بہر حال فن تحریر کا تصویری انداز قدیم انسان کے ذہنی ارتقا کے عین مطابق تھا۔ مشرق میں جھیل بیکال سے لے کر مغرب میں فرانس تک اور شمال میں سویڈن سے لے کر جنوبی افریقہ کے غاروں تک ہزاروں رنگین اور سادہ تصاویر برآمد ہوئی ہیں جو چالیس پچاس ہزار برس پرانی ہیں۔ ان میں تصویری خط موجود ہے۔ اس حوالے سے بات کرتے ہوئے نذیر احمد ملک لکھتے ہیں:

> ''فن تحریر کے ماہرین کا خیال ہے کہ لفظی تحریر نے تصویر کشی کے بطن سے جنم لیا ہے لیکن اس کو ثابت کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے تاہم اس مفروضے کو یکسر رد بھی نہیں کیا جاسکتا ہے کیونکہ اس سلسلے میں جو دلیلیں پیش کی جاتی ہیں ان پر باور کیا جاسکتا ہے وہ یوں کہ اشیا کی تصویر کشی کے پیچھے بلاشک لسانی حد بندیوں سے الگ ہو کر بعض خیالات کی براہِ راست ترسیل کا مقصد کارفرما تھا''۔(۱۴)

وقت گزرنے کے ساتھ تصویری خط نے تصوری خط (Idiography) یعنی خیالی خط کی صورت اختیار کرلی۔ اس خط کی یہ خوبی تھی کہ اس میں حقیقی تصویروں کی بجائے ان کے معنی کو اخذ کیا جاتا تھا۔ موہنجودڑو سے تصویری خط کے ساتھ تصوری خط کے نمونے بھی دریافت کیے گئے ہیں۔ پھر تصویری اور تصوری خط سے فنیقی اور آرامی خط وجود میں آئے۔ عراق کے شمالی حصّہ کو عکاد کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اس میں سامی النسل لوگ آباد تھے جو جزیرہ عرب سے ہجرت کر کے یہاں آباد ہوئے تھے۔ یہاں کا حکمران سارگون اوّل کے نام سے مشہور تھا۔ اس نے سمیری ریاستوں کو فتح کر کے سامی حکومت بنائی۔ عکاد کے زوال کے بعد بابل کو عروج ملا اور اس کے بادشاہ حمورابی کی حکومت نے عکاد کی حکومت کی جگہ لے لی۔ اس طرح مملکت کا نام عکاد کی بجائے بابل (یعنی خدا کا دروازہ) رکھا گیا۔ یہاں کے لوگ سامی النسل تھے۔

یورپین اسکالروں نے اسے میخی/سمیری خط (Coneiform) کا نام دیا۔ سمیری قوم نے ہی حروف ابجد کو رواج دیا اور کاغذ نہ ہونے کے باعث تحریروں کو گیلی مٹی پر لکھ کر آگ میں پکایا جاتا اور اسے محفوظ کر لیا جاتا۔ ۳۰۰۰ ق م میں حمورابی حکمران نے اس خط کو میخی خط کے نام سے موسوم کیا۔ اس خط نے بابل، نینوا، عراق، ایران اور ایشیا کے علاقوں میں فروغ حاصل کیا۔ اسی خط کو پیکانی بھی کہتے تھے۔ اس کا رواج ۵۳۹ ق م تک عام رہا۔ اس کے بعد یہ بتدریج اختتام پذیر ہو گیا۔ بابل کے بادشاہ حمورا نے انصاف پر مبنی ضابطہ حمورابی کا اجرا کیا جو ۲۸۲ ضابطۂ قوانین پر مشتمل تھا۔ اس ضابطہ کے مطابق ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان،

دانت کے بدلے دانت، قتل کے بدلے قتل جیسی سزائیں لاگو کی گئی تھیں۔ جس پتھر پر یہ ضابطے تحریر کیے گئے تھے وہ فرانس کے عجائب گھر میں آج بھی محفوظ ہے۔

> ''الفاظ میں اصل اہمیت معنی کی ہی ہے۔ یہ کہنا درست ہو گا کہ الفاظ اگر جسم ہیں تو 'معانی'' اس کی روح ہیں۔ معنی کے بغیر کسی لفظ کو زندہ نہیں کہا جا سکتا۔ تابع مہمل کی حیثیت سے اصل لفظ کا جزو نظر آنے والا لفظ معنی سے خالی نہیں ہوتا۔ وہ اصل لفظ کے معنی میں وسعت پیدا کرتا ہے۔ البتہ بغیر اصل لفظ کے وہ مردہ ہے اور اس کا استعمال نہیں ہوتا۔ بالکل اسی طرح جیسے بے روح جسم استعمال کے قابل نہیں رہتا''۔(۱۵)

رسم الخط کے حوالے سے مصریوں نے بھی بڑا کام کیا ہے۔ مصر کا نام مصرام کے نام پر رکھا گیا ہے۔ مصریوں نے تصویری خط کا استعمال علامت کے طور پر شروع کیا اور علامت تصویر کی مختصر شکل ہوتی تھی۔ ۳۱۵۰ ق م میں مصر میں لکھنے کا رواج شروع ہو گیا تھا اور قدیم مصری تصویری لکھائی استعمال کرتے تھے۔ پیپرس کی دریافت سے قبل لکڑی، پتھر اور ہاتھی کے دانت پر تحریریں لکھنے کا رواج عام تھا۔ پھر مصریوں نے ہی پیپرس دریافت کیا۔ مصری قوم کا شمار ہیروغلیفی خط کے بانیوں میں ہوتا ہے۔ اس دور کے پرانے کتبے بھی دریافت ہوئے ہیں جو ہیروغلیفی خط میں ہیں۔ ماہرین آثار قدیمہ اور اسکالروں نے اس خط کو تصویری خط (Hieroglyphics) کا نام دیا ہے۔ سید قدرت نقوی اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''اردو رسم الخط اپنی ایک مبسوط تاریخ رکھتا ہے جس کا سلسلہ قدیم مصری تصویری رسم الخط سے ملتا ہے۔ فنیقی، حمیری اور کوفی خط سے اس کا رشتہ ہے، خط کوفی کی مہذب شکل خط نسخ و نستعلیق ہے۔ اسلاف نے اس کی تہذیب و تزئین میں بہت محنتیں کی ہیں۔ اس خط کے ساتھ ہمارے تعلقات تیرہ سو سال سے قائم ہیں اور اسی زمانے سے آج تک اس سلسلے میں محنت ہوتی رہی ہے اور اب بھی ہو رہی ہے۔ اس میں حسن پیدا کرنا شخصی ذوق پر منحصر ہوتا ہے۔ یہ رسم الخط، ذریعہ تحریر ہونے کے ساتھ ساتھ ہمارے ذوق مصوری اور جمالیاتی احساس کی تسکین کا باعث بھی ہے۔ ہماری مقدس عمارتوں کی تزئین کا سامان یہی رسم الخط ہے، جس کو تمام دنیا رشک کی نظر سے دیکھتی ہے۔ اس کے حسن اور دلآویزی کا اثر اہل عالم کو حیرت میں ڈال دیتا ہے''۔(۱۶)

اس خط کو سمیری قوم نے بہت عرصہ تک استعمال کیا۔ یہ خط عراق، مصر اور سندھ کی تہذیبوں موہنجو دڑو میں بھی جاری رہا۔ پھر مصر میں مختلف قسم کے بت بنانے کا کام شروع ہوا جن میں دیوی، دیوتاؤں، جانوروں اور پرندوں وغیرہ کے بتوں کے ساتھ ساتھ جنگی ساز و سامان کے نشانات بھی بنائے جاتے تھے۔ رومن اور یونانی قوم بھی خواتین کے خوبصورت مجسمے اور تصاویر بنانے کے ساتھ تصویری حروف اور مصری حروف کی ملی جُلی لکھائی بھی کرتے تھے۔ پھر ہیروغلیفی خط نے مذہبی رہنماؤں کے استعمال کے لیے ہیروطیفی خط کی شکل اختیار کی۔

حضرت ابراہیم، حضرت اسحق، حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہم السلام کا تعلق کنعانی قوم سے تھا اور یہ عبرانی قوم سے کم و بیش ۱۰۰۰ سال پہلے گزری ہے۔ اس وقت بغداد کا بادشاہ اشور بنی پال ایک علم دوست تھا۔ اس نے مٹی کی تختیوں پر لکھی ہوئی ۳۰۰۰ سے زائد پر مشتمل کتابوں کی لائبریری بھی بنوائی۔ عکادی اور اشوری دونوں قومیں سامی النسل تھیں جنھوں نے ۲۳ حروف پر مشتمل صوتی خط ایجاد کر کے اس کو رسم الخط کی صورت عطا کی تھی۔

۲۲۰۰ ق م میں لبنان کی قوم فنیقی جنوبی عراق ساحل بحرین سے ہجرت کر کے آئی اور اس نے دو شہر صور اور سدون آباد کیے۔ ان کی زبان عربی سے ملتی جُلتی تھی۔ انھوں نے عربی، عبرانی، سریانی اور یورپی رسم الخط سے شمالی سامی رسم الخط ایجاد کیا جس کی تصویری علامتیں اور زیادہ مختصر ہونے لگیں۔ کسی جانور کی تصویر یا ماڈل کی بجائے علامت لکھی جانے لگی۔ ان علامتوں سے سامی ابجد خط وجود میں آیا۔ فونیقیوں نے ۲۲ حروف کا خط متعارف کرایا۔ اس لیے انھیں حروف ابجد کا بانی کہا جاتا ہے۔ فونیقی خط سے یورپین زبانوں کے حروف وجود میں آئے جن میں انگریزی، فرانسیسی، رومن، لاطینی، یونانی اور دوسری مغربی زبانیں شامل ہیں۔ اس لیے فونیقی قوم کو حروف تہجی کی موجد قوم کہا جاتا ہے۔ یونان اور فونیشیا نے عبرانی، فونیقی اور عربی کو ملا کر ۱۰۰۰ ق م میں سنسکرت کو ہندوستان میں رواج دیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ جب ملکہ بلقیس کی شادی ہوئی تو ملک کی سرحدیں وسیع ہونے کی وجہ سے زبان کو بھی وسعت ملی تو حروف تہجی کی تعداد کو ۲۲ سے بڑھا کر ۲۸ کر دیا گیا۔ اس میں ث، خ، ذ، ض، ظ اور غ کا اضافہ کر دیا گیا۔ فونیقی حروف تہجی کے باعث تمام یورپی زبانوں مثلاً روسی، یونانی اور لاطینی کے حروف تہجی وجود میں آئے۔ اس طرح ہندوستانی، ہسپانوی، فرانسیسی اور انگریزی کی کئی ایک مغربی زبانیں رومن میں لکھی جاتی ہیں۔ شام کی زبان کو آرامی یا سریانی زبان کہا جاتا تھا۔ سامیوں نے آرامی رسم الخط ایجاد کیا۔ اس

کے ۳۰ حروف تھے۔ ہندوستان میں قدیم شہنشاہوں کا سرکاری رسم الخط آرامی تھا۔ آرامی ابجد سے نبطی اور عبرانی خط وجود میں آئے۔ عبرانی قوم عربی تھی اور عبرانی زبان کے بھی ۲۲ حروف کا استعمال کرتی تھی اور یہ دو زبانوں پر مشتمل تھی، جن میں قدیم عبرانی اور جدید عبرانی۔ حمیر بن صبا نے نبطی خط میں تبدیلیاں کر کے حمیری رسم الخط ایجاد کیا۔ کوفہ کا پرانا نام حیرہ تھا اس لیے نبطی خط کے بعد جو خط ایجاد کیا گیا اسے خط حیرہ کہا جاتا تھا۔ اسلام سے پہلے عرب میں خط حیرہ کا رواج عام تھا۔ اس وقت کاغذ کا رواج بھی شروع ہو چکا تھا۔ فونیقیوں کے رسم الخط میں آرامیوں نے ترامیم و اضافوں کے بعد اسے اپنا لیا۔ اس طرح آرامی زبان سے سریانی، عبرانی، فارسی، عربی، سندھی، پنجابی، سرائیکی، بلوچی، بروہی اور اُردو کے حروف تہجی بنائے گئے۔

> ''اُردو میں چونکہ عربی، فارسی، ہندی اور ترکی زبانوں کے الفاظ بھی شامل ہیں۔ لہذا رسم الخط ان زبانوں کے الفاظ کی صحیح املا کا نمائندہ ہونا چاہیے۔ جب بزرگوں نے اس زبان کو تحریر کرنے کے متعلق غور کیا ہوگا تو اس وقت ان کے سامنے دو رسم الخط تھے۔ ایک عربی الاصل فارسی رسم الخط دوسرے دیوناگری۔ انھوں نے دونوں رسم الخط میں استعمال ہونے والے حروف تہجی کا بغور مطالعہ کیا ہوگا تو اس نتیجہ پر پہنچے ہوں گے کہ دیوناگری رسم الخط، عربی، فارسی اور ترکی الفاظ کو ضبط تحریر میں لانے سے قاصر ہے''۔ (۱۷)

خط نسخ عربی، سندھی اور پشتو کے لیے استعمال ہونے لگا اور بروہی، سندھی، سرائیکی، بلوچی، پنجابی اور اُردو کے لیے خط نستعلیق کا استعمال کیا جانے لگا۔

کمپوزکاری کی تاریخ کے بارے حتمی طور پر بتانا تو بہت مشکل ہے البتہ قرآن کریم کی اس آیت سے ہمیں واضح ہو جاتا ہے کہ اس کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی بنی نوع انسان کی۔ جیسا کہ فرمایا گیا ہے:

> ''پڑھ کہ تیرا ربّ بڑا کریم ہے
> جس نے قلم کے ذریعے سے تجھے پڑھنا سکھایا''۔ (۱۸)

عرب میں امراء القیس کے دور میں اسلم بن سدرا، عامر بن جدرا اور مرامر ابن مرا نے سریانی کی بنیاد پر عربی رسم الخط کو فروغ دیا۔ مرامر نے ۳۲۸ء میں اپنے آٹھ بیٹوں کے نام اعداد کے حساب سے رکھے جیسا کہ: ابجد (آغاز کیا گیا)، ہوز (مل گیا)، حطی (واقف ہوا)، کلمن (سخن گو ہوا)، سعفص (اس سے سیکھا)، قرشت (ترتیب دیا)، ثخذ (نگاہ رکھا)، ضظغ (تمام کیا) رکھ کر ان کے معانی وضع کیے۔ مرامر ابن مرا نے اپنے علم

کی بنیاد پر بچوں میں میراث اس طرح تقسیم کی کہ ہر ایک دوسرے سے منفرد ہو اور ایک بھی علامت دوسرے میں نہ آئے۔

جب حیرہ کا پرانا نام تبدیل کر کے نیا نام کوفہ رکھا گیا تو یہ خطِ کوفی کے نام سے موسوم کیا گیا۔ خط کوفی سے خط نسخ ایجاد کیا گیا اور یہی خط قرآنی خط میں بھی استعمال کیا گیا۔ اس خط کے بانی ابن مقلہ تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اعلان نبوت تک تحریری خط وجود میں آ چکا تھا۔ اس خط کو خط کوفی، حیرہ یا حمیرہ کا نام دیا گیا اور اس خط کے سب سے پہلے کاتبین میں اسلم بن سدرا، عامر بن جدرا اور مرامر ابن مرا کا شمار کیا جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دور میں خط کوفی مروج تھا۔ حرب بن اُمیہ اور بشیر بن عبدالملک بہترین خطاط تھے۔ حدیث کے حوالے سے ابو حفصہ کہتے ہیں کہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

> ’’سب سے پہلی چیز جسے اللہ تعالی نے پیدا کیا، قلم ہے، اللہ تعالی نے اس سے کہا: لکھ، قلم نے کہا: اے میرے رب! میں کیا لکھوں؟ اللہ تعالی نے کہا: قیامت تک ہونے والی ساری چیزوں کی تقدیریں لکھ‘‘۔ (۱۹)

حدیث کے حوالے سے اگر جائزہ لیا جائے تو تحریر کی اہمیت ہمارے سامنے کتنی مسلم ثابت ہوتی ہے۔ پھر خطاطی کا فن سیکھنے والوں میں حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عثمان بن عفان، حضرت عمر بن خطاب علیہم السلام، طلحہ بن عبداللہ، ابن جراح، ابو عبیدہ، معاویہ بن ابو سفیان اور ابو سفیان بن حرب کا نام خاص طور پر نمایاں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مختلف شہنشاہوں کو جو خطوط لکھے وہ خط حیرہ، خط حمیری یعنی خط کوفی میں ہی لکھے تھے۔ ابن مقلہ نے عربی تحریر کے لیے کچھ قواعد وضع کرتے ہوئے خط کوفی کو خط المنسوب میں بدل کر خطِ ریحان، خطِ محقق، خطِ توقیع، خطِ رقاع اور خطِ ثلث کے نام سے نئے خطوں کو رواج دیا گیا۔ اس وقت ابتدائی رسم الخطوں میں نقطے اور اعراب نہیں ہوتے تھے تب حضرت علیؓ کے شاگرد ابو الاسود دوئلی نے ۵۰ ہجری، ۶۷۱ء میں نقطے اور اعراب وضع کیے لیکن ان نقطوں سے اعراب کا کام لیا جاتا تھا۔ اشاعت اسلام کا دائرۂ کار بڑھا تو قرآن مجید کی قرأت اور کتابت کو واضح کرنے کے لیے خلیفہ عبدالمالک بن مروان نے عراق کے گورنر حجاج بن یوسف کو ۶۵ ہجری، ۶۸۴ء میں

رسم الخط میں اصلاحات کرنے کا حکم دیا۔ یہ کام نصر بن عاصم کے سپرد کیا گیا جنھوں نے اعراب اور نقطوں کے رنگوں میں ترمیم کر کے ممکنہ الجھنوں کو دور کیا۔

۲۱۰ ہجری ۸۵۲ء میں ابن مقلہ نے خط نسخ کی اصلاح کرتے ہوئے اس میں پانچ مزید خط شامل کر کے ایک خط ایجاد کیا۔ خط نسخ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس کے ایجاد ہوتے ہی پہلے سے موجود خط کم و بیش معدوم ہو گئے۔ اس لیے اس کو پہلے سے موجود دوسرے خطوں کا ناسخ کہہ سکتے ہیں۔ خط نسخ کو ٹائپ کے لیے بھی منتخب کیا گیا۔ دوسرے خطوں میں مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے پروفیسر عبدالغفور لکھتے ہیں:

> ''خط نسخ کے مقابلے میں نستعلیق کے پیچ و خم کی نوعیت ایسی ہے کہ اس کے لیے متعدد جوڑ بند درکار ہیں۔ اس کے علاوہ نستعلیق میں حرف یا لفظ کے مختلف حصّے نسخ کی طرح خطِ مستقیم میں نہیں ہوتے بلکہ ہر دوسرا جوڑ اگلے کے مقابلے میں نیچے کی طرف اُترتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ غرض جتنے زیادہ جوڑ بند پر کوئی لفظ مشتمل ہوگا۔ اسی قدر اس کے مختلف حصّوں میں نشیب و فراز ہوگا۔ اس خصوصیت کے پیش نظر ایک ہی لفظ کے مختلف حصّوں کو نصب کرنے کے لیے چھاپے کے سانچے میں چار پانچ متوازی خطوط یا کرسیوں کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس طریق عمل کی تکمیل پر کئی گنا زیادہ وقت صرف ہوگا۔ نسخ کا ٹائپ ایک ہی کرسی پر ہوتا ہے اور اس کے جوڑ و بند کی دبازت بھی یکساں ہوتی ہے''۔(۲۰)

حسن بن حسین علی فارسی نے ایک خط ایجاد کیا جسے خط تعلیق کا نام دیا گیا۔ یہ خط دو خطوں، خط رقاع اور خط توقیع کے ملاپ سے ایجاد کیا گیا جو سرکاری مراسلت کے لیے بھی استعمال کیا جاتا تھا۔ اس کے بعد خواجہ ابوالمعالی نے خط تعلیق اور خط نسخ کو ملا کر ایک نیا خط تیار کیا جسے خط نستعلیق کا نام دیا گیا۔ اس خط نے امیر تیمور کے دور میں بہت ترقی کی۔ جعفری تبریزی، صوفی خورشید عالم اقبال، میر پنجہ کش رقم، ابن پروین، حافظ نورانہ، میر عماد الحسنی، میر علی ہروی، سلطان علی شہدی اور میر فرید الدین کا شمار اس خط کے اساتذہ میں ہوتا ہے۔ خط نستعلیق کی یہ بہت بڑی خوبی ہے کہ اس میں حروف کے دائرے گولائی میں ہوتے ہیں جس سے تحریر میں حسن اور دلکشی پیدا ہوتی ہے۔ مرتضی خان شاملو نے بارہویں صدی کے اوائل میں خط نستعلیق سے خطِ شکستہ تیار کیا۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد کے وقت ان کی

زبان فارسی تھی۔ اس لیے ہندوستان میں فارسی زبان کو ہی سرکاری زبان قرار دیا گیا۔ ہندی کی مخصوص آوازوں کو ادا کرنے کے لیے الفاظ ناپید تھے جیسا کہ ٹ، ڈ، ڑ، بھ، چھ، جھ، ڈھ، کھ اور گھ وغیرہ۔ لیکن اُردو چونکہ عربی، فارسی اور ہندی کا مجموعہ ہے اس لیے اس میں تینوں زبانوں کے الفاظ ادا کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ عربی قبیلے کی زبانیں جن میں سرائیکی، براہوئی، بلوچی، پنجابی، فارسی اور اردو شامل ہیں، خط نستعلیق میں بڑی آسانی کے ساتھ لکھی جانے لگیں۔

ii۔ اُردو حروفِ تہجی اور رسم الخط

حروف اور رسم الخط کے تعارف کی اگر بات کی جائے تو سب سے پہلے ہمارے سامنے جو حقیقت نمایاں ہوتی ہے کہ کسی ایک حرف سے کوئی بھی لفظ وجود میں نہیں آتا۔ ایک حرف کو جب دوسرے حرف سے ملا کر لکھا جاتا ہے تو کوئی لفظ ہمارے سامنے نمایاں ہوتا ہے۔ اسی بات کو پروفیسر محمد سلیم نے اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہوئے اس کی وضاحت کچھ اس طرح سے کی ہے:

> ''اُردو تحریر میں لفظ لکھتے وقت حروف کو آپس میں ملا کر لکھتے ہیں۔ حرفوں کے باہم جوڑنے کے عمل کو ترکیب حروف کہتے ہیں۔ مثلاً م ح م د کو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) لکھتے ہیں۔ اس طرح اُردو کا لفظ حروف کا مجموعہ نظر آنے کی بجائے ایک وحدت نظر آتا ہے اور خوبصورت دکھائی دیتا ہے۔ اس کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس طرح اُردو تحریر ایک قسم کی مختصر نویسی بن گئی ہے جس کے لکھنے میں وقت بھی کم لگتا ہے اور جگہ بھی کم صرف ہوتی ہے''۔ (۲۱)

لسانیات میں زبان کی پہچان صرف قواعدی ساخت کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ الفاظ کے سرمائے اور اسلوبِ زبان کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زبان کی نوعیت کیا ہے؟ اس کا تعلق زبانوں کے کون سے خاندان سے ہے۔ اس زبان کا دوسری زبانوں کے ساتھ اختلاف اور مماثلت کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ لسانیات کے اعتبار سے مختلف زبانوں کے اشتراک سے کوئی نئی زبان نہیں بن سکتی البتہ علمی نقطۂ نظر سے زبان کی ایک نئی شکل ضرور پیدا ہو سکتی ہے۔ اردو زبان کا آغاز اسی صورتِ حال سے دوچار ہے۔ اس لیے اس کی شناخت ذخیرۂ الفاظ اور اسلوبِ بیان کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ انگریزی ایک ایسی مخلوط زبان ہے جس کے ذریعے

تمام علاقوں کے لوگ اظہار خیال کرتے ہیں اس لیے اسے لنگوافرینکا کہتے ہیں۔ انشانے دریائے لطافت میں اُردو کو "عطر زبان ہائے دیگر" کہا ہے۔ (۲۲)

اُردو کو مخلوط زبان ہمیشہ سے تسلیم کیا جاتا ہے اور اسے ہندوستان کی لنگوافرینکا کہا جاتا ہے۔ اس میں مختلف زبانوں کے الفاظ، اسالیب بیان اور روایات موجود ہیں وہ دنیا کی دیگر زبانوں میں سے جداگانہ حیثیت رکھتی ہے۔ ماضی میں اُردو کی ابتدا کے حوالے سے ہم نے مختلف نظریات سن رکھے ہیں لیکن ماہرین لسانیات اس بات پر متفق ہیں کہ اُردو کھڑی بولی سے نکلی ہے۔ اس بات کی اہمیت اس وقت سامنے آتی ہے جب فارسی کے ذریعے سے عربی الفاظ کی آمیزش ہوئی۔ آج بھی اس کی یہی پہچان ہے کہ اُردو فارسی اور عربی زبان کی آمیزش سے پہچانی جاتی ہے۔ دوسری طرف اس کا رسم الخط بھی عربی اور فارسی سے ہی لیا گیا ہے۔

دنیا میں کوئی انسان، قوم یا گروہ ایسا نہیں ہے جو اپنی زبان نہ رکھتا ہو۔ اس کے مقابلے میں ایسے انسان یا گروہوں کی تعداد بکثرت پائی جاتی ہے جو فن تحریر کی علامات سے یکسر ناواقف ہیں۔ اس کی مثال یوں دی جاسکتی ہے کہ جب بچہ پیدا ہو کر معاشرے میں اپنی زندگی کی شروعات کرتا ہے تو اسے اپنے ارد گرد کے ماحول سے جہاں بہت سی چیزوں سے واسطہ پڑتا ہے وہیں اپنے آس پاس بولی جانے والی مادری زبان سے واقفیت حاصل کرنا شروع کر دیتا ہے اور پھر بتدریج وہ اپنی مادری زبان بولنا شروع کر دیتا ہے۔ لیکن وہ تحریر کی علامتوں اور رسم الخط کے مسائل سے بالکل ناواقف ہوتا ہے۔ زبان اور رسم الخط کے حوالے سے یہ ضروری نہیں کہ ان دونوں کے مسائل ایک ہی ہوں۔ کیونکہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ زبان میں تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں لیکن رسم الخط میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ اس کے برعکس بعض اوقات رسم الخط میں تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں اور زبان میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوتی۔ اُردو ہماری قومی زبان ہونے کے ساتھ بین الاقوامی سطح پر بولی جانے والی زبان بھی بن چکی ہے۔ دنیا کے اکثر ممالک جن میں لندن، جاپان، جرمنی، آسٹریلیا اور امریکہ وغیرہ شامل ہیں، ان کے اکثر علاقوں میں ہمیں اُردو بولنے والے کثرت سے مل جائیں گے۔ آزادی کے بعد بابائے قوم قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ کے فرمان کے مطابق اُردو نے ویسی ترقی نہیں کی جیسی اِسے کرنی چاہیے تھی۔ زبان کے بارے میں محققین کا خیال یہ ہے کہ:

> ''یوں تو روح کے لیے ہر جسم برابر ہے۔ کوئی بھی جسم اگر صالح، توانا اور کامل ہے تو روح کو ترقی کرنے اور اندرونی توانائی حاصل کرنے کی بڑی آسانیاں ہیں۔ زبان کو بھی رسم الخط

چاہیے۔ وہ رسم الخط کی محتاج ہے اور رسم الخط کی صلاحیت اور کاملیت کا اثر زبان پر بھی پڑتا ہے''۔(۲۳)

زبان کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ انسانی زندگی کی بقا اور اس کا تحفظ صرف اور صرف زبان سے ہے۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ اگر انسان آپس میں بات چیت ہی نہ کر سکیں تو ایک انسان اور حیوان میں کیا فرق ہے؟ یہی وجہ ہے کہ زبان ہمارے ابلاغ اور خیالات کی ترسیل کا ایک بنیادی جزو ہے۔ زبان کا تعلق چونکہ براہِ راست انسانی اعضائے نطق سے ہے۔ اس میں کچھ آوازیں بامعنی اور کچھ آوازیں بے معنی ہوتی ہیں۔ زبان کا وجود کس طرح قائم ہوا۔ اس حوالے سے ہم یقینی طور پر کچھ دعویٰ نہیں کرتے لیکن یہ ضرور ہے کہ انسانیت کے ارتقا کے ساتھ ہی زبانوں کی ترقی وابستہ ہے۔ زبان کے لسانی اور سائنسی مطالعے کو ہم لسانیات کہتے ہیں۔ اس کی بہت سی شاخیں ہیں جن میں توضیحی لسانیات، سماجی لسانیات، تاریخی لسانیات، ثانوی لسانیات، اسلوبیات اور بولیاں وغیرہ شامل ہیں۔ ہندوستان میں علم لسانیات کی بنیاد پر زبانوں کا مطالعہ کیا گیا تو تحقیق نے یہ ثابت کیا کہ اُردو کا آغاز ہند آریائی زبان، مغربی ہندی کی ایک شاخ سے ہوا ہے۔ ڈاکٹر اعجاز راہی نے اپنی تحقیق سے زبان کے حوالے سے بات کرتے ہوئے اسے دو حصّوں میں تقسیم کیا ہے ان میں سے ایک خیال جو انسانی ذہن میں پیدا ہوتا ہے اور دوسرا جذبہ جو اسے کسی کام پر اُکساتا ہے، جسے اس طرح بیان کیا ہے کہ:

> ''زبان خیال و جذبے کی سفیر ہے اور تحریر زبان کے سفارتی کمپیوٹر کی وہ کلید ہے جو ادا لفظ سے آنے والے زمانوں کے لیے نتائج مرتب کرتی ہے کہ خیال کی اشکال الفاظ میں (جہاں عصر میں) جذبوں کا اظہار تکمیل پاتا ہے۔ وہیں مستقبل میں ماضی کی ایک سطح بھی تشکیل ہوتی رہتی ہے مگر سوال یہ ہے کہ جو زبان ہم بولتے ہیں، آخر اسی طرح کیوں بولتے ہیں۔ کسی اور طرح کیوں نہیں بولتے اور جو صوتی علامات ہماری زبان کو ترتیب دیتی ہیں وہ ہم تک کیسے پہنچتی ہیں؟''(۲۴)

دنیا کی کسی بھی زبان کا آغاز پہلے پہل بولی سے ہوتا ہے۔ زبان کا رسم الخط بعد میں رواج پاتا ہے۔ اُردو زبان کا بنیادی ماخذ عربی اور فارسی ہے۔ یہ زبانیں سامی النسل خاندان سے تعلق رکھتی ہیں جن کی تحریر دائیں سے بائیں جانب لکھی جاتی ہے۔ لہٰذا اُردو زبان میں ضرورت کے مطابق عربی، فارسی اور دیگر ہندوستانی زبانوں سے الفاظ کا ایک وسیع تر ذخیرہ جمع کیا گیا ہے۔ اگر ہندوستان کی دیگر زبانوں کا مطالعہ کیا جائے تو ان کے مقابلے میں اُردو زبان کا رسم الخط نہایت سادہ، جاذبِ نظر اور آسان ہے۔ اُردو زبان کو یہ ملکہ بھی حاصل ہے کہ اس کے

الفاظ جس طرح عام بول چال میں استعمال ہوتے ہیں۔ بالکل اسی طرح رسم الخط میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔ کسی زبان کی تقریری صورت ہی اگر اس کی تحریری صورت بن جائے تو اس کے فروغ کے امکانات روشن تر ہو جاتے ہیں۔ نامور محقق ڈاکٹر فرمان فتح پوری اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

> ''رسم الخط سے مراد وہ نقوش و علامات ہیں جنھیں حروف کا نام دیا جاتا ہے اور جن کی مدد سے کسی زبان کی تحریری صورت متعین ہوتی ہے۔ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ زبان کی تحریری صورت کا نام رسم الخط ہے''۔ (۲۵)

کسی زبان کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ وہ عوامی حلقوں میں دو طرح سے اپنا کردار ادا کرتی ہے۔ اوّل تو زبان کو تہذیبی مقاصد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جس میں علوم و فنون کی اشاعت کے ساتھ غور و فکر کر کے ایجادات سامنے لائی جاتی ہیں، تحقیق و تنقید کے پہلو نکالے جاتے ہیں۔ دوسرے زبان کا مقصد روز مرّہ کی عام انسانی ضرورت کو بہ حسن و خوبی پورا کرنا ہوتا ہے۔ جب ہم زبان کے روزمرہ استعمال کی بات کرتے ہیں تو اکثر مواقع پر ہمیں زبان کا تحریری صورت میں استعمال کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے ہمیں اُردو کے رسم الخط کے حوالے سے خصوصی اہتمام کرنے کی ضرورت ہے کہ اُردو کو اُس کے مروجہ رسم الخط ہی میں لکھا جائے۔ شمالی ہند میں آج اگر اُردو زوال پذیر ہے تو اس کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ وہاں کے لوگوں نے اُردو رسم الخط کو ترک کر کے رومن رسم الخط کو رواج دیا ہے۔ اس لیے رشید حسن خان نے زبان اور رسم الخط کے حوالے سے بتاتے ہوئے غور طلب بات کی ہے:

> ''رسمِ خط میں صورت اور روش کی بنیادی حیثیت ہے، جب ان میں کلیتاً تبدیلی ہو جائے گی، تب یہ کہا جائے گا کہ رسمِ خط بدل گیا۔ اُردو کی عبارت کو، اُس کے معروف رسمِ خط میں لکھنے کے بجائے، رومن اسکرپٹ میں لکھیے، تو کہا جائے گا کہ اُردو، ایک دوسرے رسمِ الخط میں لکھی گئی ہے''۔ (۲۶)

دنیا کی کسی بھی زبان میں اتنی وسعت اور سکت نہیں کہ وہ دوسری زبانوں کے الفاظ کو اپنے اندر سمونے کی طاقت رکھتی ہو۔ زبان ایک نامیاتی چیز ہے، اس کو جتنا بھی استعمال کیا جائے، اس کی وسعت اور پھیلاؤ میں اسی قدر اضافہ ہوتا ہے۔ اس کے برعکس اگر کسی زبان کے استعمال میں احتراز کرتے ہوئے اس کا استعمال کم سے کم کیا جائے تو ایک وقت ایسا آئے گا کہ اس کا استعمال بہت حد تک محدود ہو کر رہ جائے گا اور ہوتے ہوتے یہ زبان ختم ہو کر رہ جائے گی۔ اس طرح ثابت ہوا کہ ہمیں زبان کے استعمال میں تنگ دلی نہیں برتنی چاہیے بلکہ

کھلے دل سے اس کے استعمال کو عام کرنا چاہیے تاکہ اس کے پھیلاؤ میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جائے جو اس کی بقا کا ضامن ہے۔ ایک اندازے کے مطابق اس وقت دنیا میں تقریباً سات سو زبانیں بولی جاتی ہیں اور ان سب زبانوں کو زندہ رکھنے کے لیے ان کا استعمال نہایت ضروری ہے۔ کسی زبان میں دوسری زبانوں کے الفاظ کی شمولیت کے حوالے سے بات کرتے ہوئے سید قدرت نقوی نے بتایا ہے کہ :

> ''کسی زبان کو چند زبانوں کا آمیزہ صرف الفاظ کی شمولیت کی بنا پر قرار دیا جاتا ہے۔ اگر اس نظریے کو صحیح مان لیا جائے تو دنیا میں کوئی زبان ایسی نہیں ہے کہ جس میں دوسری زبانوں کے الفاظ شامل نہ ہوں، کسی میں بکثرت ہیں اور کسی میں قلیل تعداد میں۔ بطور مثال انگریزی زبان کو لیجیے جس میں یونانی، لاطینی اور فرانسیسی الفاظ کی بہتات ہے۔ عربی، فارسی، اُردو کے بھی الفاظ بمقدار قلیل شامل ہیں''۔ (۲۷)

زبان پر تحقیق ابتدا سے ہی انسان کی دلچسپی کا موضوع رہا ہے۔ کیونکہ انسانی تہذیب کے وجود میں آنے کے بعد اپنے خیالات و جذبات کو دوسرے انسانوں تک منتقل کرنے اور ان کے ردِ عمل اور اظہار کی جانچ کے لیے انسان کو ابلاغ کی اشد ضرورت تھی جس کے لیے کسی زبان کا وجود میں آنا ایک طرف فطری عمل ہے تو دوسری طرف انسانی مجبوری بھی تھی۔ اگر ابتدا میں یہ سارا عمل نہ ہوتا تو آج پوری دنیا گونگی اور بہری ہوتی۔ سو ضروری تھا کہ کسی نہ کسی طرح اپنی آواز یا جذبات کو دوسرے انسان تک پہنچایا جائے۔ اس لیے آغاز میں انسانی آوازوں کے مختلف تغیرات کو تبدیل کرتے ہوئے انسان نے اپنا مدعا بیان کرنا شروع کیا تو کبھی سازوں کی آواز کو اپنا وسیلۂ اظہار بنایا، کبھی آگ، روشنی، دھواں اور مختلف قسم کے اشارے مقرر کرتے ہوئے، ایسی حرکات اور اعمال کا سہارا لیا گیا جو دوسروں کے سامنے اپنے اظہار کا بہتر سے بہتر وسیلہ ہو سکتے تھے۔ جیسے :

> ''انسانی تہذیب کے آغاز ہی سے یہ پتہ چلتا ہے کہ انسان نے اپنی آواز کے علاوہ ابلاغ کے ضمن میں دوسری علامات کا استعمال شروع کر دیا تھا، مثلاً: سنکھ، ڈھول، طبلہ، بانسری اور اسی نوع کے دوسرے سمعی آلات وغیرہ۔ ان کے علاوہ روشنی، آگ اور دھواں کو بھی ابلاغی علامات کے طور پر استعمال کرنا شروع کر دیا تھا، تاہم تحریر کے ابلاغ کے طور پر استعمال کا ثبوت آثارِ قدیمہ میں استعمال ہونے والی ان چھڑیوں سے ہوتا ہے جو کندہ تھیں یا شمار کے لیے نشان زدہ تھیں۔ یہ چھڑیاں آسٹریا اور اسکنڈے نیویا سے دریافت ہوئی ہیں''۔ (۲۸)

کوئی بھی زبان بہت سی دوسری زبانوں کے ساتھ مل کر نشوونما پاتی اور پروان چڑھتی ہے۔ کسی زبان کا ذخیرۂ الفاظ ہی اُس کے لیے تقویت کا باعث ہوتا ہے اور کم ذخیرہ الفاظ زبان کی کمزوری کا باعث بنتا ہے۔ آج اگر مادری زبان میں تعلیم دینے کے تصور پر زور دیا جاتا ہے تو اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اپنے ابتدائی ایام سے ہی اپنے ارد گرد کے ماحول سے بہت سی چیزیں حاصل کر لیتا ہے اور جب وہ بولنا شروع کرتا ہے تو اس کے پاس اپنی مادری زبان کے الفاظ کا ایک اچھا خاصا ذخیرہ جمع ہو جاتا ہے۔ جب اسے اسکول یا مدرسے میں تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے داخل کیا جاتا ہے تو اس کے پاس پہلے سے اکثر الفاظ کا ذخیرہ اس کے ذہن میں موجود ہوتا ہے جسے وہ اپنے علم میں استعمال کر سکتا ہے۔ اگر اسے اپنی مادری زبان میں تعلیم دینے کی بجائے کسی دوسری زبان میں تعلیم دی جائے گی تو وہ ابتداء میں ہی اُس ذخیرۂ الفاظ سے محروم ہو جائے گا اور اسے نئے سرے سے وہ تمام باتیں اور الفاظ سیکھنے ہوں گے جو اس کے نصاب میں شامل ہیں۔ اُردو زبان کے حوالے سے یہ ایک مقدم عمل ہے کہ اس زبان کے حرف ذہن پر مسلط ہو کر نقش ہو جاتے ہیں۔ بقول ڈاکٹر رشید امجد:

> ''زبان چونکہ آوازوں کا مجموعہ ہے اور صوت حرف پر مقدم ہے، اس لیے زبان بنیادی طور پر بول چال کے لیے ہے لیکن اردو میں حرف کا تصور ذہنوں پر مسلط ہے۔ ڈاکٹر رشید حسن خان اور ڈاکٹر مسعود حسین خان بھی اس کی تائید کرتے ہیں کہ علمی سچائی صوتیات کے پاس ہے اور یہ کہ ہمارے قواعد پر حرف کا تصور چھایا ہوا ہے۔ اس لیے املائی نظام میں تبدیلی ہونا چاہیے''۔ (۲۹)

رسم الخط کا مطلب ہے کسی زبان کو تحریری صورت میں لکھنا۔ اس حوالے سے ماہرین تحریر نے ہر زبان کے رسم الخط کے لیے کوئی نہ کوئی ضابطے اور طریقہ کار وضع کیے ہیں۔ اس متعلقہ زبان کو اُسی کے خط میں لکھنا رسم الخط کہلاتا ہے۔ بعض زبانیں بائیں سے دائیں لکھی جاتی ہیں اور بعض دائیں سے بائیں لکھی جاتی ہیں۔ رفیق خاور نے رسم الخطوں کی تعریف کرتے ہوئے تفصیل فراہم کی ہے:

> ''پیکانی/ میخی زمسماری، ہیرو خلیفی، ہیرو قبطی، عبری، یونانی، رومن، عربی، عجمی، نسخ، نستعلیق، شکستہ، دیوناگری، براھمی، ناگری، چینی، لنڈا، گرومکھی''۔ (۳۰)

پاکستان میں جو زبانیں بولی جاتی ہیں ان کا تعلق عربی قبیلے کی زبانوں سے ہے اور یہ تمام زبانیں عربی رسم الخط میں، یعنی دائیں سے بائیں لکھی جاتی ہیں۔ ان زبانوں میں اُردو قومی زبان کی حیثیت سے سب سے

نمایاں زبان ہے۔لارڈ میکالے، بابا فرید اور محققین نے متفقہ طور پر اُردو اور علاقائی زبانوں کے رسم الخط کے حوالے سے اپنے دلائل پیش کیے ہیں۔انھی دلائل کے حوالے سے سبط الحسن ضیغم لکھتے ہیں:

> ''لارڈ میکالے نے ۱۹۳۰ء میں یہ تجویز پیش کی تھی کہ ہر علاقے میں علاقائی زبان ہی ذریعہ تعلیم ہو اور یہ بات بھی غلط نہیں کہ ہندوستان اور پاکستان کی تمام علاقائی زبانوں کو رسم الخط انگریزوں نے دیا۔صرف تامل زبان ایسی ہے جس کا رسم الخط پرتگیزوں کا مرتب کردہ ہے۔اُردو کا رسم الخط تو پنجابی سے لیا گیا کیونکہ بابا فرید ۱۲۶۵ء میں وفات پاتے ہیں جبکہ اُردو کی تیاری فورٹ ولیم کالج میں ہوتی ہے۔ چنانچہ یہ طے ہوا کہ اُردو کا ارتقا انگریزوں کے ہاتھوں ہوا۔لارڈ میکالے کے اس نظریے پر کہ ذریعہ تعلیم علاقائی زبانیں ہوں مشکل یہ پیدا ہوئی کہ مادری زبانوں کے فروغ سے قومیت کو بھی فروغ ملنا شروع ہوگیا جس کی وجہ سے بعد ازاں یہ فیصلہ بدلنا پڑا لیکن اس وقت تک مدارس اور بمبئ کی آرمی جہاں گئی وہاں اُنھوں نے علاقائی زبانوں کو لاگو کر دیا''۔ (۳۱)

برصغیر کے دور دراز کے علاقوں میں رسم الخط کی ایسی تقسیم دکھائی دیتی رہی ہے اور ایسا موڑ بھی بخوبی نظر آتا ہے جب اسلامی ہندوستان کی تمام زبانوں کا لسانی معیار یکساں تھا۔ان کی گرائمر میں کوئی خاص فرق نہ تھا۔ان کے الفاظ کا ماخذ بھی ایک تھا اور فکر و تخلیقی روایت کے مقاصد بھی ایک جیسے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ علاقائی زبانوں کا اپنا مزاج قرآنی رسم الخط کے ذریعے قائم رہا ہے اور ایک ایسے تضاد کو ظاہر کرتا رہا ہے جس نے برصغیر میں دو اہم انسانی اور تہذیبی موجودگیوں کو تحفظ فراہم کیا ہے۔اس ضمن میں نمایاں سوال یہ ہے کہ علاقائی زبانوں کے ارتقا کے دنوں میں وہ کون سے محرکات ہیں جنھوں نے علاقائی زبانوں کو اس امر کا پابند کیا کہ وہ قرآنی رسم الخط اختیار کریں اور اسے نسل بعد نسل برقرار بھی رکھیں۔

کمپوزکاری میں رسم الخط اور املا کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ کسی لفظ کو بولتے اور لکھتے وقت اُسے صحیح تلفظ کے ساتھ لکھا جانا ضروری ہے۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم اس بات کا خیال رکھیں گے کہ کسی خاص لفظ کے لیے جو حروف مخصوص ہیں۔انھی الفاظ کے ساتھ لفظ کو پڑھا اور لکھا جائے، مثلاً عَلَم (جھنڈا) کو ع۔ل۔م کے بجائے اگر الف۔ل۔م یا عرفان کو ع۔ر۔ف۔ا۔ن کی بجائے الف۔ر۔ف۔ا۔ن کے ساتھ اگر لکھیں تو یہ درست نہیں ہے۔ پھر اُصول اور ضوابط پر بھی خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔یعنی لفظوں کو ملانے کے لیے جو اُصول اور ضابطے طے کیے گئے ہیں، لکھتے وقت ان کی پابندی لازم ہے کیونکہ

لفظوں کے جوڑے، شوشے اور ضابطے کسی طے کردہ اُصول وضوابط کے بعد ہی بنائے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر لفظ بس کو جب لکھا جاتا ہے تو ب کو س سے اس طرح ملایا جاتا ہے کہ ب سے پہلے الف کی شکل ظاہر ہوتی ہے۔ پھر ہر لفظ کو درست طریقے سے پڑھنے کے لیے اعراب یعنی زیر، زبر اور پیش کے ساتھ تشدید و تنوین وغیرہ کے نشانات لگائے جاتے ہیں جس سے عبارت کو درست طریقے سے پڑھنے میں بہت مدد ملتی ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر فرمان فتح پوری اپنی کتاب ''اُردو املا اور رسم الخط'' میں اِملا کے حوالے سے وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''اب سے بیس پچیس سال پہلے تک ہمارے یہاں مسلمان بچے بچیوں کی تعلیم کا سلسلہ یوں تھا کہ سب سے پہلے انھیں اپنے گھر یا پڑوس کے مکتب میں قرآن پاک پڑھانے کی غرض سے عربی حروف تہجی اور ان کی صورتی حرکات سکھائی جاتی تھیں۔ اس کے لیے بغدادی قاعدہ کے نام سے ایک مختصر سا نصاب مقرر تھا۔ اب بھی بعض گھرانوں اور قصبات کے دینی مدرسوں میں پڑھایا جاتا ہے۔ جب بچے بغدادی قاعدہ ختم کر لیتے تھے تو انھیں قرآن پڑھانا شروع کر دیا جاتا تھا۔ عام طور پر قرآن پاک ختم کر لینے کے بعد ہی بچوں کو سرکاری یا انگریزی سکولوں میں بھیجا جاتا تھا۔ چنانچہ اسکولوں میں جب انھیں اُردو کا قاعدہ یا پہلی کتاب پڑھائی جاتی تھی تو وہ عربی کے حروفِ تہجی سے واقف ہوتے تھے''۔ (۳۲)

اس کا فائدہ یہ ہوتا تھا کہ بچے اس قاعدہ کو پڑھنے کے بعد حروف کے جوڑ، توڑ اور لفظوں کی شکل و صورت کے ساتھ ساتھ حروفِ تہجی سے بھی واقف ہو جاتے تھے۔ اسحاق جلال پوری نے درسی اُردو لغت میں املا کی مزید وضاحت کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا ہے کہ:

> ''اِملا- صحیح ہجوں اور درست رسم الخط میں لکھنا''۔ (۳۳)

اپنے اپنے طور پر اُردو کے تمام محققین نے املا کی ضرورت اور اس کی اہمیت کے بارے میں وضاحت کی ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کسی لفظ کو لکھتے وقت اس کی شکل وصورت اور املا پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ جب تک ہم الفاظ کا املا درست نہیں لکھیں گے زبان کے اندر خامیاں اور کمزوریاں پیدا ہوتی چلی جائیں گی جو کہ ہمیں بڑی غلطیوں کی طرف لے جائیں گی اور زبان میں بہت سے سقم پیدا ہو کر رہ جائیں گے۔ ساجد عباس اپنے ایم اے کے مقالے میں اصلاحِ املا کی ضرورت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''اصلاحِ املا کی ضرورت اس لیے محسوس کی گئی تاکہ طرز تحریر اور املا سے اختلاف اور غلطیاں دور کر کے اس میں یکسانیت اور یک رنگی پیدا کی جا سکے تاکہ جن لوگوں کا واسطہ اردو زبان کی تحریر سے پڑے وہ اختلافات کی دلدل میں پھنسنے کی بجائے ایک طرح کے املا کو اپنا سکیں اور نئے سیکھنے والوں کے لیے بھی مشکلات پیدا نہ ہوں''۔(۳۴)

شان الحق حقی ''فرہنگ تلفظ'' میں املا کے معانی یہ لکھتے ہیں:

''اِملا/لکھنا-الفاظ کی صحیح شکل لکھنے کی مشق کٹکھنوں پر قلم پھیرنا، املا پر کرنا، املا کرانا بول کر لکھوانا''۔(۳۵)

زبان کی اصطلاح میں ''املا'' سے مراد کسی لفظ کو مقررہ ضابطوں کے ساتھ اس طرح لکھنا ہے کہ بولنے اور پڑھنے میں اُسے صحیح تلفظ کے ساتھ ادا کیا جا سکے یہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ:

الف۔ کسی خاص لفظ کے لیے جو حروف مخصوص ہیں وہ لفظ انھیں حروف کی مدد سے لکھا گیا ہو۔ مثلاً عَلَم (جھنڈا) کو ع۔ل۔م کے بجائے الف۔ل۔م سے لکھنا صحیح نہ ہوگا۔

ب۔ حروف کو باہم ملانے کے جو اصول مقرر ہیں ان کی پابندی کی گئی ہو۔ یعنی ہر لفظ میں حروف اور ان کے شوشے اور جوڑ وغیرہ کسی ضابطے کے تحت بنائے گئے ہوں، مثلاً انسان اور بس کے الفاظ کو اگر ''انسان'' اور ''بس'' کی صورت میں لکھا گیا تو درست نہ ہوگا۔ اس لیے کہ ن اور ب کو س سے اس طرح نہیں بلکہ الف کی شکل میں ملایا جاتا ہے۔

ج۔ حسب ضرورت ہر لفظ کے حروف پر اعراب یعنی زیر، زبر، پیش اور تشدید و تنوین وغیرہ کے نشانات بنائے گئے ہوں۔ مثلاً ''مقدِّم'' کے لفظ میں جب تک میم پر پیش اور ق پر علامت تشدید نہ ہوگی صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھنا پڑھانا اور بولنا مشکل ہوگا۔ اس لیے کہ اس شکل کا دوسرا لفظ ''مقدم'' (خیر مقدم) بھی ہے اور بغیر اعراب و تشدید کے ''مقدّم'' اور ''مقدم'' ایک ہو جائیں گے۔(۳۶)

ہر زبان کے لیے ضروری ہے کہ اس کے املا کے قاعدے منضبط ہوں اور ان قاعدوں کی بنیاد صحیح اُصول پر ہو۔ اگر قاعدے معین نہ ہوں تو زبان کی یک رنگی اور یکسانی کو سخت صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہوگا اور اُردو ابھی تک اس قسم کے خطرے میں ہے۔ عربی، فارسی، انگریزی، غرض ہر شائستہ زبان میں جو قاعدے مقرر ہیں، ہر لکھنے والا ان کی پوری پوری پابندی کرتا ہے۔ ہمارے ہاں اکثر دیکھا گیا ہے کہ املا کی ضرورت پر اُس قدر

زور نہیں دیا جاتا جتنا دیا جانا چاہیے۔ اِملا کے حوالے سے بات کرتے ہوئے رشید حسن خان نے اُردو املا کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے لکھا ہے:

> ''اُردو والے اپنے تئیں ہر قید سے آزاد سمجھتے ہیں۔ املا کی خرابی یا بے ضابطگی کی صورتیں جب کسی متمدّن قوم کو پیش آئیں تو اس زبان کے زبان دانوں نے فوراً اس خرابی یا بے ضابطگی کی اصلاح کی۔ ترقی کرنے والی قومیں اس زمانے میں بھی اپنی زبان کے لفظوں کی لکھاوٹ میں ضروری ترمیم اور مناسب اصلاح کرتی رہتی ہیں''۔(۳۷)

لوگ غیر ضروری طور پر الفاظ کو ملا کر لکھتے ہیں جو درست نہیں کیونکہ اس طرح الجھن بھی ہوتی ہے اور بعض طالب علم اس کا تلفظ بھی درست نہیں کر سکتے مثلاً گورکھ پوری کو ملا کر لکھا جائے یعنی گورکھپوری تو بعض بچے گور کو الگ پڑھتے ہیں اور کھپوری کو الگ، دست کاری کو دستکاری لکھنے سے بعض طالب علم اس کا تلفظ ''دس تکاری'' کرتے ہیں جو غلط ہے۔ دست گیر کو دستگیر لکھنے سے بعض لوگ اسے دس تگیر پڑھتے ہیں یہ بھی غلط ہے۔

اُردو املا کے قواعد منضبط کرنے والوں نے بالعموم انشاء اللہ خان انشاء کا، سہولت اور قبول عام کا راہنما اصول اپنے پیشِ نظر رکھا ہے جو انھوں نے ''دریائے لطافت'' میں بیان کیا ہے:

> ''جو لفظ اُردو میں آیا وہ اُردو ہو گیا۔ خواہ وہ لفظ عربی ہو یا فارسی، ترکی ہو یا سریانی، پنجابی ہو یا پوربی، اصل کی رو سے غلط ہو یا صحیح، وہ لفظ اُردو کا لفظ ہے۔ اگر اصل کے خلاف ہو تو بھی صحیح، اس کی صحت یا غلطی اس کے اُردو میں رواج پکڑنے پر منحصر ہے۔ کیوں کہ جو چیز اُردو کے خلاف ہے وہ غلط ہے گو اصل میں صحیح ہو اور جو اُردو کے موافق ہے وہی صحیح ہے۔ خواہ اصل میں صحیح نہ بھی ہو''۔(۳۸)

ویسے بھی دو الگ الفاظ کو ملا کر لکھنے کا کوئی جواز نہیں، مثلاً ''اس کو'' لکھنا چاہیے نہ کہ ''اسکو''، اسی طرح انکو، انکا، کیلیے، کیخلاف، ہو جائیگا، ملکر وغیرہ کو ملا کر لکھنا مناسب نہیں ہے۔ ان الفاظ کو علی الترتیب اس طرح لکھنا چاہیے: ان کو، ان کا، کے لیے، کے خلاف، ہو جائے گا، مل کر۔ الفاظ کو اس طرح غیر ضروری طور پر ملانے کا رجحان بعض اخبارات میں کتابت/گنجائش کے مسائل کی وجہ سے فروغ پا رہا ہے لیکن عام کتب/رسائل میں ایسی کوئی مجبوری نہیں ہوتی۔

اسی طرح ''ان شاء اللہ'' کو انشاء اللہ نہیں لکھنا چاہیے کیونکہ انشاء ایک الگ لفظ ہے اور ان شاء اللہ میں ''ان'' الگ لفظ ہے اور ''شا'' الگ لفظ ہے۔ ان شاء اللہ کے معنی ہیں ''اگر اللہ چاہے''۔ جب کہ انشاء اللہ کے معنی ہیں ''اللہ کی تحریر''۔ (۳۹)

خاص طور پر اُردو کمپوز کاری میں تو املا کی ضرورت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ اکثر کمپوز کار اتنا زیادہ پڑھے لکھے نہیں ہوتے اس لیے وہ اپنی مرضی کے مطابق اُردو املا لکھ دیتے ہیں۔ اس کے بعد جب مسودہ پروف خوانی کے لیے کسی پروف خواں کو دیا جاتا ہے تو وہ یہ خیال کرتا ہے کہ کمپوزر نے الفاظ کا درست املا ہی درج کیا ہوگا۔ اس کے بعد مصنف اس بات کو ضروری نہیں سمجھتا کہ املا پر ایک بار پھر غور کرے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اکثر الفاظ کا املا غلط ہی کتابوں میں شائع ہو جاتا ہے اور لوگ اسے یہ سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں کہ اتنے بڑے مصنف نے اگر کتاب لکھی ہے تو اس کا املا درست ہی ہوگا۔ اس لیے پروف خوانی کے بعد ایک بار پھر لفظ کے املا کو غور سے پڑھنا اور درست کرنا مصنف کا فرض ہے۔ اس جانب ڈاکٹر محمد آفتاب ثاقب نے اپنے طویل تجربے کی بنیاد پر خصوصی توجہ مبذول کروائی ہے:

> ''کچھ الفاظ ایسے ہیں جن کے املا میں درستی کا خیال نہیں رکھا جاتا اور اپنی مرضی کے مطابق یا اپنی سمجھ کے مطابق لکھ دیے جاتے ہیں۔ املا کی ایسی اغلاط اخبارات میں عام ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کاتب یا کمپوزر حضرات زبان سے کما حقہ' واقفیت نہیں رکھتے اور پروف ریڈر حضرات بھی اغلاط دور کرنے میں تساہل برتتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عام قارئین میں بھی غلط املا پختہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ملک کی زیادہ آبادی اخبارات یا رسائل تک اپنے مطالعے کو محدود رکھتی ہے۔ علمی وادبی کتب بہت کم لوگ پڑھتے ہیں۔ اس طرح غلط املا رواج پکڑ جاتا ہے۔ اس غلط املا کو ''غلط العوام'' کہا جاتا ہے جو درست نہیں ہوتا کیونکہ پڑھے لکھے لوگ اس طرح نہیں لکھتے''۔ (۴۰)

اُردو عبارت میں اگر اُردو ہندسوں کے حوالے سے بات کی جائے تو عام طور پر اس بات کو ضروری نہیں سمجھا جاتا کہ اُردو املا میں اُردو کے ہندسے استعمال کیے جائیں۔ یہ سراسر زیادتی ہے۔ اُردو املا میں انگریزی ہندسے ایک تو جاذبِ نظر نہیں ہوتے۔ دوسرے اُردو کی عبارت میں اُردو کے ہندسے ہی خوبصورت نظر آتے ہیں۔ اگر اُردو عبارت میں انگریزی کے ہندسے استعمال کیے جائیں گے تو اس سے جہاں اُردو عبارت کا حسن متاثر ہوتا ہے وہیں انگریزی ہندسوں کا رواج عام ہوتا جاتا ہے جو کہ بعد میں ہر ایک لکھنے والے کی عادت بن جاتا ہے۔ اس

لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ اُردو مواد میں اُردو ہندسوں کے رواج پر زور دیا جائے۔اُردو ہندسوں کے حوالے سے محمد عبدالسلام خاں نے جو وضاحت پیش کی ہے وہ قابلِ غور ہے:

> ''اُردو کے ہندسے چونکہ مثلِ اُردو حروف کے عربی سے لیے گئے اور عربوں نے خود ہندوؤں سے لیے تھے لہٰذا ان کے لکھنے پڑھنے کا طریقہ اب بھی ہندی ہی ہے۔یعنی بائیں ہاتھ سے دائیں ہاتھ کو لکھے پڑھے جاتے ہیں سوائے مرکبات کے (کہ) ان کے ناموں میں اکائیاں، دہائیوں پر مقدم ہیں مثلاً ۱۲۰۷ لکھنا یا پڑھنا ہو تو ہزار سے شروع کر کے اکائیوں تک جائیں گے۔ لیکن اگر اکائیاں دہائیوں کے ساتھ ہوں، جیسے ۱۲۳۴۵ میں تو بارہ ہزار تین سو پینتالیس پڑھیں گے''۔ (۴۱)

زندگی میں بعض چیزیں اس طرح سے آپس میں لازم و ملزوم ہیں کہ کسی ایک چیز کی موجودگی کے لیے کسی دوسری چیز کا تصور ناگزیر ثابت ہوتا ہے۔زندگی میں جس طرح سانس لینے کے لیے ہوا اور پانی کی اشد ضرورت ہے۔اسی طرح علم حاصل کرنے کے لیے بھی پڑھنا اور لکھنا دونوں آپس میں گہرا تعلق رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ بالکل اسی طرح ہم اپنی زبان سے جتنے بھی الفاظ بول کر ادا کرتے ہیں، بولنے کے بعد ان کی حیثیت اُس وقت ختم ہو جاتی ہے جب تک کہ انھیں تحریری صورت میں لکھا نہ جائے۔اسی لکھنے کے عمل کو رسم الخط کا نام دیا جاتا ہے اور اس کا تعلق اصوات کے بعد تحریر سے ہے۔ شان الحق حقی اپنی کتاب ''مسائل و لطائف'' میں اس عمل کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''زبان اور رسم الخط کا تعلق بھی روح اور قالب سے کم نہیں۔یہ درست ہے کہ ابتدائے زبان صرف اصوات کا نام ہوتا ہے اور اشکال ثانوی حیثیت رکھتی ہیں، لیکن ایک حد کے بعد جو ابتدا سے بہت دور نہیں ہوتی، حروف یعنی الفاظ کی تحریری شکلیں بھی اتنی ہی اہم ہو جاتی ہیں، جتنی کہ ان کی آوازیں۔زبان فی نفسہ بیشک اصوات پر مشتمل ہوتی ہے، لیکن داخلی طور پر ہمارے ذہن کے لیے اشکال کی جو اہمیت ہے، اصوات کی نہیں۔انسان آلات استعمال کرنے والی مخلوق ہے اور اشکال بھی دراصل انسان کے آلاتِ فکر ہیں، چنانچہ ایک حد کے بعد جو ہر خواندہ بچے کی زندگی میں بہت جلد آجاتی ہے۔ حروف اصوات سے علیحدہ نہیں رہتے اور رسم الخط کا بدلنا ایک طرح زبان ہی کو بدل ڈالنے کے مترادف ہو جاتا ہے''۔ (۴۲)

iii۔ مفردات و مرکبات کی بحث

مفرد الفاظ ایسے الفاظ کو کہتے ہیں جن کے لفظ کا جزء ان کے معنی کے جزء پر دلالت نہ کرتا ہو۔ مفرد الفاظ کو مرکب الفاظ کا متضاد بھی کہا جا سکتا ہے۔ مختلف علوم میں لفظ مفرد کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں۔

علم نحو میں ایسے الفاظ کو مفرد الفاظ کہا جاتا ہے جن الفاظ کے اجزاء ان کے معنی کے جزء پر دلالت نہیں کرتے۔ مختلف ماہرین نے اس کی الگ الگ تعریفیں کی ہیں۔ ابن صبان نے مفرد کی تصریح یوں کی ہے کہ:

> ''لفظِ مفرد کی یہ تفسیر کہ لفظ کا جزء معنی کے جزء پر دلالت نہ کرتا ہو حقیقت میں منطقیوں کی اصطلاح ہے جس کو عربی ادبیات کی اصطلاحات سے خلط ملط کر دیا گیا ہے''۔ (۴۳)

علم منطق کے حوالے سے اہلِ منطق مفرد اور مرکب لفظ کی صفت قرار دیتے ہیں۔ ان کی نظر میں لفظ مفرد کو ان معنی میں مراد لیا جاتا ہے کہ جس لفظ کا کوئی جزء نہ ہو اس کو مفرد قرار دیا جاتا ہے۔ علم نحو کے اعتبار سے ق کلام اور مرکب ہے لیکن منطق کے اعتبار سے یہ لفظ مفرد کہلاتا ہے اس لیے کہ لفظ کا حقیقتاً کوئی جزء نہیں ہے۔ جس طرح عبداللہ کسی شخصیت کا نام ہے۔ اس میں لفظ کے اجزاء تو ہیں مگر کوئی جزء الگ طور پر معنی پر دلالت نہیں کرتا۔ علم نحو کی رو سے عبداللہ مرکبِ ناقص ہے لیکن منطق کے حوالے سے یہ لفظ مفرد تصور ہوگا۔ اہلِ منطق نے لفظِ مفرد کی چار قسمیں بیان کی ہیں:

۱۔ جو لفظ کوئی جزء نہ رکھتا ہو، جیسا کہ ہمزہ استفہام (أ)

۲۔ بے کلمہ چند حروف سے مرکب ہے لیکن اس کے معنی کا کوئی جزء نہیں، جیسے لفظ اللہ

۳۔ کسی لفظ کا جزء اس کے معنی پر دلالت نہ کرتا ہو، جیسے زید، عبداللہ

۴۔ کسی لفظ کا جزء اس کے معنی پر دلالت تو کرتا ہے لیکن اس دلالت کا کوئی مقصد نہیں ہے، جیسے حیوانِ ناطق۔ (۴۴)

اسی طرح اصولیوں کے نزدیک لفظ مفرد کی تعریف اہلِ منطق کی طرح سے کی گئی ہے۔ اس لیے علمِ اصول کے مطابق لفظ مفرد سے مراد ایک لفظ کے جزء کا معنی کے جزء پر دلالت نہیں کرتا۔

> ''لفظ مفرد سے مراد ایک لفظ کے جزء کا معنی کے جزء پر دلالت نہ کرنا ہے''۔ (۴۵)

جب کسی لفظ کا جزوی وجود نہ ہو جس کے باعث یہ اپنے کسی جزء پر دلالت نہیں کرتا۔ جیسا کہ لفظ عبداللہ ہے۔ یہ لفظ عبد اور اسم جلالہ اللہ دو اجزاء سے مرکب ہے مگر اپنے معنی کے اجزاء کے لحاظ سے الگ الگ دلالت نہیں کرتا۔ اگر عبداللہ کسی شخص کا نام ہے تو اس میں عبد سے مراد بندہ اور اللہ سے مراد خدا کی ذات مراد نہیں لی جاسکتی۔ اس لیے یہ لفظ مفرد کے طور پر ہی استعمال ہوگا۔ اُردو املا اور موزِاو قاف میں غلام رسول نے اپنے ایک مضمون املا کے قاعدے میں مفرد پر بحث ان الفاظ میں کی ہے:

''ایسے مفرد لفظ، جو حرفوں یا ٹکڑوں پر شامل ہوں، ان میں سُکون کا استعمال اُن کے درمیان کیا جائے، ان کے ٹکڑوں کے آخر میں نہ کیا جائے۔ مثلاً: اروی، درزی، روزمرّہ، ورزش، چِل من، کھٹ مل، تل چھٹ، شربت، خدمت اور فُرصت کے بجائے اروی، درزی، روزمرّہ، ورزش، چِلمن، کھٹمل، تلچھٹ، شربت، خدمت اور فُرصت''۔ (۴۶)

کسی بھی دو یا دو سے زیادہ معنی رکھنے والے لفظوں کے مجموعہ کو مرکب کہتے ہیں یا دوسرے لفظوں میں کلمات کے مجموعہ کو مرکب کہا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر بڑا کمرہ، چھوٹا ٹیبل، صاف گھر وغیرہ دو الفاظ کے مجموعہ پر مشتمل مرکب الفاظ ہیں۔ جدید اُردو لغت میں مرکب کی تعریف کچھ اس طرح سے کی گئی ہے:

''اکٹھا کیا گیا۔ کئی چیزوں کو ملایا گیا۔ ترکیب دیا گیا''۔ (۴۷)

وحید الدین سلیم کے مضامین کے مجموعے ''افادات سلیم ''میں مرکبات کے حوالے سے مفید معلومات پیش کرتے ہوئے انھوں نے چھے (۶) طرح کے مرکبات کی طرف اشارہ کیا ہے:

۱۔ وہ مرکبات جن میں ہندی الاصل الفاظ کو ہندی الاصل الفاظ سے جوڑا گیا ہے، جیسے: باگ ڈور، جل ترنگ، چاندرات، دیاسلائی وغیرہ (یعنی ان مرکبات میں دونوں لفظ ہندی کے ہیں)۔

۲۔ وہ مرکبات جن میں فارسی الفاظ کا ملاپ فارسی الفاظ سے ہوا ہے، مثلاً: پاک دامن، نیک بخت، زہر مہرہ، شادی مرگ (یعنی ان مرکبات میں دونوں لفظ فارسی کے ہیں)۔

۳۔ وہ مرکبات جن میں عربی الفاظ کو عربی لفظ سے ملایا گیا ہے، جیسے: عالی شان، صدر مقام، خیر مقدم، وعدہ خلاف۔ (یعنی ان مرکبات میں دونوں لفظ عربی کے ہیں)۔

۴۔ ایسے مرکبات جن میں فارسی اور ہندی لفظوں کو جوڑا گیا ہے، مثال کے طور پر: نیک چلن، گلاب جامن، تار گھر، سبزی منڈی (یعنی ان مرکبات میں ایک لفظ ہندی کا اور دوسرا فارسی کا ہے)۔

۵۔ ایسے مرکبات جن میں عربی الفاظ کا ملاپ ہندی لفظوں سے ہوا ہے، مثلاً: کفن چور، عجائب گھر، بارہ وفات، موتی مسجد (یعنی ان مرکبات میں ایک لفظ ہندی کا اور دوسرا عربی کا ہے)۔

۶۔ ایسے مرکبات جن میں فارسی الفاظ اور عربی الفاظ جوڑے گئے ہیں، جیسے: سفر خرچ، زن مرید، نازک خیال، نمک حلال (یعنی ان مرکبات میں ایک لفظ عربی کا اور دوسرا فارسی کا ہے)۔ (۴۸)

مرکب الفاظ کی دو اقسام ہوتی ہیں:

۱۔ مرکب ناقص ۲۔ مرکب تام

مرکب ناقص اس مرکب کو کہتے ہیں جو سننے والے تک بات کا پورا مطلب نہ پہنچا سکے۔ اسے مرکب ناقص کہا جائے گا۔

مرکب تام اس مرکب کو کہتے ہیں جس سے سننے والا بات کرنے والے کی بات کا پورا اور مکمل مطلب سمجھ سکے۔ اسے مرکب تام کہا جائے گا۔

مرکب ناقص اور مرکب تام کو ہم دو مثالوں کے ذریعے واضح کر سکتے ہیں مثلاً احمد کا گھوڑا وغیرہ کو مرکب ناقص کہا جائے گا کیونکہ ان کے بولنے سے سننے والا کچھ بھی نہیں سمجھ پائے گا کہ کہنے والا کیا کہنا چاہتا ہے۔ جبکہ اس کے مقابلے میں اگر مرکب تام کے تحت یہی الفاظ استعمال کیے جائیں گے تو سننے والا فوراً سمجھ جائے گا کہ کہنے والا اپنی آواز سے کیا پیغام دینا چاہ رہا ہے مثلاً: احمد کا گھوڑا تیز دوڑتا ہے، لاہور مغل بادشاہوں کی یادگار ہے، کراچی کی مشہور بندرگاہ کا نام کیماڑی ہے وغیرہ۔ ان الفاظ کے سننے سے کوئی بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ کہنے والا کیا کہنا چاہتا ہے۔ یعنی اس فقرے یا ان الفاظ میں ایک پورا پیغام ہے جو کوئی دوسرا شخص آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔

مرکب تام کو عام طور پر جُملہ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس کے بولنے سے سننے والے کو پوری بات سمجھ میں آجاتی ہے۔ مرکب ناقص کی کئی اقسام ہیں جن میں مرکب اضافی، مرکب توصیفی، مرکب عددی، مرکب امتزاجی، مرکب عطفی، مرکب حال وذوالحال، مرکب اشاری، مرکب تمیز و ممیز، مرکب تابع مہمل و متبوع، مرکب تابع، موضوع متبوع، مرکب بدل و مبدل منہ، مرکب عطف بیان و مبین، مرکب تاکید و مؤکد، مرکب مستثنیٰ و مستثنیٰ منہ، مرکب جار مجرور وغیرہ۔ یہ ایسا مرکب ہے جو حرف جار اور مجرور کے باہم مل کر بننے سے بنتا ہے۔ جیسا کہ:

پنسل میز پر رکھ دیں۔اس میں ''میز پر'' مرکب جار مجرور ہے وغیرہ 'پر' حرف جار ہے اور 'میز' مجرور ہے۔(۴۹)

اُردو اپنے اندر ایک وسیع ذخیرہ الفاظ رکھتی ہے کیونکہ اس میں بہت سی دیگر زبانوں جن میں عربی، فارسی اور انگریزی کے الفاظ بھی روز بروز داخل ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ وہ زبانیں جو اُردو کے ذخیرۂ الفاظ میں اضافے کا سبب بنتی ہیں، ان میں محدود معنی کے سبب مادّے اور مصادر وسیع طور پر نہیں پائے جاتے لیکن یہی الفاظ اردو زبان میں مستعمل ہونے کے بعد ان سے بہت سے مصدر بن جاتے ہیں۔ ''مسائل و لطائف'' میں شان الحق حقی نے اس کی وضاحت اس طرح سے کی ہے:

''وسیع اصوات'' اور ''مہمان نواز'' ترکیب نحوی کے علاوہ اُردو میں نئے مصدر ڈھالنے کی بڑی صلاحیت موجود ہے جو عربی، فارسی اور انگریزی میں نہیں۔ ان زبانوں کے مادّے اور مصادر لگے بندھے ہیں اور ان کے معنی بہر حال محدود۔ اردو میں کرنا، ہونا وغیرہ امدادی فعل لگا کر تو خیر چاہے جتنے مرکب افعال بنا لیجیے، نا، آنا، دانا، یانا، لاحقوں کے ساتھ بھی بہتیرے نئے مصدر بنائے جا سکتے ہیں''۔(۵۰)

iv۔ رموزِ اوقاف کی بحث

رموزِ اوقاف سے کیا مراد ہے؟ رموزِ اوقاف کی پابندی کیوں ضروری ہے؟ کسی تحریر کے لیے رموز و اوقاف کیا اہمیت رکھتے ہیں؟ رموز کا مطلب و مقصد کیا ہے؟ اس حوالے سے ''فیروز اللغات'' میں رموز کی جو تعریف درج کی گئی ہے وہ یہ ہے:

''رُموز۔ رمز کی جمع۔ اشارہ۔ راز۔ بھید۔''(۵۱)

اسی طرح اَوقاف کی تعریف کچھ اس طرح سے کی گئی ہے:

''اُوقاف۔ وقف کی جمع۔ ایک محکمہ جو وقف جائدادوں کا انتظام کرتا ہے''۔ اوقاف و رموز: تحریر میں ٹھہراؤ اور وقفہ کی علامات کا استعمال تاکہ مطلب واضح ہو سکے۔ (Punctuation)(۵۲)

کسی عبارت میں تحریری علامتوں کے حوالے سے بحث کی جائے تو اوقاف ان علامتوں کو کہتے ہیں جن کی مدد سے جملے اور جملے کے اجزا کو صحیح طور پر سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ ان کا استعمال تحریر میں بہت ضروری ہے۔ بقول بابائے اُردو مولوی عبدالحق:

''اوقاف یا وقفے اُن علامتوں کو کہتے ہیں جو ایک جملے کو دوسرے جملے سے یا کسی جملے کے ایک حصّے کو دوسرے حصّوں سے علیحدہ کریں۔ان کی مدد سے ذہن جملے یا جزوجملہ کی اصلی اہمیت جان لیتا ہے، مطلب سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے، نظر کو سکون بھی ملتا ہے اور وہ تھکنے نہیں پاتی''۔ (۵۳)

ابتدائی تحریروں میں رموزِ اوقاف کا خیال نہیں رکھا جاتا تھا جس کے باعث عبارت کو پڑھنے اور سمجھنے میں بہت سی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ لٰہذا اس بات کی ضرورت شدت سے محسوس کی گئی کہ کسی لفظ کی ادائی کس طرح سے کی جائے کیونکہ رموزِ اوقاف کے بغیر عبارت کو پڑھنے سے کسی لفظ کو ہر ایک اپنی استعداد اور مرضی سے ادا کرتا تھا۔ اس سے اس لفظ کے مفہوم اور مطلب میں واضح فرق ہوتا تھا۔ خاص طور پر ابتداء میں جب قرآنِ مجید کی عبارت اعراب کے بغیر تھی اور اس علم کو مسلمانوں کے لیے ایک ضروری علم قرار دیا گیا تھا۔ کیونکہ اللہ تعالٰی کی طرف سے نازل کردہ حقیقت حال کو سمجھ کر پڑھنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اس طرح ماہرین نے سب سے پہلے قرآن کریم کی عربی عبارت میں رموزِ اوقاف وضع کرنے کی ضرورت پر زور دیا اور آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ قرآن کے الفاظ پر م، ط، ج، ز، لا جیسے چھوٹے چھوٹے حروف رموزِ اوقاف کی صورت میں موجود ہیں۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے تو اُسے معلوم ہوتا ہے کہ کہاں ٹھہرنا ہے اور کہاں نہیں ٹھہرنا ہے۔ رموزِ اوقاف کی مدد سے پڑھنے سے بہت سی غلطیوں سے بھی بچا جا سکتا ہے اور مفہوم کے سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔ اس طرح ثابت ہوا کہ محققین کی جانب سے قائم کردہ رموزِ اوقاف کی مدد سے قرآن مجید پڑھنے میں لفظوں کی ادائیگی سہولت اور وضاحت سے کی جا سکتی ہے۔ قرآن مجید میں رموزِ اوقاف کے تعین کے حوالے سے ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار نے اس طرح سے وضاحت کی ہے:

''قرآن مجید کی علاماتِ قرأت کے خوگر مسلم معاشرے کے لیے عربی کے علاوہ اپنی دوسری مستعمل زبانوں کے لیے وقفوں کا استعمال کوئی نئی یا انوکھی بات نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ فارسی اور اُردو کی قدیم قلمی کتابوں میں وقفے کے نشانات شنگرفی حروف کی صورت میں ہوں یا نقطوں، دائروں اور ستاروں کی شکل میں، مل جاتے ہیں۔ اگرچہ ان کے لیے کوئی اُصول اور قاعدے طے نہیں تھے اور نہ ہی ان میں کوئی یکسانی نظر آتی ہے۔ تاہم انیسویں صدی میں جب اُردو کو علمی، تعلیمی، عدالتی، دفتری اور کاروباری زبان کے طور پر طباعت کی سہولتوں کے ساتھ فروغ و ترقی کے مواقع میسر آنے لگے تو قدرتی طور پر

علامات قرأت کے اُصول وضوابط مقرر کرنے اوران میں یکسانیت پیدا کرنے کی ضرورت محسوس ہونے لگی''۔ (۵۴)

اُردو میں رموزِ اوقاف کے حوالے سے اگر بات کی جائے تو یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ اُردو میں تحریری فقروں میں الفاظ کے مابین جو رموزاوقاف استعمال کیے جاتے ہیں ان سے جملوں کی تقسیم ہو جاتی ہے اور گفتگو کے دوران صحیح مفہوم اور اس کے سمجھنے میں آسانی رہتی ہے۔ ان علامتوں کے ذریعے سے ایک طرف تو پڑھنے والے کی آنکھ لفظوں اور جملوں کی تقسیم کو عبور کرتے ہوئے ذہن کی راہبری کرتی ہے اور دوسری طرف ذہن مسلسل اور مربوط طور پر تقریر کا مفہوم اور مطلب آسانی اور روانی کے ساتھ اخذ کر لیتا ہے۔ اس طرح کہنے والے کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ میری گفتگو کا مدعا صحیح اور واضح طور پر سمجھا جارہا ہے۔ اس طرح پڑھنے والا غلط فہمی سے بچ جاتا ہے۔ اوقاف کی مدد سے ہی تحریر میں تقریر کرنے والے کی آواز کا اتار چڑھاؤ بہ خوبی اور صحیح طور پر سمجھ میں آجاتا ہے۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کے مطابق:

''اُردو میں اوقافِ قرأت کا استعمال اٹھارویں صدی عیسوی تک نہ تھا۔ حتی کہ جملے کے خاتمے پر بھی کوئی نشان نہیں ہوتا تھا۔ البتہ بعض قلمی کتابوں میں جملے کے ابتدائی لفظ پر شنگرفی روشنائی سے علامت ملتی ہے۔ فورٹ ولیم کالج اور بمبئی ایجوکیشنل سوسائٹی کی اُردو ٹائپ میں چھپی ہوئی کتابوں میں جو انیسویں صدی کی پہلی تہائی کی ہیں، اختتام جملہ کی علامت کے طور پر ستارے ☆(Asterisk) کا نشان ملتا ہے اور ستارے کا یہی نشان سرسید کے ''تہذیب الاخلاق' میں بھی دکھائی دیتا ہے''۔ (۵۵)

روزمرّہ بول چال میں الفاظ کے استعمال پر اگر غور کیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ جو الفاظ یا جملے ہم بول رہے ہوتے ہیں ان میں بنیادی طور پر تین قسم کی علامات کثرت سے استعمال ہوتی ہیں۔ ان میں زبر، زیر اور پیش شامل ہیں۔ ان علامات کے ذریعے ہم مختلف انداز سے (جس طرح سے کسی لفظ پر علامت لگائی ہو) پڑھتے ہیں تو ہم سہولت کے ساتھ اس کو ادا کر لیتے ہیں اور اس کا مطلب بھی ہمارے سامنے آجاتا ہے۔ یہ علامات کسی لفظ کو آسانی سے پڑھنے کے لیے ہماری رہنمائی اور معاونت کرتی ہیں۔ اس طرح ضروری ہے کہ ان آوازوں اور ان کے نشانات و علامات کے ذریعے کسی لفظ کو صحت کے ساتھ پڑھنے کے لیے کس قدر معاون ثابت ہوتی ہیں۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے اُردو املا اور رسم الخط میں رموزِاوقاف یا علامات اوقاف کے حوالے سے بڑی مدلّل تعریف پیش کی ہے:

''الفاظ کو صحت املا کے ساتھ لکھنے کے بعد جملے یا عبارت کو صحیح طور پر لکھنے کی منزل آتی ہے۔عبارت کے صحیح طور پر لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ اسے صحیح طور پر پڑھا جاسکے۔ اس کے لیے چند علامتیں مقرر ہیں۔ انھیں اصطلاحی زبان میں رموزِاوقاف (Punctuation) کہا جاتا ہے۔رموز جمع ہے رمز کی اور رمز کے معنی ہیں اشارہ یا علامت اور اوقاف جمع ہے وقف کی۔وقف کے معنی ہیں ٹھہراؤ یا وقفہ''۔ (۵۶)

رموزِاوقاف اور ان کے استعمال کے حوالے سے غلام رسول نے اپنے ایک مضمون میں بہت مدلل انداز سے رموزِاوقاف کی بحث کی ہے۔انھوں نے نہ صرف عبارت میں رموزِاوقاف کی اہمیت کے بارے میں بتایا ہے بلکہ بہت سے الفاظ کے مخففات اور اردو تحریر میں مختصر نشانات کے حوالے سے بھی وضاحت کی ہے تاکہ ضرورت کے مطابق اردو میں ان مخففات کا بھی اضافہ کیا جاسکے اور تحریر میں جدّت اور روانی پیدا کرنے کے لیے ان مخففات کو کام میں لایا جاسکے۔وہ لکھتے ہیں:

''تحریری عبارت کا مطلب سمجھنے کے لیے لفظوں اور جُملوں کو ایک دوسرے سے جدا کرنے میں جو ٹھہراؤ کی علامتیں استعمال کی جاتی ہیں، وہ رموزِاوقاف کہلاتی ہیں۔ ان کے علاوہ اُردو کی کتابوں اور تحریروں میں نشانوں، عددوں اور لفظوں کو علامتوں کے طور پر استعمال کا طریقہ قدیم زمانہ سے رائج ہے۔انھیں عام مخففات کہتے ہیں۔ ان میں ضرورت کے لحاظ سے چند نئی علامتوں کا اضافہ کیا جاتا ہے، تاکہ آیندہ ان سے کام لیا جاسکے''۔ (۵۷)

اُردو میں مروج رموزِاوقاف کے شواہد اُردو کی بہت سی کتابوں میں ملتے ہیں جن میں مولانا حالیؔ کی کتاب ''یادگار غالب'' جو ۱۸۹۷ء میں کانپور سے شائع ہوئی۔اس طرح مولانا حالیؔ کو اس میدان میں سبقت حاصل ہے۔ ستمبر ۱۹۰۰ء میں مولوی نظام الدین حسن نوتنوی نے علامات اوقاف کے استخراج کے متعلق انگریزی میں ایک رسالہ شائع کیا۔پھر ۱۹۰۲ء میں کتاب ''اوقاف العبارت'' لکھی گئی جو ۱۹۰۴ء میں نولکشور کے مطبع سے شائع ہوئی۔اس میں قرآن شریف کے رموزِاوقاف پر بحث کی گئی ہے۔خاص طور پر رموزِاوقاف کی سات علامات کا ذکر کرتے ہوئے ان کی تفصیل بیان کی گئی ہے:

”وقف خفیف (کاما، Comma)

نصف وقف (سیمی کولن، Semicolon)

وقف کامل (فل سٹاپ، Full stop)

اقتباس (ان ورٹڈ کاماز، Inverted Commas)

ندا (Sign of interjection)

استفہام (Query)

قوسین (Parenthesis)“[۵۸]

مولوی نظام الدین حسن نے اپنی اس کتاب میں اوقاف کی علامات کو استعمال بھی کیا ہے۔ پھر اوقاف کی علامات کو استعمال کرنے کی تجاویز لاہور کے رسالہ ”کہکشاں“ میں مولوی سید ممتاز علی نے بھی پیش کیں۔ ۱۹۲۹ء میں رسالہ ”اُردو“ کی اشاعت اکتوبر میں پروفیسر ہارون خاں شیروانی نے ایک کانفرنس میں اپنے مضمون ”اُردو رسم الخط“ پر بحث کرتے ہوئے علامات اوقاف نہ ہونے کی وجہ سے اُردو کو جو نقصان ہوا اس کا ذکر بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بتایا گیا ہے کہ انگریزی کے اوقاف کو اُردو کے لیے تبدیلی کے ساتھ کیسے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ عبدالستار صدیقی اور مولوی عبدالحق نے بھی رموزِ اوقاف کے حوالے سے تفصیل سے لکھا ہے۔

ماہرین لسانیات نے رموزِ اوقاف کی بحث کو بھی اُردو کے فروغ کے لیے ایک مثبت اور با معنی بحث قرار دیا ہے اور اس بحث کی وضاحت کرتے ہوئے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ اضافت کے زبر اور کاما کو اگر صحیح طور پر استعمال کیا جائے تو اکثر اوقات پڑھنے والے کو عبارت اور اشعار کے مطالب و مفاہیم کے سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔ تحریر میں ان علامتوں کا خیال رکھنا چاہیے۔ مولوی عبدالحق نے قواعدِ اُردو میں جن رموزِ اوقاف کی سفارش کی ہے، ان میں سے زیادہ تر اُردو میں رائج ہو چکے ہیں۔ معمولی ترمیم و اضافے کے ساتھ انھیں پیش کیا جاتا ہے:

نمبر شمار	اُردو نام	انگریزی نام	علامت
(۱)	ختمہ	Full stop	۔
(۲)	سکتہ	Comma	،

(۳)	رابطہ	Colon	:
(۴)	سوالیہ	Sign of Interrogation	؟
(۵)	ندائیہ، فجائیہ	Sign of Exclamation	!
(۶)	قوسین	Brackets	()
(۷)	مخولا بریکٹ	Middle Bracket	[ ]
(۸)	خط	Dash	-------
(۹)	واوین	Inverted Commas	“”
(۱۰)	خطِ زیریں	Underline Dash	________

(۵۹)

الغرض ہم کہہ سکتے ہیں کہ علامات رموزِ اوقاف تحریری فقروں میں الفاظ کے مابین لکھے جاتے ہیں اور ان سے جملوں کی تقسیم ہوتی ہے۔ صحیح مفہوم کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔ ان کی مدد سے قرآنی علامات الف بائی حروف پر مشتمل ہیں۔ دوسری صورت محض اشاری علامات کی ہے جو مغرب میں رائج ہوئی ہیں اور اب اُردو میں بھی رائج ہیں۔ اُردو میں ان سے قرأت کا استعمال اٹھارھویں صدی سے قبل نہیں تھا۔ ان کا استعمال انیسویں صدی میں شروع ہوا اور اب یہ اُردو تحریر کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ اس لیے اگر ان علامات کے متعلق یہ چند باتیں نوٹ کر کے ہم اپنی تحریروں میں ان کا لحاظ کرنے لگیں تو ہماری عبارت میں خوبصورتی بھی پیدا ہو گی اور عبارت بھی بامعنی ہو جائے گی۔ (۶۰)

V۔ اعراب کی بحث

اُردو میں اعراب سے مراد ہے، زیر، زبر، پیش اور جزم۔ زبر، زیر، پیش کو ”حرکات“ بھی کہتے ہیں اور اعراب بھی کہا جاتا ہے۔ اُردو میں عام طور پر لفظوں پر زیر، زبر لگانے کا رواج عام نہ تھا اور نہ ہے۔ لیکن وقت کے ساتھ ساتھ کچھ ایسی صورت حال پیدا ہو گئی کہ بہت سے لفظوں پر اعراب کی ضرورت محسوس کی جانے لگی۔ عام الفاظ کے علاوہ، بعض مقامات یقیناً ایسے ہیں جہاں اعراب نگاری کو لازمی قرار دینا چاہیے۔

ان میں سب سے زیادہ اہمیت اضافت کے زیر کی ہے۔ اضافت کے زیر کو لازماً لگایا جانا چاہیے، جیسے: موسمِ بہار، دِہلی مرحوم، دیوِ سفید، زندگیِ فانی وغیرہ۔ اِسی طرح آس، اِس، اَن، اِن، اُدھر، اِدھر،

ان کلیات میں الف پر زیر یا پیش ضرور لگانا چاہیے۔ مشکل لفظوں میں یا کم معروف لفظوں میں ضروری مقامات پر اعراب ضرور لگانے چاہییں۔ اسی طرح، جن لفظوں کے پڑھنے میں کسی طرح کا شبہ پیدا ہو سکتا ہو، ان پر بھی اعراب لگانا چاہیے۔ خاص خاص لفظوں پر اعراب لگانے سے ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ لکھنے والے اور پڑھنے والے، دونوں کا ذہن صحتِ تلفّظ کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے اور آج کل اس کی بہت ضرورت ہے۔

لفظوں کو صحیح پڑھنے کے لیے، 'واو' اور 'ی' کے سلسلے میں بعض مقامات پر اس کی ضرورت پیش آتی ہے کہ یہ معلوم ہو کہ 'ی' یا 'واو' یہاں معروف ہے یا مجہول۔ اسی طرح نون کے متعلق بھی یہ معلوم ہو کہ یہاں یہ غنہ ہے یا ملفوظ۔ بہت سے نئے لفظوں یا کم معروف لفظوں کے سلسلے میں خاص طور پر اس ضرورت کا احساس ہوتا ہے۔ یہاں اعراب کے حوالے سے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

(۱) واو سے پہلے والے حروف پر اگر پیش ہو اور وہ واو کھینچ کر پڑھا جائے، تو اُس کو ''واو معروف'' کہتے ہیں۔ کھینچ کر پڑھنے میں نہ آئے تو وہ ''واو مجہول'' ہے۔ واو معروف کو ظاہر کرنے کے لیے، اس واو پر الٹا پیش بنا دینا چاہیے، جیسے: دوٗر، چوٗر، نوٗر، طوٗر۔ واو مجہول کے لیے، اس سے پہلے والے حرف پر پیش لگانا کافی ہو گا، جیسے: چُور، گور، بُور، شُور۔

(۲) یائے معروف کے لیے، اس کے نیچے ایک چھوٹی سی کھڑی لکیر آئے گی، جیسے: پیٖٹ، اِیٖنٹ، چھیٖنٹ۔ یائے مجہول کے لیے، اس سے پہلے والے حرف پر زیر لگایا جا سکتا ہے، جیسے: بیِر، پیِر، تیِر، شیِر وغیرہ۔

(۳) طَور، چَور اور پَیر، تَیر جیسے لفظوں میں (جن میں ماقبل ی مفتوح ہے) ی اور واو سے پہلے والے حرف پر زبر لگا دینا چاہیے۔

(۴) نون غنہ جب لفظ کے آخر میں آتا ہے تو اس پر نقطہ نہیں رکھا جاتا ہے، جیسے: کہاں، وہاں --- جب وہ لفظ کے بیچ میں ہو اور ضرورت محسوس ہو، تو اُس کے اوپر الٹا قوس بنا دینا چاہیے، جیسے: گنوٗار، گانوٗ، دانوٗ، چونٗسا۔ جب وہ ساکن ہو اور ضرورت سمجھی جائے، تو اُس پر جزم بنا دیا جائے، جیسے: ہنْسی، چنْدن، ہنْڈا، جِنْدل۔

(۵) کچھ لفظ ایسے ہیں جن میں واو لکھنے میں آتا ہے اور پڑھنے میں نہیں آتا، جیسے: خود، خوش، خوراک۔ اگر کبھی کسی خاص لفظ میں ضرورت محسوس ہو، تو ایسے واو کے نیچے ایک چھوٹی سی لکیر بنا دی جائے، جیسے: خود، خوش، خوراک وغیرہ۔

علامتوں کے حوالے سے رشید حسن خان لکھتے ہیں:

''علامتوں کے متعلق یہ بات بخوبی سمجھ لینی چاہیے کہ ان کو بے ضرورت استعمال نہ کیا جائے۔ اکثر لفظوں سے عام لوگ واقف ہوا کرتے ہیں۔ زیادہ تر زیر زبر یا علامتیں لگانے سے عبارت بوجھل اور بدنما ہو جاتی ہے اور آسانی کے بجائے، کبھی کبھی الجھن پیدا ہو سکتی ہے۔ ہاں، جہاں واقعی ضرورت ہو، وہاں اعراب بھی لگانا چاہیے اور علامتوں سے بھی پوری طرح کام لینا چاہیے، بلکہ ان کو لازم سمجھنا چاہیے''۔ (۶۱)

اُردو زبان میں کثیر تعداد میں الفاظ موجود ہیں۔ اس طرح اُردو کے مترادفات کی تعداد بھی دوسری زبانوں کے مترادفات کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے۔ اس کے باوجود اگر کبھی اُردو میں الفاظ کی کمی کو محسوس کیا جائے تو دیگر زبانوں کے الفاظ مستعار لے کر مترادفات بنائے جا سکتے ہیں۔ اپنی کتاب '' صحیح تلفظ، درست اِملا'' میں عقیل عباس اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

''اُردو میں اگر کسی لفظ کا کوئی معقول اور طاقتور مترادف موجود نہیں تو غیر ملکی الفاظ کو مستعار لینے میں کوئی قباحت نہیں ہے''۔ (۶۲)

vi۔ مشینی رسم ہائے خط (فانٹ)

آج جو رسم الخط دنیا کے مختلف ممالک میں رائج ہیں وہ سب کے سب اپنی اصل کے اعتبار سے کسی نہ کسی مردہ زبان کے رسم الخط کی اصلاح یافتہ شکلیں ہیں۔ دنیا میں جس قدر زبانیں پیدا ہوئیں اتنے ہی نئے رسم الخط پیدا نہ ہوئے بلکہ ایک رسم الخط دس زبانوں کے لیے تھوڑے بہت تغیر کے ساتھ کارآمد بنایا گیا۔ لیکن یہ تھوڑا بہت تغیر اس قدر اہم ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے وہ اصلاح شدہ رسم الخط اسی زبان کا مخصوص رسم الخط ہو جاتا ہے اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ:

''کوئی دو زبانیں بعینہٖ ایک رسم الخط میں نہیں لکھی جاتی ہیں بلکہ ہر زبان کسی قدیم رسم الخط کو اصلاح و ترمیم کر کے اپنی ضرورت کے موافق بنا لیتی ہے''۔ (۶۳)

کمپیوٹر کے اجراء کے ساتھ ہی مختلف زبانوں کو کمپیوٹر پر لکھنے کا رواج شروع ہو گیا تھا۔ اس وقت تمام مشینی رسم ہائے خط یونی کوڈ کی طرف سے جاری شدہ ہکسا کوڈ (Hexa Code) کو استعمال کیا جارہا ہے۔ اس سے قبل ایسکی کوڈ یا اپنی ضرورت کے تحت ذاتی کوڈ پلیٹ کے سیٹ کو استعمال کیا جانا معمول کی بات تھی۔ مشینی رسم ہائے خط کی بات کرتے ہوئے اگر ہم اُردو زبان کے بارے میں گفتگو کریں تو نستعلیق فانٹ کو استعمال کرنے کا سہرا احمد مرزا جمیل (۲۱/فروری ۱۹۲۱ء تا ۱۷/فروری ۲۰۱۴ء) کے سر جاتا ہے۔ احمد مرزا جمیل نے اپنے والد جناب نور محمد جو کہ نستعلیق خطاط تھے، کے نام سے نوری نستعلیق فانٹ کی کتابت ۱۹۸۱ء میں شروع کی جس کی وجہ سے اخبارات اور پرنٹنگ کی دنیا میں نوری نستعلیق فانٹ کو اب تک استعمال کیا جارہا ہے اور ان پیج سافٹ ویئر اسی فانٹ کو بنیاد بنا کر تیار کیا گیا، جسے اب تک استعمال کیا جارہا ہے۔ احمد مرزا جمیل کو ان کی خدمات کے اعتراف میں حکومت پاکستان نے ۱۹۸۲ء میں تمغۂ امتیاز سے نوازا۔ احمد مرزا جمیل نے ''Revolution in Urdu Composing'' کتاب بھی لکھی، جس میں انھوں نے اُردو کمپوزنگ کے حوالے سے اپنے حاصلات کا ذکر کیا ہے:

> ''منصوبے پر کام کا عملی آغاز اس طرح ہوا کہ میں نے اس شعبے سے متعلق کئی اداروں کو خطوط لکھے کہ ہمارے پاس اس قسم کی ایک تجویز ہے جس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ہم آپ کا تعاون چاہتے ہیں۔ حسب معمول بہت سے اداروں نے تو جواب دینے کی تکلیف بھی گوارا نہیں کی۔ ایک آدھ نے کہا کہ تمہارا ملک اس کا متحمل نہیں ہو سکتا اس لیے کہ اس پر تحقیق و ترقی (ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ) کے اخراجات بہت زیادہ ہوں گے۔ اتفاق سے خدا کا کرنا یہ ہوا کہ میں ۱۹۷۹ء میں سنگاپور کی ایک نمائش میں گیا۔ وہاں میں نے ایک مشین دیکھی جو چینی زبان کو فوٹو ٹائپ سیٹنگ کے بجائے ڈیجیٹائزنگ کے طور طریقے پر چینی الفاظ کو ٹائپ سیٹ کر رہی تھی۔ ''کی بورڈ'' بھی سینکڑوں شکلوں پر مشتمل تھا اور ایک بڑی میز کے برابر تھا جس میں چینی جیسی مشکل زبان کو قابو کر لیا گیا تھا۔ مجھے یہ خیال آیا کہ ہماری زبان اُردو کے بھی تو ابجد چالیس ہیں۔ ہمارے لیے یہ طریقہ ردوبدل سے بہت کارآمد ہو سکتا ہے''۔ (۶۴)

احمد مرزا جمیل نے مشینی اُردو فانٹ کے لیے ترسیمہ جاتی طرز استعمال کیا ہے۔ ترسیمہ جاتی فانٹ کو سمجھنے کے لیے یہ مثال پیش کی جارہی ہے:

مثال: لفظ ''پاکستان'' سات حروف پر مشتمل ہے مگر اس میں ترسیمے صرف تین ہیں یعنی: پا- کستا- ن۔ تین الگ الگ ترسیمہ جات مل کر لفظ پاکستان کو بنا رہے ہیں۔ یک حرفی، دو حرفی سے لے کر آٹھ حروفی ترسیمے ترتیب دیے گئے ہیں اور بڑی ''ے'' کے لیے ترسیموں کو ایک الگ زمرے میں مرتب کیا گیا ہے۔

کسی بھی خطاط کے خطاطی شدہ متذکرہ ترسیمہ جات کو سکین کر کے کمپیوٹر پر منتقل کیا جاتا ہے اور اس کے بعد انہیں ویکٹر بیس تصویری صورت میں محفوظ کیا جاتا ہے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ ویکٹر بیس تصویر کو چھوٹا بڑا کرنے سے ان کی شکل و صورت خراب نہیں ہوتی اور چھوٹے سائز میں بھی ان کے استعمالات ہیں۔اسی طرح بڑے سائز میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ لہٰذا خطاطی شدہ فانٹ کے ویکٹر کی بنیاد پر محفوظ کرنے سے نہ صرف اس کی خوبصورتی برقرار رہتی ہے بلکہ مختلف مشینوں پر ریزولیشن میں فرق کی وجہ سے خراب نظر نہیں آتے۔

وقت کے ساتھ ساتھ مشینی رسم ہائے خط پرنٹنگ کے علاوہ ڈیٹا پروسیسنگ کی ضرورت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے انہیں ایسکی اور دیگر ذاتی کوڈ پلیٹ سے یعنی کوڈ پلیٹ کی طرف منتقل کرنے کا آغاز اکیسویں صدی میں شروع کیا گیا۔اس وقت ترسیمہ جاتی بنیاد پر تیار شدہ مشینی رسم ہائے خط کے ساتھ ساتھ حرفی بنیاد پر فانٹ بھی کامیابی سے بنائے گئے ہیں۔ عام طور پر ترسیمہ جاتی بنیاد پر بنائے گئے مشینی خط کی جو فائل استعمال ہوتی ہے، وہ زیادہ بڑی ہوتی ہے، جب کہ حرفی بنیاد پر تیار کیے گئے مشینی رسم ہائے خط کی بنائی ہوئی فائلیں بہت ہی کم جگہ گھیرتی ہیں۔ادارۂ فروغِ قومی زبان میں ایک ترقیاتی منصوبہ ''مرکز فضیلت برائے اُردو اطلاعیات'' جلد اوّل کے تحت شائع کرنے اور فانٹ پاک نستعلیق کو حرفی بنیادوں پر بنایا گیا تھا، اس کے علاوہ ڈاکٹر سرمد حسین نے اس بات کی نشاندہی کی ہے کہ اُردو برعظیم پاک و ہند کی زبانوں کے خاندان سے تعلق رکھتی ہے اور اس کے لیے الگ نفیس نستعلیق کے نام سے حرفی بنیادوں پر یونی کوڈ فانٹ بنوائے تھے۔

> "Urdu belongs to the family of New Indo-Aryan (NIA) languages, which is a sub-branch of Indo-European languages.[۶۵]"

ترسیمہ جاتی بنیادوں پر یونی کوڈ فانٹ علوی نستعلیق، فیض لاہوری نستعلیق اور جمیل نوری نستعلیق قابل ذکر ہیں۔ یاد رہے یہ تمام فانٹ انٹرنیٹ پر استعمال کرنے کے لیے مفت دستیاب ہیں۔ یہاں اس بات کا بھی اعادہ ضروری ہے کہ یونی کوڈ بنیادوں پر تیار کیے گئے فانٹ چھپائی کے لیے بھی موزوں نہیں ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ

ایک ہی لفظ کے اندر بہت سے ترسیموں کے درمیان فاصلے کو مناسب انداز سے سمویا یا ڈیل نہیں کیا گیا لیکن اگر ہم یہی چیز ان پیج میں، جو ایسکی بنیاد پر ترتیب دیا گیا ہے، نوری نستعلیق فانٹ کو دیکھیں تو اس میں کسی بھی قسم کی خامی موجود نہیں ہے جس کی وجہ سے اخبار اور کتابوں کی طباعت اور سائز وغیرہ کے لیے نوری نستعلیق کا استعمال عام ہے لیکن ای میل بھیجنے، ویب پیج بنانے اور ڈیٹا پروسیسنگ کے لیے یونی کوڈ فانٹ کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں جس کی وجہ سے کام خوبصورتی سے نہ صرف نظر آتا ہے بلکہ ان کا استعمال روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔

vii۔ ورڈ پروسیسر

کمپیوٹر کی دنیا میں دستاویزات کو بنانے، ترتیب دینے یہاں تک کہ ایک مکمل کتاب کو اشاعت سے قبل متن، جدولیں، تصاویر اور دیگر مواد کو استعمال کرنے کے لیے ورڈ پروسیسر سافٹ ویئر کی ضرورت رہتی ہے۔ مزید یہ کہ ورڈ پروسیسر ایک پبلشنگ لیول سافٹ ویئر ہے یعنی جس میں ایک عام استعمال کنندہ اسے استعمال میں لاتا ہے۔ اس وقت ہم کمپیوٹر کی رنگین دنیا میں زندگی بسر کر رہے ہیں مگر اس سے قبل ایم ایس ڈاس (MS Doss) اور UNIX Operating System کو صارف کے لیے نظر آنے والی سکرین Black & White ہوتی تھی۔ ۱۹۷۸ء میں ورلڈ سٹار کے نام سے ایم ایس ڈاس اور ونڈوز کے لیے پیش کیا گیا تھا بعد ازاں Word Perfect جیسا مشہور و عام ورڈ پروسیسر قابل ذکر ہے۔ جہاں تک اردو زبان میں دستاویزات کی تیاری کے لیے ورڈ پروسیسر کا تعلق ہے تو اس میں سرخاب، نظامی بعد ازاں ان پیج قابل ذکر ہیں۔ پرانے زمانے کے ورڈ پروسیسر میں سادہ متن ٹائپ کرنا ممکن تھا یعنی ورڈ پروسیسر کی ایجاد سے کمپیوٹر نے ٹائپ رائٹر کی جگہ لے لی تھی۔ اگر موجودہ دور کے ورڈ پروسیسر کی بات کریں تو اس وقت دو قسم کے سافٹ ویئر موجود ہیں جن میں سے ایک وہ ہیں جو کسی شخص یا ادارے کی ملکیت ہیں مثلاً ایم ایس ورڈ اس کی ایک بہترین مثال ہے۔ جب کہ اس کے متوازی Open Source Word Processor کی بات کریں جیسا کہ Star Word, Libre Office اور Latex وغیرہ شامل ہیں۔ جہاں تک Latex جیسا ورڈ پروسیسر قدیم زمانے کے مساوی رسم الخط سے لے کر آج کی دنیا کے موجودہ رسم الخط میں دستاویزات تیار کرنے کی صلاحیت کا حامل ہے۔ موجودہ ورڈ پروسیسر نہ صرف اس کو استعمال کرنے والے کو ٹائپ کرنے کی سہولت دیتے ہیں بلکہ اس کے پس منظر میں شاید ایک سے زیادہ لغات کی مدد سے لفظوں کے صحیح ہجے بھی درست کرنے میں مدد دیتے ہیں اور کسی ایک جملے کو گرامر کے لحاظ سے جانچنے کے قابل بھی ہوتے ہیں۔ ۱۹۹۰ء تک پاکستان میں

کتابت کا دور تھا۔ خاص طور پر سر شام سے لے کر آدھی رات تک اخبارات کے دفاتر میں کاتب حضرات اگلے دن کے اخبار کو چھاپنے سے پیشتر کتابت کا کام کرتے تھے۔ کتابت کے دوران انسانی غلطیاں عام تھیں۔ اگر کاتب کتابت کرتے ہوئے کسی متن کے عنوان سے مکمل طور پر آگاہ نہ ہوتے تو غلطیوں کی رفتار بھی اسی حساب سے زیادہ ہونے کا امکان تھا۔ اس کے علاوہ انسانی کتابت کی رفتار کی ایک حد تھی جس کی وجہ سے خبر کا پہلا مسودہ بنانے سے لے کر چھپائی تک بہت وقت درکار تھا اور معیار کی جانچ بھی قدرے مشکل تھی۔ پاکستان میں روزنامہ ''جنگ'' وہ پہلا اخبار ہے جس میں احمد مرزا جمیل کے کتابت شدہ ورڈ پروسیسر کو استعمال کرنا شروع کیا گیا۔ دوسری طرف یہ کہا جاتا ہے کہ کمپیوٹر ورڈ پروسیسر کے آنے سے کاتبوں کا ایک انسانی قبیلہ بے روزگار بھی ہو گیا مگر اچھے کاتبوں نے اس کے بعد خطاطی کی دنیا کا رُخ کر لیا۔ یہاں اگر پاکستان کے حوالے سے بات کی جائے تو خطاطی کو دوبارہ رواج دیا جانے لگا جس میں ورڈ پروسیسر بھی اسی طرح ذمہ دار ہے، جس طرح زمانے میں ارتقائی عمل کے نتیجے میں فنون کا دھارا بدلتا رہا ہے۔ ورڈ پروسیسر کی ایجاد سے کمپوزنگ کے سبب بہت ہی کم وقت میں اور بہت ہی کم افرادی قوت کو استعمال کرتے ہوئے زیادہ بہتر اور معیاری مواد کی تدوین و ترتیب میں آسانی ہو گئی۔ اگر ہم اُردو کی بات کریں تو یہ ان پیج سے لے کر ایم ایس ورڈ اور دیگر Open Source سافٹ ویئر کی مدد سے بہت ہی آسانی سے لکھا جا رہا ہے۔ جہاں تک کہ پورا اخبار اور مکمل کتاب بھی بنانا بہت مشکل نہیں رہا جس کی وجہ سے معلومات کی ترسیل میں وہ تیزی آچکی ہے کہ جس کے باعث ہمارے اس دور کو انفارمیشن ٹیکنالوجی کا دور کہا جاتا ہے۔

viii۔ سمارٹ فون ٹائپنگ

انفارمیشن ٹیکنالوجی کی دنیا میں اس وقت انقلاب آیا جب کمپیوٹر انسان کی ہتھیلی پر سمارٹ فون کی صورت میں منتقل ہو گیا۔ آئی بی ایم، سونی ایرکسن جیسی کمپنیوں نے اکیسویں صدی کے آغاز سے قبل ہی سمارٹ فون مارکیٹ میں لانا شروع کر دیے تھے۔ ایرکسن کمپنی کے R380 کو پہلا سمارٹ فون سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ اس میں Symbian Operating System کا استعمال ہوا تھا۔ ہم جانتے ہیں کہ سمارٹ فون میں تمام قسم کی ہدایات اسکرین پر انگلی رکھ کر دینے سے دی جاتی ہیں۔ اس طرح سمارٹ فون کی دنیا میں یا تو بول کر خاص طور پر موجودہ دہائی میں یا پھر انگلی کے ذریعے سے ٹائپنگ کا عمل مکمل کیا جاتا ہے۔ لفظ کو متن میں تبدیلی کی سہولت

اب سے کچھ عرصہ قبل موجود نہیں تھی لہٰذا صرف انگلی کی مدد سے ٹائپنگ ممکن تھی۔ جیسا کہ ڈاکٹر عطش درانی نے بہت عرصہ پہلے اپنے الفاظ میں اس امر کی نشاندہی کر دی تھی:

''ایک اندازے کے مطابق ہر ڈیڑھ سال بعد کمپیوٹر کا سائز دو گنا چھوٹا اور قوت دو گنا ہو جاتی ہے۔ ایک چوتھائی صدی پہلے کے بڑے بڑے الماری نما کمپیوٹر بیسویں صدی کے آخر میں صرف میز اور اکیسویں صدی کے آغاز پر ہتھیلی میں آ چکے ہیں۔ اب اگلے عشرے تک یہ کان اور آنکھ پر اور اس کے بعد کے دو عشروں بعد صرف دماغ کے اندر نصب ہو جائیں گے۔ تب شاید انتقال وابلاغ کے لیے بول چال کی ضرورت بھی باقی نہیں رہے گی''۔ (۲۶)

مزید برآں یونی کوڈ کی وجہ سے تمام برقی آلات میں انگریزی کے علاوہ دیگر زبانوں کی سہولت میسر آ گئی ہے۔ ان تمام آلات کی بدولت دنیا کی بیشتر زبانوں میں سہولت موجود ہے لیکن تیز ترین ٹائپنگ کے لیے سمارٹ فون کی اسکرین زیادہ موزوں نہیں ہے۔ لہٰذا وقت کے ساتھ ساتھ آواز سے متن میں بدلنے والے سافٹ ویئر کی مدد سے سمارٹ فون میں ٹائپنگ کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے۔ Android Operating System کے حامل سمارٹ فونوں میں مائیکرو سافٹ کی طرف سے متعارف کردہ سافٹ ویئر کی عبارت انگریزی زبان کے ساتھ ساتھ دنیا کی دیگر زبانوں میں ٹائپنگ کی سہولیات مہیا کرنے میں پیش پیش ہے مگر اس کے علاوہ بھی مختلف زبانوں میں مختلف قسم کی عبارت سمارٹ فون پر ٹائپنگ کے مقاصد کے لیے موجود ہے اور استعمال کی جا رہی ہیں۔ سمارٹ فون کو جب بھی استعمال کیا جائے تو یہ یاد رہے کہ سمارٹ فون اور اس کے استعمالات کسی بھی سافٹ ویئر کے لیے اسے بطور کلائنٹ مشین استعمال کرنے کے لیے ہیں۔ یعنی اس کا استعمال ایک پرسنل کمپیوٹر یا لیپ ٹاپ کے مقابلے میں بہر حال محدود ہے مگر اپنی 'Portability' کی وجہ سے اس کا استعمال روز بروز بڑھتا جا رہا ہے اور اس کو زیادہ استعمال ہونے والے پہلو پر مزید تحقیق کر کے بہتر استعمال کے قابل بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ جیسا کہ ہم ابھی اوپر ذکر کر چکے ہیں کہ سمارٹ فون کی اسکرین پر عبارت کی رفتار محدود ہے مگر آواز کے متن اور سافٹ ویئر کے ذریعے اس میں ٹائپنگ کو آسان بنایا گیا ہے۔ یہ دور سمارٹ فون کا دور ہے لہٰذا نئی تحقیق سے اس میں درپیش مسائل کے حل کی مختلف صورتیں نکالی جا رہی ہیں جس کی وجہ سے اس کا استعمال روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔ اس وقت Android Window موبائل اور Apple Operating System کے حامل سمارٹ فون مارکیٹ میں موجود ہیں۔ مذکورہ آپریٹنگ سسٹم کے حامل سمارٹ فون میں کسی بھی کمپیوٹر پر چلنے والے تقریباً نوّے فیصد سافٹ ویئر استعمال میں لائے جاتے ہیں لہٰذا ابل

گیٹس کی یہ پیش گوئی اپنی جگہ درست ہے۔ایک وقت آئے گا کہ کمپیوٹر ہماری ہتھیلی پر منتقل ہو گا اور سمارٹ فون کی صورت میں کمپیوٹر ہماری ہتھیلی پر آچکا ہے۔

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ سمارٹ فون کے بڑھتے ہوئے استعمال اور کمپوزنگ کے طریقہ کار میں بھی آئے روز تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں۔ سمارٹ فون پر کلیدی تختہ موجود نہیں ہے لیکن ورچوئل کلیدی تختہ کو سافٹ ویئروں کی مدد سے عام طور پر اپنی مرضی کے مطابق ترتیب دینا قدرے آسان ہو گیا ہے۔ڈاکٹر عطش درانی اپنی کتاب ''اردو اطلاعیات'' (جلد اوّل) میں لکھتے ہیں:

> ''مقتدرہ میں اردو کمپیوٹر کی ایسکی ضابطہ تختی (ASCII Code Plate) اور کلیدی تختے (Key Board) کی معیار بندی اور اندرونی پیشکش /اظہار (Internal Representation) کے سلسلے میں یہ بات کھل کر سامنے آئی ہے کہ:
>
> ۱۔ ابھی تک اردو کے حروف تہجی کی تعداد معین نہیں۔
>
> ۲۔ یہ تعداد روزافزوں ہے اور نئے صوتیے شامل ہو رہے ہیں۔
>
> ۳۔ کمپیوٹر میں ان اُمور کی گنجائش رکھنا مقصود ہے''۔[۶۷]

مزید آسانی سافٹ ویئر بنانے والی کمپنیوں نے مہیا کر دی ہے کہ صرف ٹچ کرنے سے ہی ٹائپ کرنے کا کام آسانی اور روانی کے ساتھ کیا جا سکتا ہے۔ایک اور اختراع جو اس حوالے سے متعارف کرائی گئی ہے، وہ یہ ہے کہ اب ورچوئل کلیدی تختہ کو ٹچ کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے بلکہ آپ اپنی آواز کے ذریعے مطلوبہ متن بول کر ٹائپ کر سکتے ہیں۔البتہ جہاں تصحیح وتدوین کی ضرورت ہو وہاں کی بورڈ یا کلیدی تختے کو ٹچ کر کے ٹائپ کر سکتے ہیں۔ڈاکٹر عطش درّانی اس حوالے سے مزید تحریر کرتے ہیں کہ:

> ''اب اردو ٹائپ اور کمپیوٹر کی تختیوں کے تعلق سے دیکھیں تو ان تمام حروف کے لیے الگ جگہیں قائم کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ دو چشمی ''ھ'' رکھنے والی بھاری اصوات، غنہ اور جزم کی علامت رکھنے والے حروف کے لیے علیحدہ خانوں اور کلیدوں کی ضرورت نہیں۔ یہی علامتیں کافی ہیں جو کلیدی تختے پر جوڑی جا سکتی ہیں اور ضابطہ پلیٹ (Code Plate) کورٹ پر ایک منفرد حرف کی صورت اختیار کر سکتی ہے''۔[۶۸]

البتہ جہاں تصحیح وتدوین کی ضرورت ہو وہاں کی بورڈ یا کلیدی تختے کو ٹچ کر کے ٹائپ کر سکتے ہیں۔ یوں ہم کہہ سکتے ہیں کہ سمارٹ فون کی وجہ سے فوری طور پر نتائج کے حامل کمپوزنگ کے اُمور بہتر انداز میں انجام دینے کی صلاحیت مہیا ہو رہی ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ جہاں موبائل فون اور ہارڈ ویئر ترقی کر رہے ہیں، وہاں اس کے لیے بننے والے مختلف سافٹ ویئر بہت زیادہ سہولیات کے حامل ہوتے جا رہے ہیں۔ ورنہ اس سے قبل یہ کام اس قدر نہ تو سہل تھا، نہ بھاری بھر کم مشینوں کے بنا ممکن تھا۔ ذرا تصّور کریں کہ کس قدر بھاری بھر کم ٹائپنگ مشینیں ہوتی تھیں اور ان کو چلانے کے لیے جس قدر مہارت اور وقت درکار ہوتا، آج کا انسان اس کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ پرسنل کمپیوٹروں کے متعارف ہونے کے بعد بھی اس مشینی جہت میں کوئی کمی نہیں آئی۔ البتہ کمپوزنگ کے کام میں سہولت ضرور ہوئی ہے جس سے کمپوز شدہ مواد کی فراہمی و ترسیل کا ذریعہ بھی عصر حاضر کے مطابق ترقی یافتہ ہو گیا ہے۔ اس کے بعد لیپ ٹاپ نے ان دونوں مشینوں کی جگہ لے لی مگر لیپ ٹاپ کو بھی بغیر تربیت ہر شخص کے لیے چلانا اب بھی آسان نہیں ہے۔ ایسے میں سمارٹ فون ہی وہ جدید برقی آلہ ہے جس کا استعمال سب سے آسان ہے۔ اس میں وہ تمام خوبیاں بدرجہ اتم موجود ہیں، جس کے سیکھنے کے لیے کوئی زیادہ مہارت بھی درکار نہیں ہے۔ اس کا استعمال اس قدر آسان ہے کہ اس کی وجہ سے ہم ڈیجیٹل دنیا میں بڑی تیزی سے نہ صرف داخل ہو رہے ہیں بلکہ عام اُمور کے ساتھ ساتھ علمی و تکنیکی اُمور کے معمولات بھی زیادہ بہتر اور آسانی سے سرانجام دیے جا رہے ہیں۔

ان جدید سمعی و بصری آلات میں حالات و رجحانات کے مطابق اردو کا استعمال ہو رہا ہے بلکہ اس سے اردو کے فروغ و ترویج کے لیے مستحسن کام انجام دیا جا رہا ہے۔ البتہ مستقبل میں اُردو کی بقا کے پیشِ نظر عصری تقاضوں کے مطابق اُردو زبان کی فنی و تکنیکی جستجو کو مزید آگے سے آگے بڑھانے کی ضرورت ہے۔

حوالہ جات

۱۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، مرتبہ، قومی انگریزی اُردو لغت، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۸ء ص ۳۴۴

۲۔ عطش درانی، ڈاکٹر، مرتبہ، اُردو اطلاعیات (جلد دوم)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۸ء ص ۱۳

۳۔ توحید احمد، اطلاعیات، کمپیوٹری انقلاب پر گفتگو، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد ۱۹۹۷ء، ص ۱۵

۴۔ عطش درانی، ڈاکٹر، مرتبہ، اُردو اطلاعیات (جلد دوم)، ص ۱۵

۵۔ ایضاً، ص ۱۵

۶۔ احمد رام پوری، سید، خط کی کہانی تصویروں کی زبانی، رام پور رضا لائبریری، قلعہ رام پور، یوپی، انڈیا، ۲۰۰۴ء، ص ث

۷۔ ستیہ پال آنند، ڈاکٹر، اُردو رسم الخط کی اہمیت، مشمولہ، قومی زبان، انجمن ترقی اُردو پاکستان، کراچی، شمارہ ۲، جلد ۲۹، دسمبر ۲۰۱۵ء، ص ۹

۸۔ اعجاز راہی، ڈاکٹر، تاریخِ خطاطی، ادارہ ثقافت پاکستان، اسلام آباد مئی ۱۹۸۶ء، ص ۱۷

۹۔ خورشید عالم گوہر رقم، مخزنِ خطاطی، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۵، ص ۱۵

۱۰۔ ایضاً، ص ۱۶

۱۱۔ ایضاً، ص ۱۷

۱۲۔ عطاالله خان، محمد، اُردو زود نویسی کا ارتقاء مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۶ء، ص ۳۱

۱۳۔ احمد رام پوری، سید، خط کی کہانی تصویروں کی زبانی، ص ۵۲

۱۴۔ نذیر احمد ملک، اُردو رسم خط - ارتقا اور جائزہ، الوقار پبلی کیشنز، لاہور ۲۰۱۸ء، ص ۳۰

۱۵۔ ناصر عباس نیر، ڈاکٹر، ادب رنگ، مشمولہ روزنامہ ۹۲ نیوز، جمعۃ المبارک ۵/مارچ ۲۰۱۲ء

۱۶۔ قدرت نقوی، سید، مرتبہ، لسانی مقالات، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، جون ۱۹۸۸ء، ص ۱۷۹

۱۷۔ ایضاً، ص ۱۸۱

۱۸۔ القرآن کریم، سورۃ العلق، آیت ۱-۴

۱۹۔ صحیح ابی داؤد، حدیث نمبر ۴۷۰۰

۲۰۔ علی حیدر ملک، مرتبہ، اُردو ٹائپ اور ٹائپ کاری (منتخب مقالات)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ستمبر ۱۹۸۹ء، ص ۱۵
۲۱۔ محمد سلیم، سید، پروفیسر، اُردو کتابت کے لیے چند کارآمد اصول (پمفلٹ)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۹ء، ص ۱۱
۲۲۔ انشاءاللہ خان انشا، سید، دہلوی، مرتبہ، مولوی عبدالحق، انجمن ترقی اردو، لکھنؤ، طبع اوّل، س۔ن، ص ۵
۲۳۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، اُردو املا اور رسم الخط (اصول و مسائل)، الوقار پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۴ء، ص ۴۷
۲۴۔ اعجاز راہی، ڈاکٹر، تاریخ خطاطی، ادارہ ثقافت پاکستان، اسلام آباد، مئی ۱۹۸۶ء، ص ۲۵
۲۵۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، اُردو املا اور رسم الخط (اصول و مسائل)، ص ۴۷
۲۶۔ رشید حسن خان، اُردو اِملا، مجلس ترقی ادب، کلب روڈ، لاہور، مئی ۲۰۰۷ء، ص ۱۳
۲۷۔ قدرت نقوی، سید، مرتبہ، لسانی مقالات، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، اگست ۱۹۸۸ء، ص ۲۸
۲۸۔ عطاءاللہ خان، محمد، اُردو زود نویسی کا ارتقاء، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۶ء، ص ۲۸
۲۹۔ اعجاز راہی، ڈاکٹر، اِملا و رموزِ اوقاف کے مسائل، (روداد سیمینار)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء، ص ۱۰۶-۱۰۷
۳۰۔ رفیق خاور، مرتبہ، اُردو تھیسارس، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۴ء، ص ۲۶۸
۳۱۔ شیما مجید، لِسانی مذاکرات، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد ۲۰۰۶ء، ص ۱۰۵
۳۲۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، اُردو املا اور رسم الخط (اصول و مسائل)، الوقار پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۴ء، ص ۱۳
۳۳۔ اسحاق جلال پوری، محمد، تاج محمد، درسی اُردو لغت، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، طبع اوّل ۲۰۰۱ء، ص ۶۱
۳۴۔ ساجد عباس، اردو املا: منتخب اُمور، مقالہ برائے ایم اے اردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد، جون ۲۰۱۲ء، ص ۹۷، (غیر مطبوعہ)
۳۵۔ شان الحق حقی، مرتبہ، فرہنگ تلفظ، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، طبع اوّل ۱۹۹۵ء، ص ۸۵
۳۶۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، اُردو املا اور رسم الخط (اصول و مسائل)، الوقار پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۴ء، ص ۱۲
۳۷۔ رشید حسن خان، اُردو املا، نیشنل اکادمی، دریا گنج، دہلی، مئی ۱۹۷۴ء، ص ۱۲-۱۳
۳۸۔ طارق عزیز، ڈاکٹر، اُردو رسم الخط اور ٹائپ، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، اگست ۱۹۸۷ء، ص ۱۵۸
۳۹۔ رؤف پاریکھ، ڈاکٹر، مخزنِ ادب، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی، ۲۰۱۸ء، ص ۲۳

۴۰۔ آفتاب احمد ثاقب، ڈاکٹر، اُردو قواعد واِملا کے بنیادی اُصول (خصوصی مطالعہ)، نقش گر، راولپنڈی، دسمبر ۲۰۰۶ء، ص ۱۴۶
۴۱۔ عبدالسلام خاں، محمد، قواعد اُردو، خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، ۱۹۹۲ء، ص ۱۳۷
۴۲۔ شان الحق حقی، لسانی مسائل ولطائف، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۶ء، ص ۶۰
۴۳۔ صبان، محمد علی، حاشیۃ الصبان علی شرح الاشمونی علی الفیتہ ابن مالک، ج ۱، ص ۳۸
۴۴۔ خواجہ طوسی، محمد بن حسن، شرح الاشارات والتنبیہات، ج ۱، ص ۳۳
۴۵۔ امام خمینی، سید روح اللہ، جواہر الاصول، ج ۱، ص ۱۰۲
۴۶۔ گوہر نوشاہی، ڈاکٹر، اُردو املا اور موزاِو قاف، مرتبہ، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۶ء، ص ۴۷
۴۷۔ اشرف ندیم، جدید اُردو لُغت، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۰ء، ص ۲۶۰
۴۸۔ رؤف پاریکھ، ڈاکٹر، وحیدالدین سلیم اور ان کی لسانی خدمات، مشمولہ اخبار اردو، ادارہ فروغ قومی زبان، اسلام آباد، جلد ۳۹، شمارہ ۷، جولائی ۲۰۱۲ء، ص ۳۴-۳۵
۴۹۔ https://urdunotes.com/lesson/murakkab-alfaz-in-urdu date: 4-/6-2021, at 6.30 p.m
۵۰۔ شان الحق حقی، لسانی مسائل ولطائف، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۶ء، ص ۵۴
۵۱۔ فیروزالدین، الحاج، مولوی، فیروزاللغات جامع (نیا ایڈیشن)، فیروز سنز، لاہور، س۔ن، ص ۱۸۷
۵۲۔ ایضاً، ص ۱۳۸
۵۳۔ اعجاز راہی، ڈاکٹر، املا اور موزاِو قاف کے مسائل، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء، ص ۱۸۳
۵۴۔ ایضاً، ص ۲۰۲
۵۵۔ ایضاً، ص ۱۸۴
۵۶۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، اُردو املا اور رسم الخط (اصول ومسائل)، الوقار پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۴ء، ص ۲۶
۵۷۔ گوہر نوشاہی، ڈاکٹر، اُردو املاء ور موزاِو قاف، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۶ء، ص ۲۳۱
۵۸۔ غلام مصطفی خان، ڈاکٹر، جامع القواعد، اُردو سائنس بورڈ، لاہور، طبع سوم ۲۰۱۲، ص ۱۸۱-۱۸۲
۵۹۔ گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر، اِملا نامہ، ترقی اُردو بیورو، نئی دہلی، اپریل ۱۹۷۴ء، ص ۱۰۴
۶۰۔ گوہر نوشاہی، ڈاکٹر، اُردو املاء ور موزاِو قاف، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۶ء، ص ۱۹۶
۶۱۔ ایضاً، ص ۱۹۱

۶۲۔ عقیل عباس جعفری، صحیح تلفظ، درست اِملا، اُردو لغت بورڈ، کراچی، ۲۰۱۹ء، ص ۴

۶۳۔ عبدالقدوس ہاشمی، مولوی، ہمارا رسم الخط، انجمن ترقی اُردو ہند، دہلی، س۔ن، ص ۱۱

۶۴۔ رضی الدین خان/وجیہ احمد صدیقی، نوری نستعلیق کی کہانی......احمد مرزا جمیل کی زبانی، مشمولہ 'اخبار اُردو''، مقتدرہ قومی زبان، جلد ۱۸، شمارہ ۱، ۲، جنوری، فروری ۲۰۰۲ء، ص ۴

۶۵۔ Sarmad Hussain, Dr., Lexical Stress in Urdu, National Language Authority, Islamabad, 2010, P.42

۶۶۔ عطش درانی، ڈاکٹر، مرتبہ، اُردو اطلاعیات (جلد اوّل)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۸ء، ص ۷۵

۶۷۔ ایضاً، ص ۲۲

۶۸۔ ایضاً، ص ۲۸

باب: دوم

اُردو کمپوز کاری کی روایت اور موجودہ صورتِ حال

جہاں تک اُردو کمپوز کاری کی روایت کا تعلق ہے تو اس حوالے سے کاتب حضرات کو اجارہ داری حاصل تھی۔ زیادہ سے زیادہ پروف خوان کاتب کی غلطیوں کی نشاندہی کر سکتے تھے۔ اس کے علاوہ املا کا معیار بھی کاتب حضرات کا ہی مرہونِ منت تھا۔ گو کہ اُردو ادب میں اس حوالے سے کئی لطیفے بھی مشہور ہیں کہ کاتب حضرات نے کتابت کرتے ہوئے اپنے ذخیرۂ الفاظ کا استعمال کرتے ہوئے مصنف کے متن کو کچھ سے کچھ میں تبدیل کر دیا یعنی وہی محرم سے مجرم والا قصہ۔ اس صورتِ حال میں اگر موجودہ دور کو دیکھا جائے تو مشینی آلات کی دستیابی کی وجہ سے اُردو کمپوز کاری کی روایت میں ایک جدت آتی گئی جس میں املا کے معیار کی پابندی سے لے کر درست الفاظ کے استعمال تک مختلف ورڈ پروسیسر میں دستیاب سہولیات کی وجہ سے بہتر معیار سامنے آنے لگے ہیں۔ کسی ایک ورڈ پروسیسر میں ایک سے زیادہ ڈکشنریاں پس منظر میں استعمال کرتے ہوئے صرف کمپوز کاری کے ذخیرۂ الفاظ پر بھروسا نہیں کیا جا سکتا۔ مذکورہ لغت کی مدد سے بہتر الفاظ اور درست ہجوں کے ساتھ استعمال میں لائے جا سکتے ہیں۔ انفارمیشن ٹیکنالوجی کے اس دور میں کسی حد تک ہر شخص ہی کمپوزنگ کا کام آسانی سے سرانجام دے سکتا ہے مگر پیشہ ورانہ کمپوزر کی ضرورت اپنی جگہ برقرار ہے۔ اس لیے کہ مشینیں کسی بھی انسان کو آسانیاں مہیا تو کرتی ہیں مگر کسی بھی چیز کا ماہر بنانے کے لیے وقت اور تجربہ کا کوئی بھی نعم البدل نہیں ہے۔ پیشہ ورانہ کمپوزر جس قدر تازہ مہارت اور غلطیوں سے پاک مسودات کو بنانے میں جو وقت صرف کرتا ہے عام آدمی اس کے عشر عشیر تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔ صرف کسی دور میں موجود سافٹ ویئر کی مدد سے ایک عام استعمال کنندہ تھوڑا بہت کام ضرور کر سکتا ہے۔

مذکورہ بالا صورتِ حال میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اُردو کمپوز کاری کی روایت شاید اس صورت حال میں اس شعبے میں کام سیکھنے کی ضرورت اسی طرح برقرار ہے جس طرح کسی بھی شعبے کے ماہر کے لیے درکار ہوتی ہے۔ آج کل کے دور میں نہ صرف سافٹ ویئر بلکہ ان میں موجود پلگ اِن کی مدد سے چھوٹے چھوٹے یوٹیلٹی سافٹ ویئر بنائے جا رہے ہیں جس کی وجہ سے اُردو کمپوز کاری روز بروز جدت کی خصوصیات کی حامل ہوتی جا رہی

ہے۔ موجودہ صورتِ حال اور بیرونی روایات کا صرف اتنا تعلق برقرار ہے کہ اس وقت بھی کمپوزکاری سیکھنے کے لیے وقت اور مہارتیں درکار تھیں، اب بھی ہیں اور اس وقت جو زائد چیز ہے، وہ ورڈ پروسیسر وغیرہ کی توجہ اور صلاحیت کا دستیاب ہونا ہے۔

کمپیوٹر پر اُردو ورڈ پراسیسر (لفظ کار) تیار کرنے کی کوششوں کا آغاز اسّی (۸۰) کی دہائی میں شروع ہو گیا تھا بلکہ مونوٹائپ اور لائنوٹائپ کمپنیوں نے اس کام کا آغاز اس سے بھی پہلے کر رکھا تھا، لیکن نتیجہ ۱۹۸۰ء میں سامنے آنا شروع ہوا۔ روزنامہ ''جنگ'' کراچی نے اپنے دفاتر میں پہلا کمپیوٹر نصب کیا جس نے کئی دہائیوں کی تاریخ بدلی اور کاتبوں کی جگہ آہستہ آہستہ کمپیوٹر نے لے لی۔ اس کمپیوٹر کی قیمت جو ''جنگ'' نے اسّی کی دہائی میں نصب کیا، اُس وقت تقریباً ۵۰ لاکھ روپے تھی۔ اس کے بعد ''نوائے وقت'' میں بھی ہاتھ سے کتابت کا دور ختم ہوا اور یہ سلسلہ کمپیوٹر پر منتقل کیا گیا۔ کتابت کی خوبصورتی کے حوالے سے مونوٹائپ کا تیار کردہ نوری نستعلیق فانٹ لائنوٹائپ کی نسبت زیادہ خوبصورت تھا اور یہی فانٹ کمپیوٹر کے زمانے میں اُردو کی کمپوزنگ کے لیے بہتر ثابت ہوا۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ مختلف کمپنیوں نے اُردو ٹائپ رائٹر کی تیاری کے لیے کوششیں شروع کیں مگر ہر مشین ساز کمپنی نے اپنے ماہرین کی آرا کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے اپنے کلیدی تختے تیار کیے، جو ایک دوسرے سے مشابہ نہیں تھے۔ یوں کئی مختلف کلیدی تختے مارکیٹ میں آ گئے۔ اُردو ٹائپ سیکھنے والا ایک فرد جب کہیں اور جا کر ٹیسٹ دینے جاتا تو پتہ چلتا کہ وہاں موجود ٹائپ رائٹر کا کلیدی تختہ اس کے سیکھے جانے والے کلیدی تختے سے مختلف ہے۔ ابتدا میں درج ذیل ناموں سے کمپیوٹر پر DOS پر مبنی نستعلیق فانٹ تیار کیے گئے:

☆ سرخاب	☆ شاہکار
☆ صدف	☆ خوش نویس
☆ راقم	☆ ہمالہ
☆ شمع	☆ نستعلیق نظامی
☆ کاتب وغیرہ	

ونڈوز آپریٹنگ سسٹم کے آنے کے بعد ونڈوز سسٹم پر مبنی فانٹ میں سے ان پیج نے پرنٹ میڈیا کی تمام تر ضروریات پوری کیں اور ایک عرصہ تک نستعلیق فانٹ اسی سافٹ ویئر کے ساتھ منسلک رہا۔ مگر جب سائبر سپیس کا زمانہ آیا تو یونی کوڈ سے موازنت نہ ہونے کے سبب یونی کوڈ پر مبنی فانٹ کی تیاری کی ضرورت

محسوس کی جانے لگی جو انٹرنیٹ پر اردو کو اس کی اصل شکل نستعلیق میں لانے کے لیے ضروری تھا۔ اس سلسلے میں ایک کوشش فاسٹ لاہور نے ''نفیس نستعلیق'' کے نام سے شروع کی۔ مگر حروف کی بنیاد پر آغاز کے باوجود نقطوں کی وضاحت کے سلسلے میں انھیں بھی بعض الفاظ کے ترسیموں (Ligature) کا سہارا لینا پڑا۔ اس کے ساتھ ساتھ ترسیموں کی بنیاد پر اردو فانٹ ''پاک نوری نستعلیق'' اور ''علوی نستعلیق'' سامنے آئے۔ آج تو مارکیٹ میں کئی اور نستعلیق فانٹ آچکے ہیں۔

اُردو کمپوزکاری کی تربیت کے حوالے سے راقم نے مرکز فضیلت برائے اردو اطلاعیات میں ایک عرصہ تک خدمات دینے والے اور ادارۂ فروغِ قومی زبان کے سینئر کمپوزر نوازش علی کلو کا ایک انٹرویو کیا۔ انھوں نے وضاحت کرتے ہوئے بتایا:

> ''اردو کمپوزکاری کی تربیت کا آغاز اردو سافٹ ویئر خوش نویس، راقم اور شاہکار سے شروع کیا جو کہ DOS بیس تھے۔ ان سافٹ ویئرز میں زیادہ سہولیات نہ تھیں لیکن اس زمانے میں ان سافٹ ویئرز پر اردو کمپوزکاری کا کام کرنا ایک اعزاز کی بات تھی۔ ''ونڈوز'' کے آنے کے بعد ''ان پیج'' سافٹ ویئر نے اپنی جگہ ایسی بنائی کہ DOS کا زمانہ اپنے اختتام کو پہنچا۔ میں نے ''ان پیج'' میں بہت زیادہ کتابیں، سائنسی کتابیں، میگزین، اردو کے قاعدے، مقالہ جات، لغات اور دوسرے کئی تکنیکی کام بھی نہایت آسانی کے ساتھ مکمل کیے''۔ (۱)

اُردو کمپوزکاری کی کہانی بہت دلچسپ ہے۔ اُردو زبان کا تعلق اپنے قبیلے کی اُن زبانوں سے ہے جن کا خمیر عربی زبان سے اُٹھا ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب برعظیم پاک و ہند میں بہت سی زبانیں بولی جاتی تھیں۔ ان میں سے کچھ علاقائی زبانیں تھیں اور کچھ زبانوں کا تعلق براہِ راست حکومتی نظم و نسق کے ساتھ جڑا ہوا تھا۔ ان میں فارسی زبان ایک اہم زبان کے طور پر شمار کی جاتی تھی۔ حکومت اور عوام کے مابین رابطے کی زبان فارسی تھی۔ اس کے ساتھ اُردو زبان کا چلن بھی عام تھا اور اُردو زبان بتدریج فارسی زبان پر برتری حاصل کرتی جا رہی تھی۔ لیکن ٹائپ رائٹر کی تیاری کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو پہلے فارسی زبان کا ٹائپ رائٹر ہی تیار کیا گیا۔ اس ضمن میں رضا علی عابدی اپنے ایک مضمون ''قلم سے کمپیوٹر تک'' میں لکھتے ہیں:

> ''۱۸۷۷ء میں ہندوستان کی ساری کارروائی زبان فارسی میں ہوتی تھی۔ لوگ بولتے اُردو تھے، شعر اُردو میں موزوں کرتے تھے لیکن لکھتے فارسی تھے۔ نجی خطوط اور پوسٹ کارڈ

تک فارسی میں لکھے جاتے تھے۔ درخواستیں، عرضیاں، عذرداریاں، سب کی سب فارسی میں ہوا کرتی تھیں۔ اب جو ولکنس نے فارسی ٹائپ تیار کیا تو ساری سرکاری دستاویزیں اور قواعد و ضوابط فارسی میں طبع ہونے لگے۔ پھر کلکتے میں پہلی ادبی کتاب چھپی جو نستعلیق ٹائپ میں کمپوز کی گئی۔ یہ فرانسس بالفور کی ''The Form of Haerkeru'' تھی۔ اس میں ہر قسم کی کاروباری دستاویزات اور خط و کتابت کے نمونے جمع کر دیے گئے تھے۔ اسی کو ایک لحاظ سے برصغیر میں اُردو طباعت کی ابتدا کہا جاسکتا ہے''۔ (۲)

(الف) کلاسیکی طریقہ

اُردو کمپوزکاری کے لیے ٹائپ رائٹر کی ایجاد کے حوالے سے اگر تحقیق کی جائے تو اس سلسلے میں یہ بات ثابت ہو گی کہ کمپوزکاری کا بنیادی ماخذ کتابت سے لیا گیا تھا۔ جس طرح کتابت میں لفظوں کے جوڑ، شوشے، دائرے اور لائنوں کی ترتیب کو مدِ نظر رکھ کر کتابت کی جاتی ہے۔ بالکل اسی طرح کمپوزکاری کے لیے اُردو ٹائپ رائٹر ایجاد کرتے وقت بھی ماہرین نے اس بات کا خیال رکھا کہ ٹائپ کرتے وقت لفظوں کو کتنے حصّوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ کون سا لفظ شروع میں آئے گا تو اس کی حالت کیا ہو گی؟ اگر وہ لفظ درمیان میں آرہا ہے تو اسے کیا شکل اختیار کرنی ہو گی اور یہی لفظ آخر میں آئے گا تو اس کی صورت کیا ہو گی۔ اُردو عبارت میں کچھ لفظ ملا کر لکھے جاتے ہیں اور کچھ الفاظ الگ الگ تحریر کیے جاتے ہیں۔ اُردو کمپوزکاری کے لیے ٹائپ رائٹر بناتے وقت بھی اِنھی اُصولوں کو مدِ نظر رکھا گیا۔ جس طرح کہ وضاحت کی گئی ہے:

''ہاتھ کی تحریر کے لیے اُردو حروف تین حصّوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ (۱) اوپر سے نیچے کو لکھے جانے والے جیسے ال م ن وغیرہ (۲) دائیں سے بائیں کو لکھے جانے والے جیسے ب ت ف ک وغیرہ (۳) بائیں سے دائیں کو لکھے جانے والے جیسے ج، ع، ے وغیرہ۔ کچھ حروف مخلوط ہیں یعنی انہی تین صورتوں میں سے دو کے ذریعہ لکھے جاتے ہیں جیسے ط، ص وغیرہ ا، ر، د، و اور ان کے ہم شکل حروف اپنے ماقبل سے ملتے ہیں مابعد سے ترکیب نہیں پاتے اور ط، ھ اپنی اصلی شکل پر قائم رہتے ہیں۔ باقی تمام حروف کی آخر میں سالم شکل باقی رہتی ہے۔ ابتدا اور وسط میں مکسور شکل استعمال ہوتی ہے''۔ (۳)

i۔ کتابت

کتابوں کی خفی خطاطی کو کتابت کہتے ہیں جو عموماً کتابوں کو لکھنے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔اس میں چھوٹی چھوٹی نبیں استعمال ہوتی ہیں جن کے مختلف سائز اور نمبر ہوتے ہیں اور یہ تمام نبیں ایک ملی میٹر سے کم ہوتی ہیں۔اس کے ذریعے آرٹ پیپر اور ٹریسنگ پیپر پر براہ راست کتابت کی جاتی ہے۔کتابت میں خطاطی کا مکمل معیار برقرار نہیں رکھا جاسکتا۔تاہم اس میں سطری اُصولوں کو مدِ نظر رکھا جاتا ہے۔

کلاسیکی طریقہ خطاطی کے لیے سب سے پہلے کاغذ تیار کیا جاتا ہے جس کو مقہر اور آہار کہتے ہیں۔اس کو مہرے سے ہموار کیا جاتا ہے اور پھر اس کے بعد اس پر لکھا جاتا ہے۔اس کاغذ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس پر لکھنے کے بعد صاف بھی کیا جاسکتا ہے۔اس کے لیے مختلف قسم کی روشنائیاں خود تیار کی جاتی ہیں جو کہ آج کل مارکیٹ سے بھی دستیاب ہوتی ہیں۔اس میں جلی اور خفی دونوں قسم کی خطاطی کی جاسکتی ہے۔اس میں معیار سے زیادہ مقدار پر توجہ دی جاتی ہے۔اس لیے کتابت کا معیار یکساں نہیں ہوتا اور بہت زیادہ بہتر معیار کا خط ضبطِ تحریر میں نہیں لایا جاسکتا۔

جب وحی کا نزول ہوا تو اس وقت کتابت کی ضرورت محسوس کی گئی۔لہٰذا آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں کم و بیش چالیس کاتبان کو وحی لکھنے پر مامور کیا گیا جن میں خاص طور پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ زود نویس خطاط مشہور تھے۔اس کے علاوہ جنگ بدر کے قیدیوں سے آپ ﷺ نے حُسن سلوک کرتے ہوئے فرمایا کہ:

> ''آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو بکر سے اتفاق کرتے ہوئے اسیران جنگ کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جو قیدی غربت کی وجہ سے فدیہ ادا نہیں کر سکتے تھے اور پڑھے لکھے تھے انھیں دس مسلمانوں کو پڑھنا لکھنا سکھانے کے عوض رہا کر دیا گیا''۔[۴]

یہاں علم تحریر سے مراد کسی زبان کا لکھنا نہیں بلکہ اس کو خوش خط تحریر کرنا مراد لیا جاتا تھا۔یعنی زبان کے ساتھ ساتھ سرکار دو عالم ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں بہت کام کیا اور اس کے فروغ کے لیے آپ نے کاتبان وحی کو ایک خصوصیت عطا فرمائی۔

ii۔ خطاطی

خطاطی ہمارے اسلاف کی پہچان کا ایک تاریخی حوالہ ہے جس میں قرنِ اوّل اسلام سے لے کر دور حاضر تک تمام اصحاب فن اور اُن کے فن پاروں کی قدر افزائی کی جاتی تھی۔خطاطی ہماری تاریخ کا وہ حوالہ ہے جس

کے باعث ہماری تہذیب کا ایک خوبصورت تصور ذہن میں اُبھرتا ہے۔ایک وقت تھا کہ ہمارے معاشرے میں مرد حضرات کے ساتھ ساتھ اعلیٰ گھرانوں کی خواتین بھی شاعری اور خطاطی میں اعلیٰ ذوق کی مالک ہوتی تھیں۔ خطاطی کی تعریف مختصر الفاظ میں کچھ اس طرح سے کی گئی ہے:

> ’’اُردو میں خط کے معنی ہیں نوشتہ، چھٹی، لکھت، تحریر، دستاویز، رخسار، دستخط، نشان، علامت، اصطلاح اقلیدس میں وہ لکیر جس کی لمبائی ہی لمبائی ہو اور عرض و عمق نہ ہو۔ خط یعنی لکیر یا سطر کا تعلق شاید ان لکیروں سے ہو جو کاہن ریت پر بنایا کرتے تھے۔ جن سے کسی ایسے معاملے کے بارے میں پوچھا جاتا تھا کہ اس کا انجام اچھا ہو گا یا بُرا۔ اس مقصد کے لیے کاہن ریت پر لکیریں اتنی تیزی کے ساتھ کھینچتا کہ جس کو کوئی گن نہیں سکتا تھا۔ اس کے ساتھ ایک خادم ہوتا تھا جب کاہن لکیریں کھینچ رہا ہوتا تھا تو خادم یہ الفاظ پڑھتا تھا کہ عیان کے دو بیٹو نتیجہ بتانے میں جلدی نہیں کرو کاہن دو، دو کر کے لکیریں مٹانا شروع کر دیتا تھا۔ اگر دو باقی رہتیں تو سمجھا جاتا کہ کام ہو گا ورنہ نہیں‘‘۔(۵)

اس کے بعد بنیادی طور پر خط کے معنی رسم کتابت کے ہو گئے یعنی مافی الضمیر بیان کرنے کا طریقہ جس طرح امراء القیس کے کلام میں اس کا ترقی پذیر طریقہ نظر آتا تھا۔ خطاطی ایک ایسا فن ہے جس نے اپنی ایک خوبصورت جمالیاتی تاریخ مرتب کی ہے۔ دنیا بھر کے عجائب گھر اس اسلامی فن سے مالا مال نظر آتے ہیں۔ اب مغرب میں بھی خطاطی کو ایک عظیم فن کے طور پر تسلیم کیا جا رہا ہے مگر ہمارے ہاں اس سطح پر خطاطی کی مسلّمہ اہمیت کو اُس طرح سے اُجاگر نہیں کیا گیا جس طرح سے اس کا استحقاق تھا۔ خطاط کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ شاہ ایران نے خطاط میر خلیل اللہ شاہ کی شان میں قصیدہ لکھا اور شہزادی زیب النساء نے آقا عبدالرشید دیلمی کے اعزاز میں تعریفی اشعار کہے۔ آقا عبدالرشید دیلمی جو اپنے عہد کے استاذ الاساتذہ تھے اور شہزادوں اور شہزادیوں کے اتالیق تھے۔ آج کے مشینی دور میں نوجوانوں کی اکثریت اس علم و فن میں ویسی دلچسپی نہیں لے رہی ہے۔ اسی لیے تو رومیؔ، جامیؔ، سعدیؔ اور اقبالؔ جیسے عظیم مفکرین کو سمجھنے میں مشکلات پیش آ رہی ہیں۔ اسلامی دنیا میں خطاطی اور خوش نویسی کو خاص مقام حاصل رہا ہے۔ جس طرح سے خطاطی اور خوش نویسی کے فن پاروں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اس کے پیش نظر مسلم دنیا کا طباعت کی طرف رجحان ہونا ایک فطری بات تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مغرب نے مشینوں کی ایجاد اور طباعت کے حوالے سے بہت ترقی کی۔ مغربی ترقی کو دیکھتے ہوئے مسلمانوں نے اس کا جائزہ لیا اور جدید طباعت کے حوالے سے بہت کام کیا۔ حضور

اکرم ﷺ پر وحی کی آمد کے بعد قرآن مجید کی کتابت کو بہت شدّت سے محسوس کیا جانے لگا۔ معروف خطاط عرفان احمد قریشی نے اس ضرورت کو کچھ اس طرح سے بیان کیا ہے:

"قرآن حکیم کی سادہ کتابت دور نبوی ﷺ میں بھی ہوتی رہی اور چاروں خلفائے راشدین کے دور میں بھی۔ بنواُمیہ کے دور میں خاص پیش رفت یہ ہوئی کہ عربی حروف و الفاظ کو نقاط اور اعراب کے ساتھ لکھنا شروع کیا گیا تاکہ کسی بھی علاقے کے لوگوں کو قرآنِ حکیم کے پڑھنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔ بنوعباس کے دور میں خطاطی کو بطور فن بے حد فروغ ملا اور اسی دور میں خط کے اُصول اور قاعدے مرتب ہوئے جن کا اولین ترتیب دہندہ ابن مقلہ تھا جو خلیفہ کا وزیر اعظم بھی تھا اور ایک اُستاد خطاط بھی"۔(۶)

(ب) میکانی/برقی طریقہ

ایک وقت تھا جب میکانی ٹائپ رائٹر پر ٹائپ کرتے ہوئے نہ صرف ٹائپ کرنے والا بلکہ اس کے ارد گرد کے لوگ بھی اس مشینی آواز کو سن سکتے تھے۔ اس کے علاوہ اس میں ٹائپ کرنے کے لیے انگلیوں کو اپنی پوری طاقت کے ساتھ استعمال کرنا پڑتا تھا۔ کمپیوٹر کے آنے سے پیشتر میکانی ٹائپ رائٹر کسی حد تک برقی ٹائپ رائٹروں سے بدل دیے گئے۔ تاریخی حوالے سے اگر جائزہ لیا جائے تو اس بات کی گواہی ملتی ہے کہ:

"۱۷۹۰ء میں دربار معلّی دارالخلافہ شاہ جہاں آباد (دہلی) میں فارسی نستعلیق کا ٹائپ بنایا گیا۔ وہاں سے ایک اخبار فارسی میں شائع ہوا جس کا نام "خلاص اخبار دربار معلّی۔ دارالخلافت شاہ جہاں آباد اس کا نمونہ کلکتہ کرانیکل میں ۸/جولائی ۱۷۹۰ء کو شائع ہوا"۔(۷)

اسی حوالے سے پروفیسر سید محمد سلیم مزید لکھتے ہیں کہ:

"۱۸۸۴ء- اتمام مرجنٹلر (Uttman Mergenthaler) نے سطری ٹائپ (Lino Type) کا طریقہ دریافت کیا"۔(۸)

مذکورہ حوالوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ٹائپ کی ضرورت واہمیت کو بہت پہلے محسوس کیا جانے لگا تھا۔ چنانچہ اس حوالے سے کی گئی کوششیں آخر کار بارآور ثابت ہوئیں اور ۱۹۶۳ء میں پاکستان میں غالباً پہلی مرتبہ مرکزی لینگوئج بورڈ نے ٹائپ رائٹر کی بورڈ کی معیار بندی کا کام سرانجام دیا۔ دوسری مرتبہ ۱۹۷۴ء میں ٹائپ رائٹر کو انگلیوں پر دباؤ کے لحاظ سے زیادہ استعمال ہونے والے حروف کی بنیاد پر ترتیب دیا گیا۔ ۱۹۸۰ء میں

مقتدرہ قومی زبان نے نسخ خط کی بنیاد پر ۴۴ کلیدوں پر مشتمل اُردو حروف اور اعراب کے ساتھ ساتھ گرامر کی علامتوں اور اکیس (۲۱) ریاضی کی علامتوں اور ہندسے لکھنے کی سہولت مہیا کر دی تھی۔ بعد ازاں ۱۹۹۸ء میں مقتدرہ قومی زبان سے اُردو ضابطہ تختی کو ترتیب دیا گیا جس پر برقی اور کمپیوٹر کی بنیادوں پر کی بورڈ کی معیار بندی کا کام مکمل کیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے بعد نادرا اور مائیکروسافٹ جیسے اداروں نے بھی مذکورہ معیار کے تحت کی بورڈ کے استعمال کو متعارف کرایا۔

جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ آج ہمارے استعمال میں جو پرسنل کمپیوٹر موجود ہیں وہ حساب کتاب کرنے کی ایک مشین کے طور پر ایجاد ہوئے تھے۔ بعد ازاں وقت کے ساتھ ساتھ ان میں جدت آتی گئی اور انھیں مختلف مقاصد کے لیے استعمال کرنے کا آغاز ہوا۔ وقت کے ساتھ ساتھ دنیا کی مختلف زبانوں کے اسکرپٹ بھی اس میں شامل ہوتے گئے اور متن پر کام کرنے کے سلسلے میں مختلف سافٹ وئیر بھی Develop ہوتے رہے۔ یوں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ایک ہی پروگرام ایک سے زیادہ زبانوں میں کام کرنے کی اہلیت کا حامل ہونے لگا جس کی وجہ سے ایک ہی قسم کے کمپیوٹر ہارڈ ویئر اور سافٹ وئیر دنیا کے مختلف ممالک میں اپنی اپنی زبانوں میں استعمال ہونے لگے۔ پاکستان میں بیسویں صدی کے آخری عشرے میں کمپیوٹر کے استعمال کا آغاز ہوا اور اکیسویں صدی کے آغاز سے ہی اسے مختلف مقاصد کے لیے استعمال کرنے کا سلسلہ تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔ قومی زبان اُردو میں کمپیوٹر کا استعمال سب سے زیادہ اخبارات نے شروع کیا۔ بعد ازاں تمام میدانوں میں اسے استعمال کیا جانے لگا۔ مقتدرہ قومی زبان میں مائیکروسافٹ کے تعاون سے ونڈو ایکس پی اور آفس ایکس پی کو اُردو میں تبدیل کیا گیا جس کی وجہ سے سسٹم کی سطح پر مختلف سافٹ وئیر میں اُردو کی سپورٹ حاصل ہو گئی۔ یہ وہ نقطہ آغاز تھا جس کی بنیاد پر پاکستان میں یونی کوڈ کی رکنیت مقتدرہ قومی زبان کے توسط سے حاصل کی گئی اور مقتدرہ قومی زبان اُردو کے ساتھ ساتھ پاکستان کی دیگر زبانوں کی معیار بندی کا آغاز ہو گیا۔ اس وقت یونی کوڈ کی بدولت قومی زبان اُردو اور پاکستان کی دیگر زبانیں بھی کمپیوٹر اور دیگر برقی آلات میں پروسس کی جاسکتی ہیں۔ آج اُردو کمپیوٹر کی بدولت اُردو کمپوزکاری کے لیے بہت سے خط مروج ہیں۔ ان خطوں میں ہر خط کی اپنی ایک انفرادیت اور اپنا ایک الگ ڈیزائن پیش کیا گیا ہے۔ ابتدائی دور کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو اُردو کمپوزنگ کے لیے

صرف خط نسخ کا عام رواج تھا۔ جیسا کہ مولوی عبدالقدوس رسم الخط کی انھی خوبیوں اور خامیوں کے حوالے سے بات کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''دیوناگری اور اُردو رسم الخط میں سے کس رسم الخط کی طباعت زیادہ آسان ہے۔ اس مسئلہ پر غور کرتے ہوئے ہمارے سامنے کئی سوال آتے ہیں جن میں سب سے اہم ٹائپ رائیٹر مشین کی کامیابی اور ٹائپ کے مطبعی حروف کی کامیابی کا مسئلہ ہے۔ ناگری حروف میں چونکہ ماترائیں یعنی اعراب حروف کے اوپر نیچے اور بغل میں تینوں جگہ لگائے جاتے ہیں اور ٹائپ رائٹر مشین میں اوپر اور نیچے نشان لگانے کی کوئی ترکیب نہیں ہو سکتی اس لیے ٹائپ رائٹر مشین ناگری رسم الخط کے لیے کامیاب نہیں ہو سکی''۔(۹)

i۔ پرنٹنگ پریس

علم کی تاریخ میں پرنٹنگ پریس کو ایک بنیادی اور اہم حیثیت حاصل ہے کیونکہ اس کی بدولت انسان نے علمی میدان میں جس قدر ترقی حاصل کی ہے وہ زمانہ قدیم کے انسان کے لیے ایک خواب کی حیثیت رکھتی تھی۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ پرنٹنگ پریس ٹیکنالوجی کی دنیا میں ایک انقلابی ایجاد ہے جس کے باعث یورپی دنیا میں بہت سی عظیم کتابوں کی اشاعت کو ممکن بنایا گیا اور یہ ایجاد علم کے پھیلاؤ کا ذریعہ ثابت ہوئی۔ تاریخی حوالے سے اگر پرنٹنگ پریس کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ایجاد پندرھویں صدی میں جوہانس گوٹن برگ ایک سنار کی بدولت ہوئی، جس کا تعلق جرمنی سے تھا۔ بعض تاریخ نگار جوہانس گوٹن برگ کو پرنٹنگ پریس کی ایجاد کا موجد ماننے سے انکار کرتے ہیں کیونکہ ان کی تحقیق کے مطابق گوٹن برگ کی پرنٹنگ پریس کی ایجاد سے چھ سو سال پہلے پریس کی ایجاد ہو چکی تھی جو کہ چینی راہبوں نے کی تھی۔ اس پرنٹنگ پریس میں لکڑی کے بلاکس بنائے جاتے تھے اور ان کو سیاہی میں ڈبو کر کاغذ پر رکھ کر دبانے سے حروف کو کاغذ پر منتقل کیا جاتا تھا۔ اس کے نتیجے میں حروف کاغذ پر کندہ ہو کر چھپ جاتے تھے اور یوں پرنٹنگ پریس کا وجود جوہانس گوٹن برگ سے چھ سو سال پہلے وجود میں آچکا تھا۔ پریس کے حوالے سے مولوی عبدالقدوس ہاشمی ہماری معلومات میں اضافہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''۱۸۰۲ء/۱۲۱۷ھ فارسی اور اُردو زبانوں کا پہلا تجارتی سرکاری مطبع ڈاکٹر گل کرسٹ نے قائم کیا۔ اس کا نام ''ہندوستانی پریس'' تھا۔ اُردو نثر کی پہلی کتاب ''باغ و بہار'' فورٹ ولیم کالج کلکتہ کے سرکاری مطبع سے شائع ہوئی''۔ (۱۰)

اس طریقہ طباعت کے تحت ۸۶۸ء میں چین میں قدیم بدھا کے اقوال پر مشتمل ایک کتاب ''The Diamond Sutra'' طبع کی گئی تھی اور اسے چین کے ایک شہر ڈن ہانگ میں ایک غار میں رکھ دیا گیا اور یہ کتاب ۱۹۰۰ء میں دریافت کی گئی۔ یہ کتاب برٹش لائبریری لندن کے ذخیرۂ کتب میں آج بھی موجود ہے۔ (۱۱)
اس کتاب کی طباعت لکڑی کے بلاکس پر حروف کندہ کر کے کی گئی تھی۔ اس کے بعد گیارھویں صدی میں ایک چینی کسان Pi Sheng نے پہلی بار سفری ٹائپ مشین کو متعارف کروایا۔ یہ کسان ایک عام آدمی تھا جو کہ ٹیکنالوجی کی خوبیوں خامیوں سے کچھ زیادہ متعارف نہیں تھا لیکن اس کے کام کرنے کا طریقہ کار سینکڑوں انفرادی حروف کی منتقلی پر مبنی تھا۔ اس لیے اس کے کام کو Shen Kuo نے آگے بڑھایا اور اپنی تحقیق کے ذریعے اس کو زیادہ تفصیلات کے ذریعے متعارف کروایا۔ اس کے بعد شین کو نے اپنے مضامین Dream Pool Essays کو تفصیل سے متعارف کرانے کے لیے پکی مٹی سے سانچے تیار کیے جن کی مدد سے حروف کو کاغذ پر منتقل کیا جا سکتا تھا۔ اس کے لیے جو سیاہی استعمال کی جاتی تھی وہ صنوبر کے درخت کی گوند اور کاغذ کی راکھ سے تیار کی جاتی تھی۔ اس طریقۂ طباعت کو شین کو نے پائی شینگ کا نام دیا تھا جس کی تعریف کرتے ہوئے شین کو خود بتاتا ہے کہ:

''یہ بہت تیزی کے ساتھ ہزاروں کاپیاں تیار کرنے کا ذریعہ ہے''۔ (۱۲)

شین کو کا یہ طریقۂ طباعت بارھویں اور تیرھویں صدی میں بھی چین میں رائج رہا۔

چودھویں صدی میں چین کے ایک سرکاری افسر Wang Chen جو ایک زرعی ماہر تھا، اس نے میٹل کے حروف پر مشتمل ایک سانچہ تیار کیا جس میں ٹن اور تانبے کا استعمال کیا گیا تھا۔ وانگ چن نے اپنی زراعت پر لکھی گئی کتابوں کی سیریل کو اس طریقۂ کار کے تحت مکمل کیا۔ یہ طریقہ طباعت چین میں اٹھارویں صدی تک رائج رہا۔ اس طریقہ کار کے تحت چودھویں صدی میں کوریَن کے ایک راہب نے بدھا کے اقوال پر مبنی دو جلدوں کی ایک کتاب کو پرنٹ کیا۔ یہ ایک قدیم کتاب ہے جو نیشنل لائبریری فرانس میں موجود ہے۔

یہ طریقہ طباعت یورپ میں تو کافی مقبول ہوا لیکن ایشیائی ممالک میں اس کو اس قدر پذیرائی حاصل نہ ہو سکی۔ پندرھویں صدی میں گوٹن برگ نے پرنٹنگ پریس کو ترقی دیتے ہوئے اسے بہتر طریقہ کار کے تحت

متعارف کروایا جس کے باعث بائبل، موسیقی اور دیگر علوم وفنون پر کتب طبع کی گئیں اور اس طرح عام لوگوں کو پرنٹنگ پریس کی ایجاد کے فوائد حاصل ہونا شروع ہو گئے۔

> ''موجودہ دور میں طباعت کے لیے عام طور پر کتابت کے مختلف طریقے رائج ہیں۔ایک طریقہ تو یہ ہے کہ ایک خاص قسم کے چکنے باریک شفاف کاغذ جس (بٹر پیپر) کہتے ہیں،ان پر کاتب مخصوص پکی سیاہی جیسے (Pelikan Ink)''۔[۱۳] کہتے ہیں،سے لکھ کر مسودہ تیار کرتا/لکھتا ہے جس کے بعد اس کی کاپیاں جوڑ کر پلیٹ بنائی جاتی ہے''۔

یہ سائز بالعموم طے شدہ ہوتا ہے اور اسے چھوٹا یا بڑا نہیں کیا جاسکتا۔لہٰذا جس قدر طباعت کی ضرورت ہوتی ہے اس کے مطابق کاتب مسودہ تیار کرتا ہے۔

کتابت کا دوسرا طریقہ قدرے مہنگا ہے لیکن یہ طریقہ معیاری اور عمدہ ہے۔اس طریقہ کار کے تحت کتابت بٹر پیپر کی بجائے بڑے سائز کے ڈرائینگ کارڈ یا اعلیٰ قسم کے سفید کاغذ پر کی جاتی ہے اور یہ کتابت مطلوبہ سائز سے بڑی ہوتی ہے جسے بعد میں حسب خواہش چھوٹا (Reduce) یا بڑا (Enlarge) کر کے اس کی فلم یعنی نیگیٹو یا پازیٹو بنایا جاتا ہے۔اس میں کتابت کا معیار بہتر ہوتا ہے۔اس لیے کہ کتابت اصل سائز سے بڑی ہوتی ہے اور اس میں کششوں، سطحوں، دائروں اور شوشوں وغیرہ کا بہتر اہتمام کیا جاتا ہے اور جب اسے چھوٹا کیا جاتا ہے تو اصل نشان تحریر بالکل درست منتقل ہو جاتا ہے۔ان کاپیوں کو بعد میں جوڑ کر مطلوبہ سائز پلیٹ بنائی جاتی ہے۔

کتابت کا تیسرا طریقہ (جو موجودہ دور میں عام استعمال ہوتا ہے) لیتھو پیپر پر کتابت ہے۔لیتھو پیپر ایک خاص قسم کا پیلے رنگ کا کاغذ ہوتا ہے۔اس کاغذ پر ایک خاص قسم کی سیاہی کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔اس کاغذ کا سائز بھی طے شدہ اور معین ہوتا ہے اور اس پر جو کچھ کتابت کیا جاتا ہے اس سے براہ راست پلیٹ تیار کر لی جاتی ہے۔

کتابت کے یہ تینوں طریقے پرنٹنگ پریس کے مقابلے میں زیادہ تیز رفتار نہیں ہیں۔کیونکہ پہلے کاتب/خوش نویس بہت سست رفتار سے لکھتا ہے، کیونکہ کاتبوں کا علمی معیار زیادہ بہتر نہیں ہوتا۔اس لیے تحریر میں غلطیوں کا معیار اور خدشہ بھی کافی حد تک زیادہ ہوتا ہے۔ضروری ہوتا ہے کہ کتابت شدہ مواد کو پڑھ کر اصل مسودہ کے مطابق غلطیاں لگا کر دوبارہ کاتب کے حوالے کیا جائے تاکہ غلطیاں درست ہو سکیں۔لہٰذا ان غلطیوں کو درست کرنے میں بہت سا وقت ضائع ہو جاتا ہے۔

دنیا بڑی تیزی سے ترقی کر رہی ہے اس لیے ضروری ہے کہ کتابت کی رفتار کر تیز کرنے کے لیے بھی اقدامات کیے جائیں۔ جن میں خاص طور پر اخبارات کے حوالے سے تو اس کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ جیسا کہ ابھی اگر کوئی اہم واقعہ پیش آیا تو اُدھر اس کی خبر بنا کر فوری اخبار میں لگانا ہوتی ہے، اس لیے کاتب کا روایتی طریقہ اس برق رفتار زندگی کا ساتھ نہیں دے سکتا۔

اُردو کتابت کو جدید سائنسی دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے نوری نستعلیق کی ایجاد کی گئی جو اس وقت بہت زیادہ مہنگا ہونے کی وجہ سے عام پریسوں کے لیے خریدنا ممکن نہ تھا۔ جس کے باعث خطاطی کے اُصول وضوابط طے کیے گئے تاکہ طباعت میں سہولت اور نفاست پیدا کی جاسکے۔ اس حوالے سے رشید حسن خان لکھتے ہیں:

> ”ہر شخص ہر کام کا اہل نہیں ہوتا۔ ترقی اُردو بورڈ اور انجمن ترقی اُردو، یہ دو ادارے مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ ادارے اس قابل ہیں کہ اربابِ نظر کو جمع کر سکیں اور علمی وفنی نقطۂ نظر کے ساتھ ساتھ دورِ حاضر کی ضرورتوں کو بھی ملحوظ رکھ کر، بعض مسائل کا فیصلہ کر سکیں۔ یہ ادارے ایسے ہیں کہ فیصلوں کو نافذ بھی کر سکتے ہیں۔ یہ کام ان اداروں کا ہے کہ خطاطی اور طباعت کے ماہرین کو جمع کر کے اس پر غور کریں کہ کیا کچھ تبدیلیوں کی ضرورت ہے اور ساری تفصیلات کو سامنے رکھ کر باضابطہ فیصلے کیے جائیں۔ علمی مسائل اور فنی ضوابط، علمی و فنی سطح پر ہی طے کیے جا سکتے ہیں۔ پہلی نظر میں بعض تبدیلیوں کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ خطاطی کے ضابطے جب مرتب کیے گئے تھے، تب پریس کا وجود نہیں تھا۔ اب خطاطی کا وہ تصور دھندلا چکا ہے اور پریس کی ضرورتوں نے اہمیت اختیار کر لی ہے۔“(۱۴)

علمی و ادبی کتابوں کی طباعت کے حوالے سے اگر بات کی جائے تو مختلف صورتِ حال ہمارے سامنے آتی ہے۔ ان میں سب سے پہلا فرق تو یہ ہے کہ علمی کتب کی اشاعت مخصوص بنیادوں پر کی جاتی ہے۔ ان کتب کا ایڈیشن عام طور پانچ سو یا ہزار کی تعداد پر مشتمل ہوتا ہے جبکہ نصابی کتب کی طباعت لاکھوں میں ہوتی ہے۔ اس لیے زیادہ تعداد میں کتب چھاپنے کے لیے جدید ترین اور تیز ترین آفسٹ مشینوں کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ مطلوبہ تعداد میں جلد از جلد کتب شائع کی جا سکیں۔ پرانے اور عام پریسوں میں تو پرانی طرز کی مشینری نصب ہوتی ہے جو جدید تقاضوں کے مطابق کام کرنے سے قاصر ہوتی

ہے۔ علمی وادبی حوالے سے اگر بات کی جائے تو اس کا تعلق ایک عام قاری سے ہوتا ہے اور وہ کتابوں کی خرید، اپنی پسند، شوق اور استطاعت کے مطابق کرتا ہے۔ اس پر کوئی پابندی نہیں ہوتی کہ وہ کتاب ضرور خریدے۔ اس کے مقابلے میں نصابی کتب کی اگر بات کی جائے تو اس کا تعلق خالصتاً ضرورت سے ہوتا ہے اور طالب علم کا مالی اعتبار سے صاحبِ استطاعت ہونا ضروری نہیں ہوتا۔ اس کو اپنی نصابی کتاب ہر حال میں خریدنا ہوتی ہے۔ اس لیے طباعت کے ایسے طریقۂ کار اختیار کیے جائیں جن کی وجہ سے مجموعی اخراجات کم ہوں تاکہ اس طرح کتاب کی قیمت میں بھی کمی رہے۔

ii۔ ٹائپ رائٹر

اُردو ٹائپ کے ذریعے طباعت کے حوالے سے اگر بات کی جائے تو یہ موضوع دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ عربی رسم الخط کی بہت ساری پیچیدگیوں کے باوجود یورپ میں سولھویں صدی کی ابتدا میں عربی کتب ٹائپ میں شائع ہونا شروع ہو گئی تھیں۔ اس حوالے سے ڈاکٹر سلیم الدین قریشی لکھتے ہیں:

> ''پیرس کے روبرٹ گرینجن کو جو سولہویں صدی میں عربی ٹائپ بنانے کا سب سے بڑا ماہر سمجھا جاتا تھا، اسے یورپ کی طرف سے تاکید کی گئی تھی کہ وہ اپنے تیار کردہ ٹائپ رائٹر کو کسی بھی حالت میں روم سے باہر نہ جانے دے تاکہ پروٹسٹنٹ مبلغین کو مشرقی ممالک میں جہاں کیتھولک مذہب اس وقت تک پوری طرح قدم نہ جما سکا تھا اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے کا موقع نہ مل سکے''۔ (۱۵)

اس صدی کے شروع میں خطِ نسخ اتنی زیادہ تیزی سے ترقی کرتا گیا کہ بہت بڑی ضخیم کتابیں بھی خطِ نسخ میں شائع ہونے لگیں۔ پھر ہندوستان میں جب اٹھارھویں صدی کے آخری عشرے میں کتابوں کی طباعت کا سلسلہ شروع ہوا تو فارسی اور اُردو کے لیے سب سے پہلے ٹائپ رائٹر ہی استعمال کیا گیا۔ اس حوالے سے اگر جائزہ لیا جائے تو محمد سجاد مرزا لکھتے ہیں:

> ''اُردو طباعت کا سلسلہ سب سے پہلے ٹائپ رائٹر سے ہی شروع ہوا نہ کہ لیتھو میں''۔ (۱۶)

اس زمانے میں اسلامی زبانوں کی اشاعت اور ان کے پریسوں کا سب سے بڑا مرکز ایسٹ انڈیا کمپنی کے باعث کلکتہ تھا۔ یہاں سرکاری طور پر عربی، فارسی اور اُردو کے پریس قائم کیے گئے تھے جو سب کے سب ٹائپ ہی

کی بنیاد پر کتابیں طبع کرتے تھے۔ چارلس ولکنز کو ہندوستان میں طباعت کا باوا آدم قرار دیا جاتا تھا۔ اس نے اٹھارھویں صدی میں بنگالی اور فارسی ٹائپ رائٹر ڈیزائن کیے۔ یہ ٹائپ رائٹر کلکتہ میں فارسی کتب کی طباعت کے لیے استعمال کیے جاتے تھے۔ ۱۷۸۱ء میں ہندوستان میں فارسی نستعلیق ٹائپ رائٹر کا پہلا نمونہ تیار کیا گیا۔ اس پر کلکتہ گزٹ کا پہلا شمارہ ۴۔ مارچ ۱۷۸۴ء کو شائع کیا گیا۔ اس شمارے میں ''خلاصہ اخبار، دربار معلیٰ بہ دار الخلافت شاہجہاں آباد'' کے عنوان سے ایک کالم فارسی ٹائپ میں چھپا ہوا سامنے آیا ہے۔ محمد سجاد مرزا کے مطابق:

"اُردو رسم الخط میں اس کام کو ہندوستان میں فارسی ٹائپ کا پہلا نمونہ قرار دیا ہے"۔ (۱۷)

تحقیقی حوالے سے اگر محمد سجاد مرزا کے بیان کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات درست ثابت نہیں ہوتی کیونکہ جب عربی ٹائپ، نسخ اور نستعلیق میں بڑی تیزی سے ہندوستان میں متعارف ہونے لگا تو کلکتہ کرانیکل کی اشاعت ۱۸۔ مارچ ۱۷۹۰ء کے ایک شمارے میں اس بات کا اعلان کیا گیا کہ:

''ہمارے پاس عربی اور فارسی کے نہایت اعلیٰ درجے کے اور متنوع ٹائپ موجود ہیں۔ اس شمارے میں یہ اعلان بھی کیا گیا کہ جلد ہی نستعلیق ٹائپ میں "دیوان حافظ" کا ایک نسخہ شائع کیا جائے گا''۔ (۱۸)

فارسی نستعلیق کا یہ ٹائپ نہ صرف کلکتہ میں استعمال ہوتا تھا بلکہ فورٹ ولیم کالج کی ابتدائی کتب بھی اس ٹائپ میں طبع ہوتی تھیں۔ یہاں اس بات کا تذکرہ ضروری ہے کہ ولکنز نے اس ٹائپ کو وضع کرتے وقت ہاتھ سے لکھے جانے والے خطِ نستعلیق کو اپنے سامنے رکھا اور ہندوستان میں شائع ہونے والی اُردو کی ابتدائی کتب نستعلیق ٹائپ میں شائع کیں۔ یہ ٹائپ معیاری قرار نہیں دیا گیا۔ اس زمانے میں نستعلیق کی نزاکتِ فن کو ٹائپ میں محفوظ رکھنا ممکن نہ تھا جس کے باعث یہ ٹائپ زیادہ مقبولیت حاصل نہ کر سکا۔ چنانچہ گلکرسٹ نے نستعلیق ٹائپ کے ساتھ ساتھ نسخ ٹائپ کو بھی رواج دینے کے لیے کوششیں شروع کر دیں۔ اگر ہم ٹائپ کے حوالے کی پیش کی جانے والی تجاویز اور کوششوں کا جائزہ لیں تو انھیں تین ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

پہلا دور	۱۸۰۱ء	سے	۱۹۳۰ء تک
دوسرا دور	۱۹۳۰ء	سے	۱۹۴۷ء تک
تیسرا دور	۱۹۴۷ء	سے	۱۹۸۰ء تک (نوری نستعلیق تک) (۱۹)

یہ مختلف تنظیموں اور اداروں کے تحت اُردو ٹائپ کی تحقیق و ترقی کے ساتھ ساتھ انفرادی سطح پر کی جانے والی کوششوں پر محیط ہے۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ ٹائپ کی ترقی کے پہلے دور کا آغاز فورٹ ولیم کالج سے

ہوتا ہے۔ فورٹ ولیم کالج کا قیام جولائی ۱۸۰۰ء میں عمل میں آیا تو طباعت کا اہم مسئلہ سامنے آیا کیونکہ نصابی کتب کی عدم دستیابی کے سبب گلکرسٹ نے منشیوں کو درسی کتب کی تدوین کا کام سونپا اور خود مسودات کی طباعت پر توجہ دی۔ اس نے طباعت کا کام کئی پریسوں کے حوالے کیا۔ جنوری ۱۸۰۲ء میں اس نے کتابوں کی فہرست ارباب اختیار کو دی اس میں کلکتہ کے کئی پریسوں کے نام سامنے آتے ہیں، جن میں خاص طور پر ہرکارہ پریس، کلکتہ پریس، ٹیلی گراف پریس، میسور پریس اور مارننگ پوسٹ پریس خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ طباعت کے کام کو تیز کرنے اور مشکلات کو دور کرنے کے لیے گلکرسٹ نے پریس کا انتظام کرنے کی کوشش کی اور جنوری ۱۸۰۱ء کو کالج کونسل کے سیکرٹری کے نام ایک خط میں انھوں نے لکھا:

> ''مسٹر فرانس گلیڈون نے ٹائپ اور طباعت کا دوسرا سامان جو کالج کونسل کو دیا ہے غالباً اس سے بہتر سامان اس وقت دستیاب نہیں ہو سکتا۔ یہ سامان مجھے دے دیا جائے کیونکہ ہندوستانی زبان کی کتابوں کی طباعت کے سلسلے میں اس سامان کو اپنی تحویل میں لے کر میں شعبے کے کام میں لانا چاہتا ہوں''۔ (۲۰)

مذکورہ خط کے حوالے سے یہ سامان گلکرسٹ کو دے دیا گیا اور اس نے اُردو رسم الخط کے سلسلے میں کئی تجربے کیے اور عربی رسم الخط کا ٹائپ اُردو میں رائج کیا۔ عربی ٹائپ کے ساتھ اس نے نستعلیق ٹائپ پر بھی خاص توجہ دی۔ چنانچہ ۱۹۰۸ء تک فورٹ ولیم کالج نستعلیق ٹائپ میں ضخیم کتابیں طبع کرنے کے قابل ہو گیا۔ اس طرح ۱۸۸ صفحات پر مشتمل نستعلیق ٹائپ میں شائع شدہ ''منتخب اللغات'' کی مثال دی جاسکتی ہے جو فورٹ ولیم کالج پریس کے تحت اُردو میں خاص طور پر نستعلیق ٹائپ میں شائع کی گئی۔ اس حوالے سے محمد سجاد مرزا لکھتے ہیں:

> ''اُردو کا بہتر ٹائپ بنانے کے لیے فورٹ ولیم کالج کلکتہ میں بڑی کوشش کی گئی۔ ہندوستان کے گوشے گوشے سے خوش نویس کلکتہ میں جمع کیے گئے۔ فارسی دانوں کا زور اور نستعلیق کی ہوا چلی ہوئی تھی۔ بس اُردو کے ٹائپ کے لیے بھی نستعلیق رسم خط ہی پیشِ نظر رکھا گیا۔ وہ رسم خط جو عمدہ کاغذ پر بہترین برد کے قلم اور چینی سیاہی سے برسوں کی مشق کے بعد گھنٹوں میں لکھا جاتا تھا، اس کو لوہے کے سانچے میں مقید کیا جانے لگا۔ تیس، چالیس برس کی جستجو کے بعد مروجہ نستعلیق کا ٹائپ تیار ہوا۔ اس سے فارسی اور اُردو کی متعدد کتابیں چھاپی گئیں''۔ (۲۱)

اس کے بعد فورٹ ولیم کالج کے زیر اہتمام نستعلیق ٹائپ میں بہت سی کتابیں شائع کی گئیں جن میں کلیات میر، باغ و بہار، آرائش محفل، انتخابِ غزلیات کلیاتِ سودا اور منتخب اشعار از شعرائے ہند وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ اگرچہ حرفوں کی غیر مانوس نشست اور ان کے درمیان خلا، خوبصورتی اور فن شناسی کے حوالے سے زیادہ موزوں نہ سہی مگر فورٹ ولیم کالج کا یہ بہت بڑا احسان تھا کہ اس نے اُردو زبان کو دنیا کی دیگر ترقی یافتہ زبانوں کے مقابل کھڑا کرنے کی لیے کتابت کی جگہ ٹائپ کو اختیار کیا۔ آج اگر اُردو کو تکنیکی اور سائنسی اعتبار یہ مقام حاصل ہے تو اسے یہاں تک پہنچانے کے لیے صدیوں کا سفر طے کرنا پڑا ہے جس میں فورٹ ولیم کا کردار بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔

وقت گزرنے کے ساتھ نسخ ٹائپ کی جگہ اگرچہ نستعلیق نے لے لی تھی لیکن بہت سے رسائل نے اسے رواج نہیں دیا۔ ایسے میں سر سید نے اپنے مشن کی اشاعت کے لیے جو بھی رسائل جاری کیے وہ سب کے سب نسخ ٹائپ میں شائع ہوتے تھے۔ اس سے پہلے سر سید نے کئی انگریزی کتابوں کے تراجم بھی ٹائپ میں شائع کیے تھے۔ ان کتابوں میں رولن کی Ancient History of Greece کا اُردو ترجمہ ''یونان کی قدیم تاریخ'' ۱۸۶۵ء میں ٹائپ میں شائع کیا گیا تھا۔ مارچ ۱۸۶۶ء میں اخبار سائنٹفک سوسائٹی، ایلفنسٹن کی ''تاریخ ہند'' اور رسالہ ''تہذیب الاخلاق'' بھی نسخ ٹائپ میں چھپتا تھا جو اپنے دور کا دیدہ زیب ٹائپ تھا۔ سر سید احمد خان نے اُردو ٹائپ کی ترقی میں براہ راست کوششیں نہیں کیں لیکن پہلے سے مروج ٹائپ کو اختیار کرتے ہوئے ''تہذیب الاخلاق'' اور ''الہلال'' کو اُردو ٹائپ میں شائع کیا۔

اُردو ٹائپ کی ترویج و ترقی کو عوام الناس میں روشناس کرانے اور عوامی سطح پر اسے مقبول بنانے کے لیے پندرہ روزہ ''الہلال'' نے نمایاں کردار ادا کیا۔ ۱۳/جولائی ۱۹۱۲ء کو جب ''الہلال'' کا آغاز ہوا تو اس کا پہلا شمارہ ہی ٹائپ میں شائع کیا گیا۔ اس میں ترکی، فارسی اور عربی خط ٹائپ (فانٹ) کا استعمال کیا گیا۔ کتابت کی بجائے اس رسالے کو ٹائپ میں اس لیے شائع کرنے کی ضرورت پر زور دیا گیا کہ مولانا ابوالکلام آزاد اُردو طباعت کو دنیا کی ترقی یافتہ زبانوں سے قریب تر لانا چاہتے تھے اس لیے انھوں نے ہر قسم کی مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے ''الہلال'' کو ٹائپ میں طبع کرنے کے اقدام کیے۔ ابتدائی مشکلات کے حوالے سے مولانا ابوالکلام ''الہلال'' کے شمارے میں لکھتے ہیں:

''سب سے بڑی مشکل تر کی ٹائپ کی وجہ سے پیش آئی۔ اُردو کے عام رائج الوقت ٹائپ سے یہ اپنے خانوں کی ترتیب اور تعداد میں بالکل مختلف ہے۔ اُردو ٹائپ کے اوپر نیچے دو کیس ہوتے ہیں مگر اس کے مرکبات کی کثرت کی وجہ سے چار ہیں، پھر خانوں کی ترتیب بھی بالکل مختلف ہے اور جب تک کچھ عرصے اس پر مشق نہ کرلیں یہاں کے عام کمپوزر کام نہیں کر سکتے۔ پریس کے متعلقات کو بہم پہنچا کر ہم نے ''الہلال'' کا اعلان کر دیا لیکن عین وقت پر کمپوزر کام کرنے سے عاجز ثابت ہوئے اور جس قدر کمپوز کیا وہ بالکل غلط اور بے قاعدہ تھا؛ مجبوراً دوسرے ٹائپ میں از سرِ نو ٹائپ کرایا گیا''۔ (۲۲)

مذکورہ بالا صورتِ حال سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ابتدا میں اُردو ٹائپ میں طباعت کے لیے کن مشکلات کا سامنا تھا۔ ''الہلال'' کو ٹائپ میں شائع کرنے کے باعث جہاں بہت سی دوسری مشکلات کا سامنا تھا وہاں سب سے بڑی مشکل پروف کی غلطیوں کی تھی۔ مولانا صاحب جیسے باذوق مدیر جو املا اور ٹائپ کی غلطیوں پر بہت زیادہ توجہ دیتے تھے ان کے لیے ''الہلال'' میں غلطیوں کی بھرمار برداشت نہ تھی۔ وہ ہر وقت اس کوشش میں لگے رہتے تھے کہ طباعت کا معیار کیسے برقرار رکھ کر اسے بلند کیا جائے۔ ''الہلال'' میں غلطیوں کے حوالے سے تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''الہلال'' آغازِ اشاعت سے جس قدر غلط چھپتا ہے اس کا مجھے افسوس ہی نہیں بلکہ ہر غلطی کا دل پر ایک داغ ہے لیکن کیا کروں صحت کی طرف سے بالکل مایوس ہو گیا ہوں۔ پروف تین تین مرتبہ اور چار چار مرتبہ دیکھے جاتے ہیں اور اکثر اوقات آخری پروف خود بھی دیکھ لیتا ہوں لیکن غلط کمپوز کرنے کی نسبت کمپوزیٹروں کی قسم، نہیں معلوم کیسی سخت و شدید واقع ہوئی ہے کہ کسی طرح اپنے ظالمانہ میثاق کی عہد شکنی پر آمادہ نہیں ہوتے...... تاہم مثل اور بہت سی باتوں کے اس لیے بھی سعی جاری ہے''۔ (۲۳)

ٹائپ اور پروف کی غلطیاں اپنی جگہ لیکن اس کے علاوہ انگریزی اور ہندی کی مخصوص آوازوں مثال کے طور پر ٹ، ڈ، ڑ وغیرہ کے لیے حروف کی کمی تھی۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ فارسی اور عربی ٹائپ کو اُردو ٹائپ کے لیے استعمال کیا جا رہا تھا۔ اس میں ٹ کی آواز کو ت سے ظاہر کیا جاتا تھا جیسے گھات، ڈ اور ڑ کے لیے علامت (د، ر) اس طرح استعمال کی جاتی تھی۔ لیکن مولانا ابوالکلام آزاد نے ان بڑی خامیوں کے باوجود ٹائپ سے دل برداشتہ نہیں ہوئے اور قارئین کو رفتہ رفتہ نسخ ٹائپ پڑھنے کی عادت ڈال دی۔ مولانا کا خیال تھا کہ کوئی

زبان اُس وقت تک ترقی نہیں کرسکتی جب تک اسے طباعت میں رواج نہ دیا جائے۔ طباعت کی ترقی اور تکمیل میں ایسا ممکن نہیں کہ حروف کی چھپائی کو اختیار کیا جائے۔ پتھر کی چھپائی میں محدود رہ کر اُردو کی طباعت کبھی ترقی نہیں کرسکتی۔

جون ۱۹۱۳ء میں مولانا محمد علی جوہر نے دہلی سے ''ہمدرد'' کے نام سے ایک روزنامہ نسخ ٹائپ میں شائع کیا جو برصغیر میں پہلا روزنامہ تھا جسے ٹائپ میں جاری کیا گیا۔ روزنامہ ''ہمدرد'' نے ٹائپ پر طباعت کے حوالے سے اتنی ترقی نہ کی کیونکہ اسے بہت سے مسائل پیش آرہے تھے۔ ٹائپ پر اس کی اشاعت بھی بڑھ نہ سکی تو ۱۹۱۴ء میں مولانا محمد علی جوہر نے ''ہمدرد'' کو ٹائپ سے تبدیل کر کے لیتھو پر چھاپنا شروع کر دیا۔

ریاست حیدرآباد دکن میں خاص طور پر جامعہ عثمانیہ نے اُردو ٹائپ کی تحقیق و ترقی میں جو خدمات انجام دی ہیں، انھیں کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ اُردو زبان کے ساتھ ان گہری وابستگی اور دلچسپی کے سبب جامعہ عثمانیہ نے بہت زیادہ تحقیقی کام کیا۔ پہلے جامعہ عثمانیہ میں عربی ٹائپ خریدا گیا اور اس کے بعد مسٹر گارڈن نے نستعلیق خط کا ٹائپ تیار کرانے کے لیے کلکتہ اور ممبئی کے کارخانوں سے رابطہ کیا اور بالآخر معلوم ہوا کہ کلکتہ کی ایک مشنری سوسائٹی نے ایک نستعلیق ٹائپ تیار کرایا ہے اور اسے مارکیٹ میں فروخت بھی کرتی ہے لیکن یہ ٹائپ کافی اصلاح طلب تھا۔ اس کے علاوہ اُردو کی ترقی کے لیے بنیادی ضروریات کو پورا کرنے سے بھی قاصر تھا۔ لہٰذا اس بات پر غور کیا گیا کہ پہلے اس ٹائپ رائٹر کی اصلاح کرائی جائے اور بعد میں اسے خرید لیا جائے لیکن پھر فیصلہ کیا گیا کہ ایک کمیٹی قائم کی جائے جو خط نستعلیق بنانے کے لیے مکمل تجاویز پیش کرے۔ اس طرح ۲۱/اکتوبر ۱۸۹۵ء کو مولوی محمد عزیز مرزا، اسسٹنٹ ہوم سیکرٹری، مولوی سید احمد مہتمم صدر مجلس بلدہ اور حیدرآباد کے مشہور خطاط مولوی سیّد امام الدین پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس نے بہت غور و خوض کے بعد نستعلیق ٹائپ کا ایک مکمل نمونہ ترتیب دیا۔ مذکورہ کمیٹی نے جو رپورٹ پیش کی اس کا خلاصہ یہ ہے:

> ''جہاں تک ہم نے غور کیا اور دیکھا ہے، ٹائپ بخط نستعلیق یعنی ایسے خط کا جس میں اُردو فارسی لکھی جاتی ہے، بنانے میں دو بڑی دقتیں ہیں نمبر ا سطر بندی سے متعلق ہے۔ نمبر ۲ اس پر مشتمل ہے کہ نستعلیق میں بعض حروف کی اشکال مختلف حروف کے ساتھ ملنے سے مختلف ہو جاتی ہیں''۔ (۲۴)

اُردو میں ٹائپ کے حروف کی شکلوں کی تبدیلی ایک بہت بڑا مسئلہ تھا کیونکہ اُردو میں ۳۶ حروف ہیں۔ ان میں سے اکثر کی چار چار شکلیں ہوتی ہیں۔ ایک شکل مفرد اور تین پیوند، ابتدائی، وسطی اور آخری۔ پھر حرف

کے لحاظ سے اس کے جوڑ مرکب اور متضاد شکلوں کے ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر 'ج' کو 'ہ' کے ساتھ اگر جوڑا جائے تو کیا شکل ہوگی۔ جیم کو جب 'د'، 'ل' وغیرہ سے ملایا جائے تو اس کی کیا شکل ہوگی وغیرہ۔ اس طرح تمام حروف کی اگر الگ الگ شکلیں بنائی جائیں تو یہ تعداد اتنی زیادہ ہو جاتی تھی کہ کسی بھی کمپوزر کے لیے ان کو یاد رکھنا آسان کام نہ تھا۔ اگرچہ اس کے لیے کئی ماہرین نے یہ تجویز بھی پیش کی کہ اگر ایک کاتب الفاظ کے اتنے جوڑوں کو اپنے حافظے میں محفوظ رکھ سکتا ہے تو ایک کمپوزر کو بھی مہارت حاصل کرنے کے بعد اس قابل ہونا چاہیے کہ وہ اپنے ذہن میں ان شکلوں کو محفوظ کر کے کام کر سکے۔ اتنی زیادہ خامیوں کی بنا پر یہ نستعلیق ٹائپ ترقی نہ کر سکا۔

یکم ستمبر ۱۹۱۱ء کو نواب میر عثمان علی خان نے ریاست حیدر آباد دکن کا نظام سنبھالنے کے بعد ریاست میں بہت سے نئے محکمے اور نئے ادارے قائم کرنے کی داغ بیل ڈالی تو دفتری نظم و نسق کو انجام دینے کے لیے ایک بار پھر اُردو ٹائپ کی ضرورت شدت سے محسوس کی گئی۔ عثمانیہ یونیورسٹی میں اُردو ٹائپ پر تحقیق اور ترویج و ترقی کے لیے خصوصی توجہ دی گئی اور اس مشن کو آگے بڑھانے کے لیے نواب میر عثمان علی کی ہدایت پر کام شروع ہوا:

> ''نواب میر عثمان علی خان بہادر نے طلبا کو وظائف دے کر یورپ بھیجا تاکہ وہ اُردو ٹائپ اور اُردو ٹائپ رائٹر کی ایجادات کو مکمل کریں۔ ان کی ریاست کو اس مقصد میں بہت کامیابی ہوئی اور اُردو ٹائپ کا ایک عمدہ نمونہ تیار ہو گیا''۔ (۲۵)

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ نواب میر عثمان علی خان نے اُردو ٹائپ کی اصلاح میں کس قدر دلچسپی کا اظہار کیا۔ اسی دور میں حیدر آباد کے وزیر خزانہ سر اکبر حیدری نے ریاست کے سنٹرل پریس کو ہدایت کی کہ نستعلیق ٹائپ کو فروغ دیا جائے اور اسے مصری ضروریات سے ہم آہنگ کرنے کی کوششیں تیز کی جائیں۔ لہٰذا بہت سی دشواریوں اور غیر معمولی کوششوں کے بعد نستعلیق ٹائپ تیار تو ہو گیا لیکن اس میں بھی بہت سی خامیاں موجود تھیں، جن میں اعراب کی خامیاں خاص طور پر قابل توجہ تھیں۔

بہتر نستعلیق ٹائپ تیار نہ ہونے کے باعث کئی ایک جدید رسم خط کے ٹائپ کی تیاری کا کام شروع کیا گیا جن میں خط عثمانی ٹائپ، خط مجیدی ٹائپ وغیرہ کے ٹائپ متعارف کرانے کی کوشش کی گئیں لیکن یہ بار آور ثابت نہ ہو سکیں۔ ۱۹۴۰ء میں عثمانیہ ٹریننگ کالج، حیدر آباد دکن کے پرنسپل محمد سجاد مرزا نے سر شاہ سلیمان کی ہدایت پر کالج کے ایک خطاط مولوی شیخ احمد حسین مشہدی شاہ آبادی کے اشتراک سے اُردو کا بنیادی خط وضع کر

کے بنیادی ٹائپ وضع کیا اور اس کا فرما ٹائمز آف انڈیا پریس فاؤنڈری، ممبئی سے تیار کروا کر استعمال کیا گیا۔ اس بنیادی خط کے حوالے سے ذکر کرتے ہوئے محمد سجاد مرزا لکھتے ہیں:

''ماہرین تعلیم جانتے ہیں کہ رسمِ خط ایک مصنوعی چیز ہے جس کے سیکھنے کا عمل بچوں کے لیے غیر دلچسپ، خشک اور مشکل ہوتا ہے۔ عثمانیہ ٹریننگ کالج نے بچے کی نفسیات کو سب سے مقدم رکھتے ہوئے پہلے یہ نتائج اخذ کیے:

۱۔ ہاتھ کے خط اور طباعت کے خط میں تھوڑا بہت فرق ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔

۲۔ مجوزہ خط کا سیکھنا بچے یا اجنبی کے لیے سہل ہونا چاہیے۔

۳۔ اُردو خط کی بنیادی خصوصیت یہ ہونی چاہیے کہ اس کے سیکھنے کے بعد عربی خطِ نسخ یا فارسی خط نستعلیق، دونوں پر بآسانی عبور حاصل ہو سکے۔

۴۔ فن طباعت کے جدید ترین اُصولوں کا حتّی الامکان اتنا لحاظ رکھنا چاہیے کہ میکانی ضروریات کی بخوبی تکمیل ہو سکے''۔ [۲۶]

مذکورہ بالا خامیوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے جو نتائج مرتب کیے گئے ان کی روشنی میں ایک بنیادی خط کو رواج دیا گیا۔ اس خط کی خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے سجاد مرزا نے لکھا ہے:

''(۱) اس میں روانی، آسانی اور یکسانی ہے۔

(۲) اس کے حروف مل کر بھی بڑی حد تک اپنی اصل شکل قائم رکھتے ہیں۔

(۳) اس کے حروف اونچے نیچے نہیں ہوتے۔ ان کی ایک ہی کرسی رہتی ہے۔ اس لیے جگہ کم گھیرتے ہیں۔

(۴) اس کے جوڑ ایک دوسرے سے اوپر نیچے نہیں ہوتے اور پورے حرف سے ایک ہی سطح یعنی کرسی پر ملتے ہیں۔

(۵) اس کے جوڑ ہر حالت میں یکساں رہتے ہیں۔ نستعلیق کی طرح موٹے اور پتلے نہیں ہوتے۔

(۶) جوڑوں کی کمی اور طرز خط کے باعث اس کا غیر منقسم ٹائپ بن سکتا ہے۔

(۷) اس کے پورے ٹائپ کی تعداد انگریزی زبان کے ٹائپ کی تعداد سے بھی کم ہو جاتی ہے۔

(۸) اس کے ہر پوائنٹ کا مضبوط ٹائپ بنایا جا سکتا ہے۔

(۹) اس کو ہاتھ یا مشین سے جمانا اور تقسیم کرنا دونوں آسان ہیں۔

(۱۰) اس میں صحت، وضاحت، عجلت، کفایت اور خوبصورتی ہے''۔ [۲۷]

اس بنیادی خط پر جو ٹائپ ترتیب دیا گیا اس کو ''بنیادی ٹائپ'' کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اس کی بنیادی اور بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں اعداد، او قاف اور اعراب کے حرفوں کو ملا کر حروف کی کل تعداد ۲۱۱ تھی جن میں بہت سے حروف کو ٹائپ کی ضرورت کے مطابق چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کیا گیا تھا تاکہ ان کو حروف کی ابتدائی، وسطی اور حتمی شکل بنانے کے لیے آسانی سے استعمال کیا جا سکے۔

جامعہ عثمانیہ نے جہاں اُردو ٹائپ کی ترقی میں بنیادی کردار ادا کیا وہاں انجمن ترقی اُردو نے بھی اُردو ٹائپ کی تحقیق اور رواج دینے کے لیے بساط بھر کوششیں جاری رکھیں۔ اس حوالے سے مولوی عبدالحق لکھتے ہیں:

> ''انجمن اُردو نستعلیق ٹائپ تیار کرنے کی بھی فکر کر رہی ہے۔ اس میں ایک حد تک کامیابی ہو چکی ہے اور اُمید ہے کہ بہت تھوڑے ہی عرصہ میں یہ ٹائپ تیار ہو جائے گا۔ اگر یہ ٹائپ خاطر خواہ تیار ہو گیا اور ان شااللہ ضرور ہو جائے گا تو میں اسے انجمن کی بڑی کامیابی خیال کروں گا''۔ [۲۸]

اس حوالے سے کہا جا سکتا ہے کہ انجمن ترقی اُردو نے نستعلیق ٹائپ کی تیاری باقاعدہ طور پر شروع کر رکھی تھی۔ علاوہ ازیں انجمن نے نسخ ٹائپ کے لیے کوششیں کیں اور انجمن کے زیر اہتمام سہ ماہی ''اُردو'' لیتھو کے بعد نسخ ٹائپ میں شائع ہونا شروع ہو گیا تھا۔ جنوری ۱۹۲۸ء میں رسالہ ''سائنس'' کا اجرا ہوا تو اسے بھی شروع سے ہی ٹائپ میں شائع کیا گیا۔ ۱۹۲۴ء میں انجمن نے اپنا ٹائپ پر مشتمل پریس قائم کر لیا تھا اور اس کا سہ ماہی رسالہ ''اُردو'' اور انجمن کی دیگر کتب بھی اسی پریس میں طبع ہوتی تھیں۔ انجمن ترقی اُردو کے ٹائپ پریس کی کامیابی کو دیکھتے ہوئے ملک کے دیگر اداروں نے بھی ٹائپ میں اُردو کتابیں شائع کرنے کی طرف توجہ دی کیونکہ ٹائپ کا طریقہ کار لیتھو پر کتابیں چھاپنے کے مقابلے میں زیادہ صاف اور واضح تھا۔

اُردو ٹائپ کی ایجاد اور اسے مروج کرنے کے سلسلے میں انجمن ترقی اُردو کی کوششیں کافی حد تک بار آور ثابت ہوئیں اور دسمبر ۱۹۳۹ء میں انجمن ترقی اُردو دہلی کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی ''کل ہند اُردو کانفرنس'' کے پہلے اجلاس میں نواب مہدی یار جنگ بہادر وزیر تعلیمات دولت آصفیہ و وائس چانسلر جامعہ عثمانیہ، حیدر آباد دکن نے اپنے خطبہ صدارت میں اُردو ٹائپ کے حوالے سے مسائل کا ذکر کیا۔ اس کے بعد کانفرنس کے دوسرے اجلاس میں مولوی عبدالحق نے افتتاحی مقالہ پیش کرتے ہوئے ان تاثرات کا اظہار کیا:

''انجمن ترقی اُردو نے بہت عرصہ پہلے اس اہمیت و ضرورت کو محسوس کر لیا تھا۔ مختلف قسم کے ٹائپ کے نمونے تیار کرائے گئے اور ان میں جو سب سے زیادہ بہتر اور مناسب معلوم ہوا، اس کو کچھ عرصے تک انجمن نے استعمال بھی کیا۔ چنانچہ اُردو داں طبقہ کو ٹائپ کے چھاپے سے روشناس اور اس کا عادی بنانے کے لیے انجمن کے رسالے ''اردو'' اور ''سائنس'' ایک مدت سے ٹائپ ہی میں چھاپے جا رہے ہیں''۔ (۲۹)

اسی اجلاس میں اصلاح زبان کے متعلق بھی تجاویز پیش کی گئیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ: اُردو زبان کی ترقی کے لیے یہ بات بہت ضروری ہے کہ طباعت کی خوبصورتی، صحت اور سہولت کے لیے ٹائپ کا استعمال کیا جائے اور ابتدائی درسی کتابیں اُردو ٹائپ میں شائع کی جائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اُردو جرائد اور غیر سرکاری پریسوں سے درخواست کی جائے کہ وہ تھوڑے سے مالی فوائد کی خاطر ٹائپ کے دوسرے فوائد کو نظر انداز نہ کریں۔ ضرورت کے تحت نستعلیق خط میں بعض تبدیلیاں کرنے کو معیوب خیال نہ کیا جائے۔ بصورت دیگر خط نسخ کو ٹائپ کے لیے اختیار کر لیا جائے جو خط نستعلیق سے ملتا جلتا ہو۔ اس کانفرنس میں اصلاح زبان کے ساتھ ساتھ اُردو ٹائپ کے حوالے سے بھی غور فکر کیا گیا اور اس پہلو کی طرف اشارہ کیا گیا کہ اُردو ٹائپ واقعی اُردو زبان کی ترقی اور فروغ کے لیے وقت کی ایک اہم اور بنیادی ضرورت ہے۔ کیونکہ اُردو ٹائپ کے ذریعے ہی طباعت کی مشکلات کو دور کیا جا سکتا ہے۔ انجمن ترقی اُردو نے اُردو نستعلیق ٹائپ پر تحقیق کے کام کو اسی لگن سے جاری رکھا۔ کیونکہ اُردو ٹائپ کا فقدان ہونے کی وجہ سے جو مسائل درپیش تھے وہ اپنی جگہ لیکن اُردو سیکھنے والوں کے لیے بھی ٹائپ کا ہونا ایک اہم اور بنیادی ضرورت تھی۔ ان مسائل کو مدِ نظر رکھتے ہوئے انجمن نے رسمِ خط کو بھی ٹائپ کی سہولت کے مطابق اختیار کرنے پر غور کیا۔ اس حوالے سے مولوی سید ہاشمی فرید آبادی نے ۲۲۔ مارچ ۱۹۳۴ء کو چند تجاویز مرتب کیں جنھیں ۲۱۔ جنوری ۱۹۴۴ء کو ناگ پور میں منعقد ہونے والی کل ہند کانفرنس کے موقع پر ''رسم خط کی ذیلی مجلس'' کے اجلاس میں پیش کیا گیا۔ اجلاس میں باہمی اتفاق رائے سے اُردو ٹائپ کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنے کا بھی عزم کیا گیا اور اس بات کا اعادہ کیا گیا کہ تمام اعتراضات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اُردو ٹائپ کی ترقی کے لیے کام کیا جائے:

''اُردو ٹائپ پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اس کے اجزائے ترکیبی بہت زیادہ اور پیچ در پیچ ہیں۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ جاپانی زبان کا ٹائپ اس سے کہیں زیادہ مشکل ہے لیکن جاپانیوں نے اپنی زبان کے ٹائپ کے متعلق کبھی اتنا واویلا نہیں مچایا جتنا ہندوستانی اُردو

ٹائپ کے متعلق مچا رہے ہیں۔ جاپانی صحافت اسی ٹائپ میں ترقی کرتے کرتے مغربی
صحافت سے سبقت لے گئی ہے۔ آخر ہندوستانی اپنے ٹائپ کے اشکال سے اس غیر معمولی
حد تک کیوں خائف ہیں''۔ (۳۰)

اُردو ٹائپ کی اصلاح کے لیے انجمن ترقی اُردو نے بہت کام کیا مگر عملی طور پر اس حوالے سے زیادہ پیش رفت نہ ہو سکی۔ اس ضمن میں سب سے بڑی مشکل جو سامنے آئی وہ رسم الخط کی تھی۔ انجمن ترقی اُردو کے مطابق رسم خط کی تبدیلی اُردو کی ترقی میں ایسی رکاوٹیں پیدا کر رہی تھی جس پر قابو پانا مشکل تھا۔ رسم الخط کے حوالے سے دو قسم کی رکاوٹیں سب سے نمایاں تھیں۔ اوّل ٹائپ اور تحریر کے رسوم خط کا اختلاف۔ دوم کتابت اور کمپوزنگ کا مقابلہ۔ ٹائپ اور تحریر کے رسم خط کا اختلاف دور کرنا تو کسی طور ممکن نہیں۔ اس لیے کوشش یہ کی جانی چاہیے کہ اس اختلاف سے پیدا ہونے والی دشواری کو کم سے کم کر دیا جائے۔ دوسری جانب ٹائپ میں ایسی اصلاحات اور ایجادات کی جائیں کہ کمپوزنگ اتنی ہی سستی اور آسان ہو جائے جتنا کہ کتابت ہے۔ یہ دونوں مقاصد ٹائپ کے جوڑوں کی تعداد میں ہر ممکن کمی کرنے سے حاصل ہو سکتے تھے۔ اگر نسخ ٹائپ کو قبول کر لیا جائے تو سب سے پہلے ٹائپ کی رسم خط سے مطابقت کے اُصول کو ترک کرنا ہوگا۔ اُردو کے بعض پریسوں نے ٹائپوں اور لائینو ٹائپ میں رسمِ خط سے مشابہت کا اُصول پیش نظر رکھا ہے جس کے اچھے اثرات سامنے آئے ہیں۔ اس میں حروف کے ٹکڑوں کی تعداد میں خاطر خواہ کمی واقع ہوئی۔ بیشتر حروف کے دو دو ٹکڑوں سے وہ سارا کام لیا گیا جو پہلے چار چار اور چھ چھ ٹکڑوں سے لیا جاتا تھا۔ اس کے باوجود کوئی ٹائپ کتابت کے برابر سستا نہیں ہو سکا اور نہ ہی اسے قبول عام حاصل ہو سکا۔ انجمن ترقی اُردو نے اپنے محدود وسائل میں ٹائپ کے حوالے سے جو خدمات انجام دیں وہ قابل ستائش تھیں۔

کسی بھی شعبے کی ترقی اور اسے عوام الناس تک متعارف کرانے کے لیے معاشرے میں صحافت کا بہت بڑا کردار ہوتا ہے۔ اُردو ٹائپ کے فروغ کی اگر بات کی جائے صحافت نے اسے فروغ دینے کے لیے نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ کیونکہ بہت سے رسائل واخبارات نے اپنی اشاعتوں کو ٹائپ کے ذریعے سے متعارف کرایا۔ ۱۹۳۰ء میں لاہور سے جب ہفت روزہ ''دورِ جدید'' کا آغاز کیا تو اس کے کچھ صفحات نستعلیق ٹائپ میں شائع کیے۔ انھوں نے یہ خوبصورت ٹائپ حیدر آباد دکن سے خاص طور پر منگوایا تھا۔ یہ ٹائپ بہت جلی تھا مگر اس میں کمی یہ تھی کہ صفحات پر مواد بہت کم سمویا جا سکتا تھا۔ اس کے علاوہ جنوری ۱۹۳۱ء میں سہ ماہی ''ہندوستانی'' جو ہندوستانی اکیڈمی الہ آباد کے تحت شائع ہوتا تھا اس کو بھی ٹائپ میں شائع کیا جاتا تھا۔ پاکستان ہیرلڈ پبلی کیشنز، کراچی نے

جب ''ڈان'' کا اُردو ایڈیشن شروع کیا تو یہ مکمل طور پر ٹائپ میں شائع کیا جاتا تھا۔ باوجود اس کے کہ یہ ٹائپ خاصا بھدا اور بد نما تھا جس کے باعث یہ ٹائپ قارئین میں زیادہ مقبولیت حاصل نہ کر سکا اور تھوڑے عرصہ کے بعد ''ڈان'' کا اُردو ایڈیشن بند ہو گیا۔

اُردو ٹائپ کے فروغ کے لیے ادارہ مطبوعات نوائے وقت لاہور نے بھی نمایاں خدمات سر انجام دیں۔ اس ادارے کے تحت شائع ہونے والے ہفت روزہ ''قندیل'' نے اپریل ۱۹۴۹ء میں شمارے کے آٹھ صفحات ٹائپ میں شائع کرنے شروع کیے۔ اس کے بعد بتدریج مکمل طور پر ''قندیل'' ٹائپ میں شائع ہونا شروع ہو گیا۔ بعد میں پریس ضبط ہونے کے باعث یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ اس کے بعد دوبارہ یہ رسالہ شروع ہوا تو اس کے بارہ صفحات ٹائپ میں شائع ہوتے تھے اور بارہ آفسٹ پر۔ لیکن بعد میں صرف دو ابتدائی صفحے ٹائپ میں شائع ہونے لگے اور باقی رسالہ آفسٹ پر شائع ہوتا رہا۔ اس کے بعد ۱۹۵۹ء میں روزنامہ نوائے وقت کے چند ایڈیشن بھی ٹائپ میں شائع کیے جاتے تھے۔ ادارے نے نوائے وقت کو ٹائپ کے ذریعے خوب سے خوب تر، خوش نما اور جلی ٹائپ میں شائع کرنے کی کامیاب کوششیں کیں جس میں انھیں کامیابی بھی حاصل ہوئی۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' نے اس حوالے سے ایک سروے کا بھی اہتمام کیا جس میں زیادہ تر لوگوں نے ٹائپ پر اخبار کی اشاعت کے حق میں فیصلہ دیا۔ جن لوگوں نے ٹائپ کے حق میں فیصلہ دیا، انھوں نے کچھ تجاویز بھی پیش کیں کہ جس سے ٹائپ کو مزید بہتر بنایا جا سکتا تھا۔ کچھ افراد نے کہا کہ نسخ کا ٹائپ بھی قبول ہے لیکن اسے مزید بہتر بنایا جائے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ نستعلیق ٹائپ کو رواج دیا جائے۔ کچھ نے مشورہ دیا کہ تمام اخبارات کو ٹائپ پر شائع کیا جائے۔ کچھ کی رائے یہ تھی کہ ٹائپ کو اختیار کرنے سے پہلے اسے وسیع پیمانے پر مشتہر کیا جائے تا کہ عوام الناس کو اس کی اہمیت اور افادیت کا احساس ہو سکے۔ ایک حلقے نے ٹائپ کے حوالے سے اپنی رائے یوں دی:

> ''ٹائپ کی مخالفت میں آراء پڑھ کر نا قابل بیان تکلیف ہوتی ہے۔ اگر یہ لوگ اس ایٹمی دور میں بھی پتھر کے زمانے کی باتیں کرتے ہیں تو ہمیں لا محالہ انھیں پیچھے چھوڑ کر ترقی کی جانب بڑھنا ہو گا...... جرأتِ رندانہ سے کام لیں۔ انھیں چیخنے چلانے دیجیے اور آگے بڑھیے۔ تھوڑے ہی عرصے میں یہ لوگ بھی ٹائپ کی افادیت کے قائل ہو جائیں گے۔ شروع میں ممکن ہے آپ کو مالی طور پر کچھ نقصان بھی برداشت کرنا پڑے لیکن آپ کی یہ قربانی قوم ہمیشہ یاد رکھے گی''۔ (۳۱)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بہت سے اداروں نے اُردو ٹائپ کے فروغ اور اس سلسلے میں کی جانے والی اصلاحی کوششوں میں عملی طور پر براہ راست حصّہ لیا۔ اُردو ٹائپ کے حوالے سے انھوں نے پہلے سے کیے گئے کام پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کو مزید بہتر سے بہتر بنانے کے لیے اپنی سطح پر تحقیقی تجربات کیے۔ اس حوالے سے فورٹ ولیم کالج، جامعہ عثمانیہ، اخبارات اور دیگر اداروں نے بھرپور کردار ادا کیا۔ انھوں نے (نسخ و نستعلیق) ٹائپ کو عوام الناس میں مقبول بنانے کے لیے جدید دور کے تقاضوں کے مطابق کام کو آگے بڑھایا اور عملی جدوجہد سے ٹائپ کی تاریخ کو یادگار بنایا۔ سر سید احمد خان، مولانا ابوالکلام آزاد اور انجمن ترقی اُردو نے اپنے رسالوں کو اُردو ٹائپ میں طبع کر کے مستقبل کے امکانات کو روشن کرنے کے لیے جدوجہد کی۔

اُردو ٹائپ کی ترقی اور اصلاح کے لیے جہاں بہت سے اداروں اور تنظیموں نے مل کر کام کیا وہاں انفرادی اور نجی سطح پر بھی اُردو ٹائپ کی ترقی کے لیے کوششیں کی گئیں۔ اُردو سے محبت اور دلچسپی رکھنے والے لوگوں نے ذاتی سطح پر تجربات کیے، نقشے تیار کیے اور خاکے بنائے تاکہ اُردو کے لیے ایک ایسا ٹائپ تیار ہو سکے جو مشینی دور کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے کے ساتھ قدیمی رسومِ خط سے بھی مماثلت رکھتا ہو۔ اس حوالے سے یوسف قاسم عارف نے ۱۹۳۸ء میں ایک ایسا آسان اور مکمل نستعلیق ٹائپ تیار کیا جو کمپوز ہونے میں آسان تھا ۔اس میں خوبصورتی اور دلکشی کے ساتھ حروف کی نوک پلک ٹوٹنے کا خطرہ بھی کم تھا۔ اس میں اُن تمام خامیوں اور کوتاہیوں کو دور کرنے کی کوشش کی گئی تھی جو اس سے پہلے اُردو ٹائپ میں موجود تھیں۔ لیکن اس ٹائپ کو منظر عام پر لا کر عوام کے لیے پیش نہ کیا جا سکا۔

نومبر ۱۹۴۰ء میں محمد عبداللہ کامل نے اُردو ٹائپ کے حوالے سے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا کہ کسی زبان کے ٹائپ کی کامیابی اس بات پر منحصر ہے کہ اس کے ٹکڑے کم سے کم ہوں۔ کیونکہ حروف کے ٹکڑے جس قدر زیادہ ہوں گے ٹائپ کی قیمت اسی قدر بڑھ جائے گی اور کمپوزر، پروف ریڈر اور ڈسٹری بیوٹر کی محنت اسی قدر زیادہ ہو گی۔ مزید یہ کہ اس سے مطبوعات کی لاگت بڑھ جائے گی، طباعت پر وقت زیادہ لگے گا اور کام کی رفتار سست ہو جائے گی۔ مطبوعات میں غلطیوں کا احتمال بڑھ جائے گا۔ اس لیے فیصلہ کرنا ہو گا کہ انگریزی کی طرز پر تمام الفاظ میں حروف الگ رکھے جائیں۔

ممتاز ماہر تعلیم ڈاکٹر محمد افضل نے ۱۹۴۸ء میں پہلی کل پاکستان سائنس کانفرنس میں اپنا مقالہ پیش کرتے ہوئے اُردو رسم الخط اور ٹائپ کے مسائل کے حل کے لیے تجاویز پیش کیں جس میں ہر حرف کو علیحدہ

علیحدہ لکھے جانے اور بعض حروف کے کناروں کو حسبِ ضرورت مختصر کرنے کی تجویز دی۔ حرفی خط کا تصور ڈاکٹر محمد افضل کی تجویز سے پہلے سید التفات حسین نے بھی اکتوبر ۱۹۳۶ء میں پیش کیا تھا جس میں وہ لکھتے ہیں:

''موجودہ رسم الخط کی مشکلات ایسی نہیں ہیں کہ جن کا تدارک ناممکن ہو۔ اس لیے ہمیں اپنے رسم الخط میں کسی ایسے انقلاب کی ضرورت نہیں ہے جو اس کی خوبیوں کو بالکل فنا کر دے۔ میں ہر گز ہر گز اس مشورے پر عمل کرنے کی رائے نہیں دوں گا کہ ہندی اور انگریزی کی طرح اُردو میں بھی ایک ایک حرف علیحدہ لکھا جائے اور جب شاہنامہ لکھنا ہو تو ''ش اہ ن ام ہ'' اس طرح لکھیں۔ یہ رسم الخط نہیں بلکہ بچوں کا کھیل ہو گا۔ علاوہ بریں اس ترقی معکوس کا مقصد کیا ہے؟ ہمارے رسم الخط میں جو صوتی مشکلات ہیں وہ اسی طرح قائم رہتی ہیں۔ اگر یہ فرمایئے کہ ایک ٹائپ رائٹر بہ آسانی تیار ہو سکے گا تو یہ بھی ممکن نہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ ایک ٹائپ رائٹر صرف اس وجہ سے بن جائے کہ علیحدہ علیحدہ حروف لکھے جاتے ہیں''۔ (۳۲)

ڈاکٹر محمد افضل کو اُردو رسم الخط اور ٹائپ کے مسائل سے گہری دلچسپی تھی۔ انھوں نے ۱۹۔ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو اخبار ''پاکستان ٹائمز'' میں ایک مضمون ''Some Experiments with Urdu Script & Type'' لکھا جس میں انھوں نے لیتھو کے نقصانات اور اُردو ٹائپ کے فوائد، اصلاح کی ضرورت، اعراب کے حل اور بعض دیگر اُمور پر اظہار خیال کیا۔ بعد میں یہ مضمون اضافوں کے ساتھ لینگوسٹک ریسرچ گروپ آف پاکستان کے زیر اہتمام چھپنے والی کتاب ''Pakistani Linguistics'' میں ''Some Problems of Urdu Script'' کے عنوان سے شائع ہوا۔

۲۳۔ جولائی ۱۹۵۴ء کو نظام آباد (پنجاب) کے ایک شخص میاں ہدایت اللہ نے اُردو ٹائپ کی اصلاح کے سلسلے میں مولوی عبدالحق کو ایک نئے رسم الخط کی تجویز پیش کرتے ہوئے اُردو ٹائپ کا خاکہ پیش کیا کہ اس پر غور کر کے کوئی رائے قائم ہو سکے۔ اگر یہ خاکہ اتنا مفید ہو تو اس پر اشاعت و ترویج کے لیے انجمن کی جانب سے کوششیں کی جائیں۔ اس تجویز کے تفصیلی جائزہ اور حروف کی اشکال دیکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ کوئی نئی تجویز نہیں تھی بلکہ اس سے پہلے ۱۹۴۰ء میں محمد عبداللہ کامل بھی اس سے ملتی جلتی تجویز پیش کر چکے تھے۔ چنانچہ انجمن نے اسے قبول نہیں کیا۔

۱۹۶۰ء میں کوہاٹ سے تعلق رکھنے والے ایک شخص عنایت اللہ نے مولوی عبدالحق کے نام ایک خط میں اُردوٹائپ کے لیے اصلاح شدہ رسم الخط تجویز کیا۔اس خط میں وضاحت کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ:

> ''اصلاح شدہ رسم الخط کی خاص صفت ایک تو اعراب اور حروفِ علت کا ایک ایسا تعین ہے جس کے مطابق اعراب و حروفِ علت ٹائپ میں زیادہ سے زیادہ استعمال ہو سکیں گے تاکہ تلفظ کا نقص جاتا رہے اور چھپائی میں جگہ کی بھی کفایت ہو۔دوسری خصوصیت یہ ہوگی کہ ایک حرف کی ایک ہی صورت استعمال ہوگی۔ابتداء میں ہو اور درمیان میں یا آخر میں۔ ظاہر ہے کہ اس طریقے سے دفتری ٹائپ کی رفتار میں ترقی ہوگی اور ٹائپ مشینوں کے جدید ترین آلات کو مصرف میں لایا جاسکے گا''۔ (۳۳)

اس سے پہلے ٹائپ کے حروف میں اعراب پر اس قدر توجہ نہیں دی گئی تھی۔عنایت اللہ نے مولوی عبدالحق کو ٹائپ میں اعراب کے استعمال کی ایک بحث سے روشناس کرایا اور اس بات سے آگاہ کیا کہ اُردوٹائپ میں اعراب کی حیثیت بھی اہم اور مسلم ہے۔لفظوں کی ابتدائی، درمیانی اور آخری شکلوں کا ٹائپ بناتے وقت اعراب کو بھی مدِ نظر رکھا جانا از حد ضروری ہے۔

خط نستعلیق کو مشینی تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے ایک طویل عرصہ سے کی گئی جدوجہد نے اُردو نستعلیق خط کو جدید مشینوں میں ڈھال کر یہ ثابت کر دیا کہ اُردو رسم الخط تیزی سے ترقی کرتے ہوئے زمانے کا ساتھ دینے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے۔احمد مرزا جمیل اور مطلوب الحسن سید کے ایجاد کردہ اس نظام کو ''نوری نستعلیق'' کا نام دیا گیا ہے۔نوری نستعلیق کی بنیاد ۱۹۸۱ء میں رکھی گئی۔ہماری قومی زبان، جس کے لیے نستعلیق ٹائپ مشین بنانا ناممکن قرار پا چکا تھا،اس کا یوں کمپیوٹر پر آجانا کسی معجزے سے کم نہیں تھا۔ گویا اُردو نے صدیوں کا سفر چند برسوں میں طے کر کے طباعت و اشاعت کے میدان میں بیس سال قبل ہی اپنے آپ کو اکیسویں صدی میں داخل کر لیا۔احمد مرزا جمیل نے اس کے نمونے ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، صدر نشین مقتدرہ قومی زبان کو دکھائے جو بعد ازاں مقتدرہ کی طرف سے صدر مملکت کو پیش کیے گئے۔یوں ۶۔دسمبر ۱۹۸۱ء کو اس کا باقاعدہ اعلان کر دیا گیا۔ابوالاثر حفیظ جالندھری نے احمد مرزا جمیل کے اس کام پر بہت فخر کیا جبکہ ڈاکٹر سید عبداللہ نے بھی مسرت کا اظہار کیا۔میجر آفتاب حسن نے اسے میکانی کارنامہ کا نام دیا۔جبکہ احمد ندیم قاسمی کے نزدیک یہ آئندہ نسلوں پر احسان تھا۔ڈاکٹر جمیل الدین عالی، احمد مرزا جمیل کی کوششوں کو سراہتے ہوئے ان کے عشاق میں شمار ہونے لگے۔حکومت پاکستان نے احمد مرزا جمیل کو

۲۳۔مارچ ۱۹۸۲ء کو ان کی کارکردگی پر ’’تمغۂ امتیاز‘‘ سے نوازا۔ نوری نستعلیق کی بنیاد ’’مونو فوٹو‘‘ نظام پر رکھی گئی ہے۔ نوری نستعلیق میں الفاظ کو لیگچرز (Ligatures) میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ لیگچر سے مراد مرکب حروف یا حرفوں کے جوڑ کا ایک ایسا مجموعہ ہے جو بذات خود بامعنی یا بے معنی مکمل یا نامکمل لفظ ہوتا ہے لیکن کسی دوسرے لیگچر یا مفرد حرف سے مل کر بامعنی اور مکمل لفظ بن جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ’’لبتہ‘‘، ’’لصلو‘‘، ’’لص‘‘، ’’من‘‘ وغیرہ لیگچرز ہیں۔ ان میں لبتہ، لصلو، لص بالکل بے معنی لفظ ہیں جبکہ ’’من‘‘ بامعنی ہے۔ اب اگر لبتہ سے پہلے ’’ا‘‘ لگا دیا جائے (جو اپنے طور پر ایک لیگچر بھی ہے) تو یہ ’’البتہ‘‘ بن جاتا ہے جو ایک بامعنی لفظ ہے۔ ’’لصلو‘‘ سے پہلے ’’ا‘‘ اور آخر میں مدور ’’ۃ‘‘ لگانے سے یہ لفظ ’’الصلوٰۃ‘‘ بن جاتا ہے جو ایک بامعنی لفظ ہے۔ لص سے پہلے لیگچر ’’خا‘‘ لگا دیا جائے تو یہ ’’خالص‘‘ بن جاتا ہے جو ایک بامعنی لفظ ہے۔ من بذات خود بھی ایک بامعنی لیگچر ہے۔ اب اگر اس سے پہلے ’’د‘‘ اور ’’ا‘‘ لگا دیا جائے تو دامن بن جاتا ہے جو ایک بامعنی لفظ ہے۔ اس طرح کے اٹھارہ ہزار لیگچرز کی ایک جامع فہرست مرتب کی گئی ہے جسے ’’نوری لغات‘‘ کہتے ہیں۔ ان اٹھارہ ہزار لیگچرز سے پہلے یا بعد میں جب کوئی مفرد حرف یا کوئی اور لیگچر ملتا ہے تو جمع در جمع کے عمل سے کئی لاکھ الفاظ لکھے جا سکتے ہیں (تاہم اگر کوئی ایسا نیا لفظ آ جائے جس کا لیگچر یادداشت کو پہلے سے مہیا کر کے محفوظ نہ کیا گیا ہو تو یہ لفظ نسخ میں لکھا جاتا ہے کیونکہ نسخ میں لیگچرز کا کوئی مسئلہ نہیں۔ یہاں تو حروف کے چند سو جوڑ ہی درکار ہوتے ہیں)۔

احمد مرزا جمیل نے اس منصوبے کا پس منظر بتاتے ہوئے کچھ اس طرح سے ذکر کیا:

’’ابتداء یوں ہوئی کہ ایک چیز جو ہمارے ذہنوں میں موجود تھی اس کے بارے میں ہم نے سوچا کہ کیوں نہ اسے ان لوگوں کے سامنے جو فوٹو ٹائپ سیٹنگ یا الیکٹرانک ٹائپ سیٹنگ کا کام کر رہے ہیں، پیش کیا جائے اور یہ معلوم کیا جائے کہ آیا یہ ممکن ہے یا نہیں۔ ہم تو اپنے تئیں یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ ممکن ہو سکتا ہے۔ چونکہ ہمارے ملک میں فنی مشاورت یا تجربات کی سہولت نہ ہونے کے برابر ہے اس لیے ہمیں بھی دوسروں کا محتاج ہونا پڑا۔ منصوبے پر کام کا عملی آغاز اس طرح ہوا کہ میں نے اس شعبے سے متعلق کئی اداروں کو خطوط لکھے کہ ہمارے پاس اس قسم کی ایک تجویز ہے جس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ہم آپ کا تعاون چاہتے ہیں۔ حسبِ معمول بہت سے اداروں نے تو جواب دینے کی تکلیف بھی گوارا نہیں کی۔ ایک آدھ نے کہا کہ تمھارا ملک اس کا متحمل نہیں ہو سکتا اس لیے اس پر تحقیق و ترقی (ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ) کے اخراجات بہت زیادہ ہوں گے۔ اتفاق سے خدا کا

کرنا یہ ہوا کہ میں ۱۹۷۹ء میں سنگاپور ایک نمائش میں گیا۔ وہاں میں نے ایک مشین دیکھی جو چینی زبان کو فوٹو ٹائپ سیٹنگ کے بجائے ڈیجیٹائزنگ کے طور طریقے پر چینی الفاظ کو ٹائپ سیٹ کر رہی تھی۔ ''کی بورڈ'' بھی سینکڑوں شکلوں پر مشتمل تھا اور ایک بڑی میز کے برابر تھا جس میں چینی جیسی مشکل زبان کو قابو کر لیا گیا تھا۔ مجھے یہ خیال آیا کہ ہماری زبان اُردو کے تو ابجد چالیس ہیں۔ ہمارے لیے یہ طریقہ ردوبدل سے بہت کارآمد ہو سکتا ہے۔ انگریزی کے فوٹو ٹائپ سیٹنگ کے بجائے ڈیجیٹائزنگ والی مشین تھی۔ ڈیجیٹائزنگ کا مطلب یہ ہے کہ فوٹو نیگیٹو سسٹم سے ہٹ کر مقناطیسی حدود میں داخل ہو جائے اور کمپیوٹر کے حافظے میں جو الفاظ موجود ہیں انھیں سامنے لایا جائے۔ وہاں میں نے سیلز منیجر سے کہا کہ میرے پاس ایک تجویز ہے۔ آپ لندن جائیں تو کراچی سے ہو کر جائیں میں اس تجویز پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ اتفاق سے وہ صاحب مجھے جانتے تھے اور میرے دفتر بھی آ چکے تھے۔ انھوں نے کہا کہ بھائی میں نے مقتدرہ قومی زبان کو ایک نمونہ دیا تھا جو انھوں نے ناپسند کر دیا ہے۔ دراصل یہ زبان ایسی ہے کہ اسے کمپیوٹر پر لانا بہت ہی مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ میں نے اصرار کیا کہ آپ کراچی آئیں تو سہی۔ جب لندن واپس جاتے ہوئے وہ یہاں آئے تو میں نے ان سے کہا کہ اگر آپ کو تمام الفاظ ٹکڑوں یا جوڑوں کے بغیر پورے کتابت کیے ہوئے مل جائیں تو پھر مسئلہ حل ہو گا یا نہیں۔ انھوں نے جواب دیا اگرچہ یہ ناممکن ہے لیکن ایسا ہو جائے تو ہم اسے سر آنکھوں پر رکھیں گے۔ ان صاحب نے جا کر اپنے سیلز ڈائریکٹر سے ذکر کیا جو اس قسم کے تجربات پر پہلے ہی بڑے نقصان اٹھا چکے تھے۔ ہاں! اتنا ضرور ہوا کہ وہ اس تجویز پر گفتگو کے لیے کراچی آئے اور باہمی رضامندی سے یہ طے پایا کہ اگر تجربہ ناکام ہوتا ہے تو اس کے تمام اخراجات میں برداشت کروں گا۔ یہ تجویز جب لندن میں واقع ان کی تکنیکی کمیٹی میں پیش کی گئی تو اس پر دو گروپ بن گئے۔ ایک نے شروع سے یہ کہا کہ یہ ناممکن ہے جب کہ دوسرے گروپ کا کہنا تھا کہ کوشش تو کرنی چاہیے جبکہ ناکامی کی صورت میں نقصان بھی دوسرا ادارہ برداشت کرنے کو تیار ہے۔ یہ مرحلہ ایسا تھا کہ یا تو معاملہ بالکل ٹھپ ہو سکتا تھا یا آگے بڑھ سکتا تھا۔ خدا کے فضل سے اس ٹیکنکل کمیٹی میں کچھ لوگ ایسے تھے جنھوں نے سمجھایا کہ جب اس میں ہمیں کوئی نقصان نہیں ہے تو اس کو ایک تجربہ سمجھ کر ہی کیوں نہ کیا جائے''۔ (۳۴)

یوں احمد مرزا جمیل کا یہ تجربہ کامیاب ہوا اور کمپیوٹر پر نستعلیق میں ٹائپ کا یہ سفر آج تک جاری ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں مزید بہتری پیدا ہوئی ہے۔

ٹائپ کا فن کب ایجاد ہوا اس بارے میں حتمی طور کچھ کہنا مشکل ہے البتہ ۱۴۵۲ء میں جرمنی کے قصبہ منیز (Mainz) میں ایک چھاپہ خانہ موجود تھا جس کا مالک جوہانز گوٹن برگ (Johannes Gutenberg) نامی ایک شخص تھا۔ اس چھاپہ خانے میں سانچوں کے ذریعے حروف ڈھالے جاتے تھے اور کچھ دستاویزات چھاپی جاتی تھیں۔ منیز سے ٹائپ کی چھپائی یورپ کے دوسرے ملکوں میں پھیلی اور مختلف زبانوں کے حروف ڈھالے گئے۔ برصغیر پاک و ہند میں طباعت کا فن پرتگیزوں کے ذریعے ۱۵۳۵ء میں متعارف ہوا۔ سترہویں صدی کے وسط میں ایک پارسی بھیم جی پارکھ نے گجراتی رسم الخط کا ٹائپ تیار کرنے کی خاطر انگلستان سے اس فن کے ماہر منگوائے جن کی نگرانی میں مقامی دستکاروں نے گجراتی زبان کا ٹائپ تیار کیا۔ اس کے بعد بنگالی زبان کا ٹائپ ۱۷۷۸ء میں ہوگلی میں سر چارلس ولکنز (Sir Charlas Wikins) نے تیار کرایا۔ انیسویں صدی میں کلکتہ میں ایسے چھاپہ خانے وجود میں آ چکے تھے جن میں اُردو ٹائپ کا خاطر خواہ انتظام تھا کیونکہ مارچ ۱۸۲۲ء کو کلکتہ سے اُردو اخبار ''جام جہاں نما'' کا اجرا ہوا۔ اس اخبار کا ٹائپ فورٹ ولیم کالج کی کتابوں کے ٹائپ سے مختلف، نہ خطِ نستعلیق تھا اور نہ ہی خطِ نسخ تھا۔ سر سید احمد خان نے برصغیر کے مسلمانوں کی بیداری کے لیے بہت کام کیا۔ جہاں انھوں نے سلیس اور سادہ زبان لکھنے کی بنیاد ڈالی وہاں طباعت و اشاعت کی دنیا میں لیتھو کی مروجہ روش سے ہٹ کر ٹائپ کو رواج دینے کی کوشش کی اور ''اخبار سائنٹفک'' سوسائٹی یا علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ اور ''تہذیب الاخلاق'' خطِ نسخ ٹائپ میں چھاپے۔ حیدر آباد کے ایک صاحب نظر جاگیر دار اور کئی کتابوں کے مصنف راجہ راجشور راؤ اصغر نے نستعلیق ٹائپ تیار کرنے کی طرف توجہ دی۔

اُردو نستعلیق ٹائپ کے فروغ کے لیے سر اکبر حیدر آبادی وزیر اعظم حیدر آباد نے بھی دلچسپی لی اور انھوں نے ۱۹۲۳ء میں سرکاری چھاپہ خانے کے ذمہ ٹائپ تیار کرنے کا کام کیا جسے مرزا محمد رفیق بیگ نے ۱۹۲۷ء میں فنی اعتبار سے بہتر بنانے کی کوشش کی لیکن ویسی کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ ۱۹۳۳ء سے ۱۹۳۷ء تک مختلف کمپنیوں نے مینوئل ٹائپ رائٹر کی تیاری کا کام شروع کیا۔

iii۔ الیکٹرک ٹائپ رائٹر

۱۹۶۱ء میں آئی بی ایم کمپنی نے الیکٹرک ٹائپ رائٹر خط نسخ میں تیار کیا۔ آئی بی ایم ٹائپ رائٹر کے نئے اور پرانے ماڈلز ۱۹۷۰ء تک مارکیٹ میں دستیاب رہے اور انھیں سرکاری دفاتر اور کمرشل ضروریات کو پورا کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا رہا۔ اس کے ساتھ کئی دیگر کمپنیوں نے بھی الیکٹرک ٹائپ رائٹر پر کام شروع کیا۔ یہ سب ٹائپ

رائٹر خط نسخ میں کام کرنے کے لیے استعمال کیے جاتے رہے۔ لیکن اس کے بعد بعض اہلِ نظر اس کوشش میں لگے رہے کہ کمپیوٹر پر خط نسخ کی بجائے نستعلیق کو فروغ دیا جائے چنانچہ جناب احمد مرزا جمیل نے جناب مطلوب الحسن سید کے تعاون سے نوری نستعلیق کی شکل میں کمپیوٹر پر اُردو خط کو منتقل کیا اور ۱۹۸۱ء سے روزنامہ جنگ اسی نستعلیق خط میں کمپیوٹر پر شائع ہونا شروع ہو گیا۔ اب کمپیوٹر پر اُردو کے حوالے سے بہت سے ماڈلز مارکیٹ میں آ چکے ہیں اور اُردو کمپوز کاری کو آسان اور سہل بنا دیا گیا ہے اور یہ سلسلہ خوش اسلوبی سے جاری ہے۔

(ج) الیکٹرونی طریقہ

''ٹیکنالوجی کے اس دور میں ذرائع ابلاغ نے بھی بہت ترقی کی ہے۔ پرنٹ میڈیا اور الیکٹرونک میڈیا کے تقاضوں کے تحت اُردو زبان نے اہم کردار ادا کیا۔ سینما اور ٹی وی کی دنیا کی بقا اسی زبان سے ہے۔ نوّے فی صد فلمیں اور سیریلز اسی زبان میں لکھے اور فلمائے جاتے ہیں لیکن لیبل اس پر ہندی کا لگتا ہے۔ جس سے اُردو کی ترقی کا اندازہ ہوتا ہے۔ عصر حاضر میں تو سمارٹ فون نے لوگوں کو اپنا عادی بنا دیا ہے اس کا فائدہ اردو زبان کو بھی ہوا ہے۔ کیونکہ موبائل میں بھی اردو کا کی بورڈ استعمال کر کے کسی بھی ویب سائٹ سے ہم تمام معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف اردو موبائل ایپس کی تیاری میں بھی پروگرامر حضرات کی دلچسپی کی بدولت صارفین کو بہت سے مفید ذرائع میسر آئے جن میں اردو زبان سیکھنے کے علاوہ کئی بہترین لغات، تفریح اور معلوماتی ایپس شامل ہیں۔ اطلاعات کا یہ شعبہ بھی ہر ممکن حوالے سے اردو زبان کی ترویج و ترقی میں معاون و مددگار ثابت ہو رہا ہے۔ سوشل میڈیا جن میں فیس بک، وٹس اپ، ٹویٹر، بلاگ اور گوگل ٹرانسلیٹر وغیرہ ایسی ایپلیکیشن ہیں جو اردو کی ترقی میں عصر حاضر میں اہم رول ادا کرتی ہیں۔ ان کے ذریعے دنیا کے کسی بھی حصّے میں رہ کر اپنی بات دوسروں تک پہنچائی جا سکتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ کمپیوٹر سافٹ ویئر کی مدد سے لغات کی تیاری اور مشینی ترجمہ ممکن ہو پایا۔ اس کے لیے مختلف سافٹ ویئر مرتب کیے گئے جن کی مدد سے اُردو سے انگریزی ترجمے کی محدود صلاحیت موجود تھی۔ اس طرح گوگل ترجمے میں بھی اُردو کو جگہ ملی اور آج صارفین اس سہولت کو استعمال کرتے ہوئے دنیا کی مختلف زبانوں میں تحریر کی گئی زبانوں کا محدود اُردو ترجمہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

i۔ کمپیوٹر

اٹھارویں اور انیسویں صدی میں یورپ میں پہلا بڑا صنعتی انقلاب برپا ہوا۔اس انقلاب کے ذریعے بہت سے ایسے کام جو انسانوں کے ذمے تھے مشینوں کے ذریعے انجام دینے کی ترغیب دی گئی۔ دوسرا بڑا انقلاب جو جدید ترین ٹیکنالوجی سے تعلق رکھتا ہے، موجودہ صدی کی دین ہے۔اس انقلاب کے ارتقا کا سہرا کمپیوٹر کے سر ہے جس کی ابتداء کیلکولیٹنگ مشین کی ایجاد سے ہوئی۔کیلکولیٹنگ مشینوں کے بعد کمپیوٹنگ مشینوں کا آغاز ہوا۔ سب سے پہلا کمپیوٹر ایک جرمن سائنس دان کانراڈ ڈوس (Konrad Zuse) نے اپنے گھر کے فرنٹ روم میں بنایا۔ یہ پہلا کمپیوٹر (ذی-۱) تھا اس کے بعد (ذی-۲) اور (ذی-۳) اور (ذی-۴) ۱۹۳۹ء میں ایجاد کیے۔ان کمپیوٹروں میں نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ پہلی کیلکولیٹنگ مشینوں میں موجود مکینکل سوئچوں کو الیکٹرو میگنیٹک ریلز سے تبدیل کر دیا گیا تھا۔اس اثناء میں برطانیہ میں بھی کمپیوٹر بنانے کے کام پر تحقیق شروع ہو چکی تھی۔ نیشنل فزیکل لیبارٹری (N.P.L) میں ٹریز نے ۱۹۳۶ء سے کام شروع کیا اور (اے ای سی) کمپیوٹر تیار کیا جو (ذی-۱) کی طرح اپنے استعمال میں کافی محدود تھا۔

> "The Z1 was a motor-driven mechanical computer designed by Konrad Zuse from 1936 to 1937, which he built in his parents' home from 1936 to 1938. It was a binary electrically driven mechanical calculator with limited programmability, reading instructions from punched celluloid film[35]"

امریکا میں (آئی بی ایم) اور ہارورڈ یونیورسٹی میں پروفیسر ہاروڈ ایکن نے ۱۹۳۹ء میں عمومی استعمال کے کمپیوٹر تیار کرنے کا کام شروع کیا۔ یہ کمپیوٹر (ذی-۱) اور (اے سی ای) دونوں سے بہتر کارکردگی کا حامل ٹھہرا۔ ۱۹۴۴ء (Automatic Sequence Controlled Calculatory) (ASCC Marks-) میں تیار ہوا جو پینتالیس فٹ لمبا اور آٹھ فٹ اونچا تھا اور اس میں سات لاکھ پچاس ہزار اجزا تھے نیز اس میں پانچ سو میل لمبی وائرنگ تھی۔ یہ کمپیوٹر پندرہ سال تک باقاعدگی سے چلتا رہا۔ ۱۹۳۴ء میں پٹالوینیا یونیورسٹی میں ((ENIAC)Electronic Numerical Integrator and Computer) کمپیوٹر پر کام شروع ہوا جو ۱۹۴۵ء میں مکمل ہوا۔ اس کے بعد برطانیہ میں مانچسٹر یونیورسٹی مارک بنا اور یوں کمپیوٹر ٹیکنالوجی اپنے

ارتقائی سفر کی طرف رواں دواں ہو گئی۔ یہ سب کمپیوٹر بہت مہنگے تھے۔ چنانچہ ان کا استعمال صرف حکومتی سطح پر یا تحقیقی اداروں یا پھر بڑی بڑی نجی فرموں تک محدود رہا اور عام آدمی کی اس تک رسائی نہ ہو سکی۔

"ENIAC was completed in 1945 and first put to work for practical purposes on December 10, 1945.
ENIAC was formally dedicated at the University of Pennsylvania on February 15, 1946, and was heralded as a "Giant Brain" by the press. It had a speed on the order of one thousand times faster than that of electro-mechanical machines; this computational power, coupled with general-purpose programmability, excited scientists and industrialists alike(36)".

۱۹۵۰ء کے عشرے میں ٹرانسسٹر ٹیکنالوجی پر تحقیقی کام کا رجحان بڑھا۔ مائیکرو الیکٹرونکس اور انٹیگریٹڈ سرکٹ ٹیکنالوجی کے میدان میں جو ترقی ہوئی، کمپیوٹر کی پیش رفت پر اس کے گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ ۱۹۷۱ء میں مائیکرو پروسیسر کے وجود میں آنے سے مائیکرو کمپیوٹر (Micro Computer) کا بھی آغاز ہو گیا۔ بنیادی طور پر آج کل تین قسم کے کمپیوٹر دستیاب ہیں۔

۱۔ مین فریم کمپیوٹر بنانے اور ان کی ترقی میں کوشاں ہیں۔
۲۔ منی کمپیوٹر، یہ نسبتاً چھوٹے کمپیوٹر ہوتے ہیں مگر آج کل ان کی قوت کارکردگی میں بھی کافی اضافہ ہو چکا ہے۔
۳۔ مائیکرو کمپیوٹر، جدید ٹیکنالوجی کے باعث آج کل مائیکرو کمپیوٹر میں حیرت انگیز ترقی ہو رہی ہے۔ یہ کمپیوٹر انتہائی چھوٹے ہوتے ہیں جس کے باعث کارخانوں اور دفاتر میں کام کرنے کے لیے بہت کارآمد ہیں۔

کمپیوٹر کی تشکیل کے حوالے سے اگر بات کی جائے تو یہ مشین چار حصّوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ ان حصّوں کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

۱۔ سنٹرل پروسیسنگ یونٹ(CPU)۔

۲۔ یادداشت خانہ(Memory)۔

۳۔ کنڑول یونٹ(Control Unit)۔

۴۔ اِن پٹ/آؤٹ پٹ یونٹ(Input/output unit)۔

سنٹرل پروسیسنگ یونٹ (CPU) یہ ایک مائیکرو چیپ (Chip) ہے جسے کمپیوٹر کا دماغ کہا جاتا ہے۔ سی پی یو ہی میں تمام Computation ارتھ میٹک لاجک آپریشن (Arithmatic Logic Operatioon)اور پروسیسنگ (Processing) ہوتی ہے۔ یادداشت خانہ (Memory)اس خانہ میں وہ تمام معلومات یا کوائف (Data)اور ہدایات(Instructions)ہوتی ہیں جو سی پی یو کو ضرورت ہوتی ہیں۔ یہ سب اس کی یادداشت کے خانے میں ہی محفوظ ہوتی ہیں۔ کنڑول یونٹ(Control Unit) ایسا سسٹم جو بہت سے عمل سرانجام دے سکتا ہو اس پر کنڑول بہت ضروری ہوتا ہے۔ کنڑول یونٹ کے اجزاء پورے کمپیوٹر میں پھیلے ہوتے ہیں۔ اس کا کام نگرانی کرنا ہوتا ہے ۔ اِن پٹ/آؤٹ پٹ یونٹ (Input/output unit) سی پی یو کو باہر کی دنیا سے رابطہ قائم کرنے کے لیے اندراج اور اخراج کے نظام کی ضرورت ہوتی ہے۔اس طرح کلیدی تختے(Key Board)کارڈ اور ٹیپ ریڈر وغیرہ کے ذریعے کمپیوٹر میں ادخال یا اِن پٹ کی جاتی ہے۔

جیسا کہ ابتدا میں ذکر کیا گیا ہے کہ پہلا صنعتی انقلاب بھاری اور مشکل نوعیت کے کاموں کو مشینوں کے ذریعے سرانجام دینے سے تعلق رکھتا تھا جب کہ دوسرا صنعتی انقلاب دماغ کو تھکا دینے والے کاموں کو کمپیوٹر کے ذریعے حل کرنے کا ذریعہ بنا۔ یعنی انسانی دماغ کا کوئی بوجھ کمپیوٹر کو منتقل کر دیا گیا جس کے نتیجے میں نشریات، مواصلات، خودکار مشینری، فوٹو گرافی، انتظامی امور، دفتری کاروبار، ورڈ پروسیسنگ، خلائی تسخیر، اسلحہ سازی اور زندگی کے دیگر بے شمار شعبے حیرت انگیز رفتار سے ترقی کی منازل کی طرف رواں دواں ہوتے گئے۔ آج کل کمپیوٹر کے بارے میں جن جہتوں سے جدید تحقیق ہو رہی ہے وہ مصنوعی ذہانت کے بارے میں ہے اور اس شعبے کی کامیابیاں(Robotics, Intelligent Knowledge Based Expert System)کے روپ میں ہمارے سامنے آچکی ہیں۔

دنیا میں بنائے جانے والے روبوٹس (Robots) کمپیوٹر ہی کے ذریعے کنٹرول ہوتے ہیں اور کمپیوٹر پروگرام کے تحت ہی چلتے ہیں۔ آج کل (E.S) اور (IKBS) کا استعمال عام ہو چکا ہے۔ مغربی یورپ، جاپان اور امریکا کے درمیان (Computer Fifth Generation) بنانے کی جو دوڑ جاری تھی وہ بہت حد تک کامیاب ہو گئی۔ پاکستان میں بھی اس طرف بہت توجہ دی گئی ہے جس کے باعث ہم اُردو کمپیوٹر کے سلسلے میں کافی حد تک پیش رفت کر چکے ہیں۔

کمپیوٹر بلاشبہ آج کے دور کی ایک اہم اور حیران کن ایجاد ہے۔ موجودہ دور میں کمپیوٹر کا سیکھنا اور جاننا ہر پڑھے لکھے انسان کے لیے ضروری ہو گیا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ جس کو کمپیوٹر کا علم نہیں، وہ اَن پڑھ ہے تو یہ کسی حد تک سچ ہو گا۔ اس دور میں اگر کوئی پڑھا لکھا انسان کمپیوٹر کا علم نہیں رکھتا تو اس کا مطلب ہے کہ وہ دور جدید کی ایک بڑی نعمت سے محروم ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ زندگی میں دوسروں کے مقابلے میں بہت پیچھے رہ جائے گا۔ موجودہ دور میں جدید علوم کو قومی زبان میں منتقل کرنا زبانوں کے فروغ کے لیے ہی ضروری نہیں بلکہ ملک کی بقا اور معاشرتی ترقی کے لیے بھی از حد ضروری ہے۔ معاشرتی ترقی کے لیے کمپیوٹر ہی وہ واحد ذریعہ ہے جس کے باعث کم وقت میں زیادہ کام کیا جا سکتا ہے۔ اہل علم نے اسی فکر کو سامنے رکھتے ہوئے ٹیکنالوجی کے حوالے سے بہت کام کیا ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر خاور ضیاء نے بڑے مدلل انداز میں بتایا ہے:

> ''اُردو کے لیے ایک ایسا معیاری کوڈ سسٹم مرتب کیا جائے جو آئندہ پیش آنے والی مشکلات کو حل کر سکے۔ ہمارا کام یہ ہونا چاہیے کہ ہم کمپیوٹر کو اس قابل بنائیں کہ کمپیوٹر پر سائنسی، علمی و ادبی کام کو انجام دیا جا سکے''۔ (۳۷)

خاص طور پر اُردو میڈیم پڑھنے والے یا کم پڑھے لکھے طبقے سے تعلق رکھنے والے طالب علم جنھیں انگریزی زبان پر اس قدر دسترس حاصل نہیں ہوتی، ایسے افراد کے لیے کمپیوٹر پر اُردو کی پروگرامنگ نہایت ضروری ہے۔ بہت سے ماہرین کا خیال ہے کہ کمپیوٹر پر بین الاقوامی سطح پر لفظی اصطلاحات کے استعمال کی بجائے اگر تصویری علامات استعمال کی جائیں تو اس سے ہر ایک کے لیے کمپیوٹر سیکھنا آسان ہو جائے گا۔ اس حوالے سے ایک بات نوٹ کی گئی ہے کہ اگر کمپیوٹر کی تعلیم حاصل کرنے کی بجائے کسی کمپیوٹر جاننے والے کے پاس بیٹھ کر کچھ وقت اس کے ساتھ گزارا جائے اور یہ نوٹ کیا جائے کہ وہ کمپیوٹر کا استعمال کیسے کرتا ہے تو اس سے کمپیوٹر سیکھنے میں زیادہ آسانی ہو سکتی ہے اور وہ جلد ہی کمپیوٹر سیکھ سکتا ہے۔

کمپیوٹر کا لفظ اب اتنا عام فہم ہو گیا ہے کہ ہر کوئی اپنے اپنے مقاصد کے لیے اسے استعمال کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

ii۔ سمارٹ فون

سمارٹ فون، موبائل فون جس کو سیل فون(Cell Phone)اور دستی فون بھی کہا جاتا ہے۔ یہ جدید ٹیکنالوجی سے تیار کی جانے والی ایک الیکٹرانک ڈیوائس ہے جس کے ذریعے سمارٹ فون کو آزادانہ طور پر دوران سفر یا کسی بھی جگہ کسی تار کے بغیر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ جدید دور میں جو موبائل فون تیار کیے جا رہے ہیں ان میں انٹرنیٹ کی سہولیات بھی دستیاب ہیں۔ اس کے علاوہ ان میں پیغامات، تصاویر، ویڈیوز بھیجنے اور موصول کرنے تصاویر اور ویڈیو بنانے کی بھی خصوصی سہولیات میسر ہیں۔ موبائل فون اصل میں ایک مواصلاتی نظام سے ہی تیار کیا گیا ہے۔ اس سے لوگوں کے درمیان ایک دوسرے کے ساتھ بہترین انداز میں رابطوں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ موبائل فون نے رابطوں کے طریقہ کار کو دنیا میں یکسر تبدیل کر دیا ہے۔ ایس۔ ایم۔ ایس، ایم۔ ایم۔ ایس، ای میل، آڈیو اور ویڈیو کال جیسی سہولیات بھی موبائل فون میں دستیاب ہیں۔ موبائل فون نے رابطوں میں حائل رکاوٹوں کو بھی یکسر ختم کر دیا ہے اور اب آپ پوری دنیا میں کسی بھی جگہ اپنے عزیز و اقارب اور کاروباری سلسلے میں اپنے مطلوبہ شخص سے پلک جھپکنے سے پہلے رابطہ کر کے نہ صرف بات کر سکتے ہیں بلکہ اس کی سرگرمیوں کو پوری طرح دیکھ بھی سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ موبائل فون کی وجہ سے پوری دنیا ایک عالمی گاؤں (گلوبل ویلج) کی شکل اختیار کرتے ہوئے دوریاں اور فاصلے ختم ہو گئے ہیں۔ یہ ایک انقلابی ٹیکنالوجی ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ بہتر سے بہتر ہوتی چلی جا رہی ہے۔ موبائل فون نے انسانی زندگی میں سہولت اور تبدیلی پیدا کی ہے جو اس سے پہلے اسے میسر نہیں تھی۔ موبائل فون کے حوالے سے ساجد حمید نے اپنے مقالے میں اس کی تعریف اس طرح سے کی ہے:

> ”موبائل فون ہمیں دنیا کی ہر طرح کی معلومات فراہم کرنے کا ایک اہم ذریعہ ابلاغ ہے۔ موبائل فون کے ذریعے طلبا کو پڑھائی میں کافی مدد مل سکتی ہے۔ اس کا صحیح استعمال طلبا کی تعلیم و تدریس کے حوالے سے بہت مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ موبائل فون کے ذریعے ہم دنیا بھر کے حالات و واقعات سے باخبر رہ سکتے ہیں۔ موبائل فون تفریح کا بھی ایک بہت اچھا ذریعہ ہے۔ اس سے ہم موسیقی اور ویڈیو گیمز سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ کاروباری

حضرات موبائل فون میں انٹرنیٹ کے ذریعے اشیاء کی خرید و فروخت کر سکتے ہیں اور اپنے کاروبار کو فروغ دے سکتے ہیں۔ غرض موبائل فون ہماری زندگی میں بہت اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ اگر موبائل فون کا دانشمندی سے استعمال کیا جائے تو یہ ہماری زندگی میں نہایت مفید ثابت ہو سکتا ہے۔"(۳۸)

موبائل فون نے ہماری زندگیاں بہت سہل بنادی ہیں۔ ایک زمانہ تھا کہ جب ہم کسی دوسرے تک پیغام پہنچانے کے لیے خط کا سہارا لیتے تھے۔ اندرون ملک خط پہنچنے میں تو بعض اوقات ایک ہفتہ بھی لگ جاتا تھا اور وہ شخص اگر آپ کے خط کا جواب دینا چاہے تو ایک دو دن تو اسے اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر آپ کو جواب دینے کے لیے چاہیے ہوتے تھے۔ اگرچہ وہ آپ کے خط کا جواب فوری طور پر وقت نکال کر دے بھی تو اسے پوسٹ کرنے اور آپ تک پہنچنے کے لیے ایک ہفتہ اور درکار ہوتا تھا یعنی آپ کا پیغام پہنچانے اور پیغام آنے کا وقت کم و بیش پندرہ دنوں کے عرصہ تک محیط ہوتا تھا۔ اگر یہی ڈاک بیرون ملک جارہی ہے تو آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ دونوں افراد کے درمیان پیغام مکمل ہونے میں مہینوں بھی لگ سکتے تھے۔ ترسیل ڈاک کے حوالے سے بات کی جائے تو یہ سلسلہ بہت پرانا ہے۔ اس حوالے سے رانا اعجاز حسین چوہان اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

"ترسیل ڈاک کا حوالہ آج سے سات ہزار سال پہلے فرعون مصر کے ابتدائی دور سے ملتا ہے، جب گھڑسواروں کے ذریعے بہت دور تک پیغامات بھیجے جاتے تھے"۔(۳۹)

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مواصلاتی نظام میں بہتری کے لیے کوششیں کی گئیں تو ڈاک کا نظام موٹر اور ریل گاڑیوں کے ذریعہ سے انجام دیا جانے لگا۔ اگر کوئی پیغام فوری طور پر ترسیل کرنا ہوتا تو عام آدمی کے لیے تار کا محکمہ قائم کیا گیا اور ملک کے طول و عرض میں تار گھر قائم کیے گئے۔ پھر ترقی کرتے ہوئے وائرلیس کی ایجاد ہوئی جس کی مدد سے بحری جہازوں کے درمیان پیغام رسانی کے لیے استعمال کیا جانے لگا۔ انسانوں کے درمیان رابطہ اور پیغام رسانی کا سلسلہ شروع ہی سے انسان کی ترجیحات میں شامل رہا ہے۔ دور جدید میں انٹرنیٹ، ای میل سروسز، فیکس اور موبائل فون کے ساتھ ساتھ بہت سی پرائیویٹ کمپنیاں بھی اس میدان میں کود پڑی ہیں جس سے ڈاک کا پرانا نظام بھی بہت حد تک بہتر ہو گیا ہے اور زندگی کے ہر شعبے میں مواصلاتی نظام نے ترقی کی ہے۔

سمارٹ فون پر پیغام رسانی کے حوالے سے اگر بات کی جائے تو اس وقت دو قسم کے سمارٹ فون مارکیٹ میں متعارف کرائے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک آئی فون اور دوسرا اینڈرائیڈ۔ دونوں قسم کے موبائل

میں اُردو ٹائپنگ کی سہولت موجود ہے۔ ماہرین نے سمارٹ فون پر اُردو ٹائپنگ کے حوالے سے سہولیات فراہم کرنے کے لیے انقلابی نوعیت کے اقدامات کیے ہیں جس کے باعث کوئی بھی شخص آسانی کے ساتھ اُردو میں پیغام رسانی کر سکتا ہے۔ اس وقت ہمیں جو سب سے بڑا مسئلہ ہے وہ رومن رسم الخط کے حوالے سے ہے۔ ہر شخص اُردو میں ٹائپ کرنے کو اپنے لیے بہت مشکل سمجھتا ہے اور رومن میں ٹائپ کرنے کو ترجیح دیتے ہوئے اپنے لیے آسان سمجھتا ہے۔ حالانکہ ایسی بات نہیں ہے۔ کوئی بھی شخص تھوڑی سی مشق کے بعد بہت آسانی اور برق رفتاری کے ساتھ سمارٹ فون کے ذریعے اُردو ٹائپنگ کر سکتا ہے۔ اس حوالے سے چند ایک اقدامات کے بعد آپ آسانی سے اُردو ٹائپ کر سکتے ہیں۔

اپنے موبائل فون سے متعلقہ ایپلی کیشن کو ایکٹیو کر کے کی بورڈ سیٹنگ میں جائیں اور انگریزی کی بورڈ کے ساتھ اُردو کی بورڈ بھی سیٹ ہو جائے گا۔

اس کے ساتھ اگر آپ بول کر اُردو ٹائپ کرنا چاہیں تو بھی متعلقہ ایپلی کیشن سلیکٹ کرنے کے بعد آپ کی بورڈ (تختہ کلید) ایپلی کیشن کو استعمال میں لاتے ہوئے اپنے سمارٹ فون کو اس قابل بنا سکتے ہیں کہ جو الفاظ آپ بولیں گے موبائل فون خود بخوان کو ٹائپ کرتا جائے گا۔ اس حوالے سے ماہرین کا کہنا ہے کہ :

> ''وقت کے ساتھ سمارٹ فون پر ٹائپنگ کا استعمال اور رجحان زیادہ ہوتا جارہا ہے۔ روایتی کی بورڈ کا استعمال کم ہوتا جارہا ہے۔ اس سے سمارٹ فون پر ٹائپنگ کی رفتار بھی زیادہ ہو رہی ہے جبکہ روایتی کی بورڈ پر کم ہو رہی ہے۔ ماہرین کا خیال ہے کہ آنے والے وقت میں دونوں کی رفتار ایک دوسرے کے قریب تر ہو جائے گی''۔ (۴۰)

یہی وجہ ہے کہ سمارٹ فون نے ہماری زندگیوں کو وقت کے ساتھ یکسر بدل کر رکھ دیا ہے۔ اب ہم کوئی بھی پیغام سمارٹ فون کے بغیر جو مہینوں میں پہنچتا تھا، پوری دنیا میں سکینڈوں میں بھجوا سکتے ہیں اور اس کا جواب حاصل کر سکتے ہیں۔ نہ صرف پیغامات بلکہ آواز، تصاویر اور ویڈیو بھی سکینڈوں میں شیئر کر سکتے ہیں۔ اس حوالے سے یہ بات بلا تردید کہی جا سکتی ہے کہ استعمال بڑھنے کے ساتھ ساتھ سمارٹ فون پر اُردو ٹائپنگ کا رجحان بھی ترقی کرے گا۔

حوالہ جات

۱۔ نوازش علی،(انٹرویو)ازعارف حسین،ادارہ فروغ قومی زبان،اسلام آباد،۲۳۔اپریل ۲۰۲۱ء،دن 2 بجے

۲۔ رضا علی عابدی، قلم سے کمپیوٹر تک، الماس، ششماہی، جلد ۷، شمارہ-۱، شاہ عبداللطیف یونیورسٹی، خیرپور، سندھ ۲۰۰۴ء، ص۱۳۷

۳۔ قدرت نقوی،سید، مرتبہ،لسانی مقالات، مقتدرہ قومی زبان،اسلام آباد،جون ۱۹۸۸ء، ص۱۸۹

۴۔ https://ur.wikipedia.org/wiki1on 23-04-2021, 5p.m

۵۔ خورشید عالم گوہر قلم، خطاط مشرق،اعجازِ خطاطی،سنگ میل پبلی کیشنز،لاہور،۲۰۱۴ء، ص۱۵

۶۔ عرفان قریشی، نور علی نور،ادارہ فروغ قومی زبان،اسلام آباد،۲۰۱۹ء، ص۷

۷۔ محمد سلیم،سید،پروفیسر،اُردو رسم الخط، مقتدرہ قومی زبان، کراچی،۱۹۸۱ء، ص۸۰

۸۔ ایضاً، ص۷۶

۹۔ عبدالقدوس ہاشمی، مولوی، ہمارا رسم الخط، انجمن ترقی اُردو ہند، دہلی، س۔ن، ص۲۷

۱۰۔ web. facebook.com, on 23-04-2021, 5p.m

۱۱۔ https://en.wikipedia.org/wiki/Diamond_Sutra, on 23-04-2021, 5p.m

۱۲۔ ایک مخصوص قسم کی سیاہی کا برانڈ نام ہے۔ یہ کتابت کے لیے استعمال ہوتی ہے اور مختلف برانڈز کے تحت بازار میں دستیاب ہے۔

۱۳۔ رشید حسن خاں،اُردو املا، نیشنل اکادمی، دریا گنج، دہلی، مئی ۱۹۷۴ء ص۵۰۲

۱۴۔ سلیم الدین قریشی،ڈاکٹر،اُردو کی پہلی مطبوعہ کتاب،(پمفلٹ)، مقتدرہ قومی زبان،اسلام آباد،۱۹۸۶ء، ص ۱۴

۱۵۔ محمد سجاد مرزا،اُردو رسمِ خط، عثمانیہ ٹریننگ کالج، حیدر آباد دکن،۱۹۴۰ء، ص۳۱-۴۱

۱۶۔ ایضاً، ص۱۳

۱۷۔ کلکتہ کرانیکل، فائل، پنجاب یونیورسٹی لائبریری،لاہور،۸۔جولائی ۱۷۹۰ء، ص۳

۱۸۔ طارق عزیز،ڈاکٹر،اُردو رسم الخط اور ٹائپ، مقتدرہ قومی زبان،اسلام آباد،اگست ۱۹۸۷ء، ص۱۹۲

۱۹۔ رضیہ نور محمد،اُردو زبان اور ادب میں مستشرقین کی علمی خدمات کا تحقیقی جائزہ، مقالہ برائے پی ایچ ڈی، پنجاب یونیورسٹی لائبریری،لاہور،۱۹۷۵ء، ص۱۳۹(غیر مطبوعہ)

۲۰۔ محمد سجاد مرزا، اُردو رسم الخط، عثمانیہ ٹریننگ کالج، حیدرآباد، دکن ۱۹۴۰ء، ص ۶۱

۲۱۔ طارق عزیز، ڈاکٹر، اُردو رسم الخط اور ٹائپ، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، اگست ۱۹۸۷ء ص ۲۰۶

۲۲۔ ایضاً، ص ۲۰۹

۲۳۔ ایضاً، ص ۲۲۰

۲۴۔ محمد نجم الغنی خان، علامہ، تاریخ ریاست حیدرآباد دکن، مطبع نولکشور، لکھنؤ، ۱۹۳۰ء، ص ۶۰۲

۲۵۔ محمد سجاد مرزا، اُردو رسمِ خط، عثمانیہ ٹریننگ کالج، حیدرآباد، دکن، انتظامی مشین پریس، حیدرآباد، دکن، ۱۹۴۰ء، ص ۲۳

۲۶۔ ایضاً، ص ۲۴

۲۷۔ مولوی عبدالحق، سہ ماہی، اُردو، انجمن ترقی اُردو، جلد ۳، شمارہ ۱۲، بابت اکتوبر ۱۹۲۳ء، ص ۶۲۳

۲۸۔ ہماری زبان، انجمن ترقی اُردو ہند، دہلی، یکم فروری ۱۹۴۰ء، ص ۱

۲۹۔ ہماری زبان، انجمن ترقی اُردو ہند، دہلی، جون ۱۹۴۳ء، ص ۳

۳۰۔ عبدالسلام خورشید، مرتبہ، اُردو صحافت میں ٹائپ کا مسئلہ، ادارہ مطبوعات نوائے وقت، لاہور ۱۹۵۹ء، ص ۱۳

۳۱۔ التفات حسین، سید، اردو رسم الخط کے متعلق ایک مشورہ، مشمولہ، رسالہ اُردو، اکتوبر ۱۹۳۶ء، ص ۵۰۶

۳۲۔ Some Problems of Urdu Script by Dr. Muhammad Afzal Pakistani Linguistics (1962), Linguistic Research Group of Pakistan, Lahore, 1963. P. 140

۳۳۔ طارق عزیز، ڈاکٹر، اُردو رسم الخط اور ٹائپ، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، اگست ۱۹۸۷ء، ص ۲۹۸

۳۴۔ رضی الدین خان، /وجیہ احمد صدیقی، مشمولہ اخبار اردو، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، جنوری-فروری ۲۰۰۲ء، ص ۴

۳۵۔ https://en.wikipedia.org/wiki/Z1_(computer), dated 23-04-2021, 5:37 p.m

۳۶۔ https://en.wikipedia.org/wiki/ENIAC, dated 23-04-2021, 5.53 p.m

۳۷۔ اکبر سجاد، اُردو کمپیوٹر اور معیار بندی، کوششوں کا ایک جائزہ، مشمولہ، اخبار اُردو، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، جلد ۱۵، شمارہ ۶، جون ۱۹۹۹ء، ص ۸

۳۸۔ ساجد حمید، اُردو زبان و ادب کے ابلاغ میں اردو ویب سائٹس کا کردار، مقالہ برائے ایم فل اُردو، شعبہ اُردو، لیڈز یونیورسٹی، لاہور، ۲۰۱۸ء، ص ۳۴، (غیر مطبوعہ)
۳۹۔ اعجاز حسین چوہان، رانا، ڈاک کا محکمہ اور دورِ جدید، مشمولہ، روزنامہ جسارت، ۷/اکتوبر ۲۰۱۹ء
۴۰۔ https://urduraj.pk/science-and-technology,25-4-2021,1.p.m

باب: سوم

اُردو کمپوز کاری کے مسائل

کمپوز کاری کی تاریخ کے حوالے سے اگر غور کیا جائے تو روزِاوّل سے ہی کسی نہ کسی صورت میں کمپوز کاری انسان کے زیرِ تصرف رہی ہے۔اس وقت ہمارا موضوع بھی اُردو کتابت اور اُردو ٹائپنگ کے بعد اگلا مرحلہ کمپیوٹر پر اُردو کمپوز کاری پر بحث کرنا ہے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ اس سے پہلے کمپوز کاری کے متعلق سارا کام کاتب اور خوش نویس حضرات انجام دیتے تھے۔ ہر کاتب اپنی صلاحیتوں اور تجربہ کے مطابق یہ کام کرتا تھا۔ ان میں سے کچھ بہت اچھے خوش نویس تھے جن کے معاوضے انتہائی زیادہ ہوتے تھے اور کچھ خوش نویس جو اپنے فن میں اتنے ماہر نہیں ہوتے تھے کم معاوضہ پر بھی کام کرنے کو تیار ہوتے تھے۔ اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ اپنی مہارت اور لیاقت کے مطابق خوش نویسوں کے اپنے اپنے معاوضے تھے۔ بہر حال کاتب یا خوش نویس جتنا بھی اچھا ہو انسانی تقاضا ہے کہ وہ کام کی کثرت کے سبب اپنے کام کے معیار کو چند صفحات کے بعد اُس جذبے سے برقرار نہیں رکھ سکتا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کسی کتاب کی کتابت میں ہمیں کہیں بہت اچھی تحریر دیکھنے کو ملتی اور کہیں کمزور تحریر سے بھی ہمارا واسطہ پڑتا تھا۔ عام طور پر کتاب کے ابتدائی صفحات کی کتابت تو بہت خوبصورت ہوتی لیکن جیسے جیسے کاتب آگے بڑھتا جاتا اس کی کتابت کمزور ہوتی چلی جاتی۔ ہزاروں کاتبوں میں سے کوئی ایک ماہر فن کار ہوتا جو اوّل سے آخر تک اپنے معیار کتابت کو برقرار رکھ سکتا تھا۔

ضرورت محسوس کی گئی کہ اس مسئلے کا کیا حل نکالا جائے کہ کسی کتاب کی کتابت میں شروع سے لے کر آخر تک ایک ہی معیار کو برقرار رکھا جاسکے۔ کتابت کے معیار کو برقرار رکھنے کے لیے اس کا آسان اور مناسب حل یہ نکالا گیا کہ اُردو نسخ میں ٹائپ کو فروغ دیا جائے۔ اس حوالے سے ایک طویل عرصہ تک نسخ ٹائپ پر کتابت ہو کر کتابیں طبع کی جاتی رہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ نستعلیق کی مقبولیت اور عوامی حلقوں میں اس کی طلب کے باعث، اِسے فروغ دینے کے لیے بہت کوششیں کی گئیں۔ ایک عرصہ نستعلیق میں ٹائپ کو فروغ دینے کے

تجربات میں گزر گیا مگر یہ مسئلہ حل نہ ہو سکا۔ آخر کار انسان کمپیوٹر کی ایجاد میں کامیاب ہو گیا اور اس ٹیکنالوجی کی مدد سے اس نے کوشش کی کہ نستعلیق میں ٹائپ کے مسئلے کو حل کیا جائے۔ کمپیوٹر نے جہاں انسانی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کیے وہاں اُردو کمپوز کاری کی دنیا میں بھی جدّت پیدا کی اور جدید سائنسی علوم و فنون کی ترویج و اشاعت بھی انگریزی میں کمپیوٹر پر ہونے لگی۔ اُردو کے لیے یہ مسئلہ اب بھی سنگین صورتِ حال کا حامل تھا۔ اس مسئلہ پر بہت غور و فکر کیا گیا کہ جدید ٹیکنالوجی نے جہاں دنیا کے تمام شعبوں کو متاثر کیا ہے وہاں اُردو کمپوز کاری کے حوالے سے بھی کام ہونا چاہیے۔ انھی کوششوں کے نتیجے میں آخر کار ماہرین نے نوری نستعلیق کے نام سے کمپیوٹر کی ایجاد میں ہمیں کامیابی حاصل کرلی۔ کمپیوٹر پر اُردو تحریر کے آنے سے قومی زبان نے اپنا صدیوں کا سفر چند برسوں میں طے کیا اور اُردو کے بہت سے پروگرام مارکیٹ میں آنا شروع ہو گئے، جن میں خاص طور پر شیراز، نظامی، شاہکار، انعام علوی اور دیگر کئی ایک اُردو کے پروگرام شامل ہیں۔

اُردو کمپیوٹر کی ایجاد کس طرح ہوئی یہ ایک بہت غور طلب بات ہے اور بہت کم لوگ جانتے ہوں گے کہ اُردو کو کمپیوٹر تک آنے میں کن کن مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ کمپیوٹر پر اُردو زبان کو متعارف کرانے کے لیے جو کوششیں کی گئیں ان کا اگر مختصراً جائزہ لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ نہ صرف یہ کوششیں اداروں کی سطح پر کی گئیں بلکہ اُردو سے محبت کرنے والے ماہرین نے انفرادی اور اجتماعی سطح پر بھی اس خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لیے اپنی گراں قدر خدمات پیش کیں، جن کی بدولت آج اُردو کو یہ مقام حاصل ہو سکا۔ اس بات کا ذکر کرنا یہاں بے محل نہ ہو گا کہ مناسب وسائل مہیا نہ ہونے کے باعث اُردو کمپوز کاری کے لیے کی جانے والی بہت سی کوششیں بنیادی کام سے آگے نہ بڑھ سکیں۔ بعض کوششیں تو انفرادی سطح پر ہی محدود ہو کر رہ گئیں۔ ان کوششوں کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ ۱۹۹۱ء میں جامعہ کراچی میں ایک سائنسی نمائش منعقد کی گئی جس میں شعبہ اطلاقی طبعیات کے طالب علموں نے بھی ایک سٹال لگایا جہاں انھوں نے اُردو کا ایک پروگرام پیش کیا اور کمپیوٹر پر اُردو لکھنے کے فن کا مظاہرہ کیا۔ بلاشبہ ان طالب علموں کے اس فن نے نمائش دیکھنے والے تمام ناظرین کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔

انجینئرنگ یونیورسٹی، لاہور کے (تین) طالب علموں نے ۱۹۸۴ء میں اپنی ذاتی کوششوں سے ایک ایسی مشین ایجاد کی جس کی بدولت وہ اُردو زبان کو کمپیوٹر میں داخل کر کے اس کا پرنٹ (چھاپہ) نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ مشین انھوں نے چار ماہ کے قلیل عرصے میں تیار کی تھی اور اس پر اُس وقت تقریباً سات ہزار روپے خرچ ہوئے تھے۔ اس مشین کی ایجاد کو انھوں نے اس قابل بنادیا کہ جسے چھوٹے ناشرین اپنی کتابیں طبع کرنے کے لیے استعمال کر سکتے تھے۔ اس مشین کو تیار کرنے میں میاں محمد اسلم انچارج الیکٹرانکس سوسائٹی نے ان طالب علموں کی بہت معاونت اور حوصلہ افزائی کی تھی۔ اس مشین کی صلاحیت اور اس کے کام کو سراہتے ہوئے پاکستان ٹیلی وژن نے اسے اپنے خبرنامے کا حصّہ بنایا اور ان طالب علموں کے ساتھ ان کی بنائی جانے والی مشین کی تعریف بھی کی گئی۔

جون ۱۹۸۴ء میں معروف انجینئر سعید کریم نے ایک ایسا منی کمپیوٹر ایجاد کیا جس میں انگریزی کے ساتھ ساتھ اُردو خط نسخ کو بھی اس میں شامل کیا گیا تھا۔ انھوں نے کمپیوٹر پر اُردو نسخ میں کام کرنے کا عملی مظاہرہ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن (موجودہ ہائیر ایجوکیشن کمیشن) کے کمپیوٹر انسٹی ٹیوٹ اور وفاقی وزیر تعلیم کے دفتر میں بھی کیا۔ اس کمپیوٹر میں سعید کریم نے پہلی دفعہ اپنے منی کمپیوٹر میں مقتدرہ قومی زبان کے تیار کردہ کلیدی تختے کو شامل کر کے اُردو تحریر پیش کی۔ بعد ازاں اس کمپیوٹر کی نمائش مقتدرہ قومی زبان (ادارہ فروغ قومی زبان) کے تعاون سے ایک مقامی ہوٹل میں بھی کی گئی۔

پاکستانی نژاد ایک ذہین طالب علم تمیز انصاری نے جون ۱۹۸۵ء میں اُردو حروف تہجی کے لحاظ سے ایک کمپیوٹر تیار کیا ہے جس سے لکھی جانے والی اُردو نسخ عبارت بہت واضح اور نفیس تھی۔ چنانچہ فیصلہ کیا گیا کہ ابتدائی طور پر مذکورہ کمپیوٹر پاک امریکن کمیونٹی کی روزمرہ ضروریات کے لیے استعمال کیا جائے۔

ستمبر ۱۹۸۵ء میں فضل الرحمن علوی کی جانب سے پاکستان میں پہلا لفظی عمل کار (ورڈ پروسیسر) تیار کرنے کی نوید سنائی گئی۔ انھوں نے اپنا یہ عمل کار (پروسیسر) اُردو قاعدے کے ساتھ ایجاد کیا جو صرف سکولوں

کے استعمال کے لیے بنایا گیا تھا۔ انھوں نے ایک ذولسانی کلیدی تختہ لفظی عمل کاری (ورڈ پروسیسنگ) کے لیے استعمال کیا اور کمپیوٹر کی بنیادی/بیسک (Basic) نامی زبان کو اُردو میں ترجمہ کیا۔

۲۵/فروری ۱۹۸۶ء میں مقتدرہ قومی زبان کے دفتر میں ایک خصوصی سیمینار منعقد ہوا جس میں سہگل کمپیوٹر کے نمائندوں نے مقتدرہ کے ارباب اختیار کو بتایا کہ ۱۹۸۵ء کے فیصلے کی رو سے پاکستان اور بھارت دونوں ممالک کے لیے عمومی طور پر اور پاکستان کے لیے خصوصی طور پر اُردو لفظی عمل کاری (ورڈ پروسیسنگ) کا نظام تیار کیا جا چکا ہے۔ اس میں دستاویزات کی تشکیل ادارت، مسل کاری اور طباعت وغیرہ بڑی آسانی سے کی جا سکتی ہے۔ اس کی مدد سے صرف چند کلیدوں (Keys) کو دبا کر موجودہ متن میں تبدیلی اور اضافہ وغیرہ بھی کیا جا سکتا ہے۔

برطانیہ میں تین انگریزی تحقیق کاروں نے ۱۹۸۷ء میں اُردو زبان کے الفاظ کا ایک عمل کار (پروسیسر) تیار کیا جس سے لوگ اُردو زبان کی تعلیم حاصل کر سکیں۔ یہ پروگرام بی بی سی مائیکرو کمپیوٹر کے پاس ہے جو جلد ہی اٹاری ۵۶۰-ایف آر اور آر این سی نمبر کو بھی حاصل ہو جائے گا۔ اس منصوبے کے حوالے سے ماہرین کی ایک ٹیم عربی، بنگالی اور پنجابی زبانوں کے لیے بھی ایسے ہی پروگرام پر کام کر رہی تھی۔ اسی دوران اسلام آباد کے ایک ریٹائرڈ بریگیڈیئر حسین نے بھی اُردو کمپیوٹر پر تحقیق کا کام شروع کیا تھا۔ وہ کمپیوٹر پر خط نسخ کو رواج دینے میں بڑی حد تک پیش رفت کر چکے تھے۔ ان کی اچانک وفات نے ان کو یہ کام مکمل کرنے کا وقت نہ دیا اور ان کا بیٹا یوسف ان کے اس کام کو آگے بڑھانا چاہتا تھا لیکن وہ خط نسخ کی بجائے خط نستعلیق میں اُردو کمپیوٹر کی تیاری میں دلچسپی رکھتا تھا۔ اس کا یہ کام پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکا۔

سی سی سسٹمز، اسلام آباد نے ایک ایسا اُردو کمپیوٹر تیار کرنے کی داغ بیل ڈالی جو خط نسخ اور خط نستعلیق کے درمیانی رسم الخط پر مشتمل ہو۔ ان کی یہ کوشش تھی کہ ان کا اُردو کمپیوٹر سب سے سستا اور معیاری ہو تا کہ عام آدمی کی دسترس میں ہو اور جلد مقبولیت حاصل کر لے لیکن وہ اپنے تجربے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ جاپانی مستشرق اساکا یوتاکا کی این ای سی کمپنی نے ایک پاکستانی زاہد احمد کے ساتھ مل کر اولمپیا ٹائپ رائٹر کے کلیدی تختے

کو سامنے رکھتے ہوئے ''آسوکایو'' کے نام سے ایک نسخ کمپیوٹر ایجاد کیا جس پر جاپانی یونیورسٹی کے اُردو نصاب کی کتابیں شائع کی جاتی تھیں۔ اس طرح امریکہ کے ایک ماہر لسانیات ڈونالڈ بیکر نے ''خوش نویس'' کے نام سے اُردو پرسنل کمپیوٹر کا سافٹ ویئر تیار کیا جس پر چند کتب شائع کی گئیں۔

> ''اخبار کی صنعت میں اُردو سافٹ ویئر کا استعمال سب سے پہلے روزنامہ جنگ نے کیا۔ اس سافٹ ویئر کے بعد اُردو ورڈ پروسیسنگ کے سافٹ ویئر سازی کا سلسلہ چل نکلا۔ سب سے پہلے شہکار متعارف ہوا اور پھر خطاط، سرخاب، گلوبل، اور ہمالہ نامی سافٹ ویئرز بھی متعارف کروائے گئے''۔ (۱)

اس کے بعد ''خطاط'' کے نام سے اُردو نستعلیق کمپیوٹر بزنس سسٹمز انٹرنیشنل کی ایک کامیاب کوشش تھی۔ ماہرین کا خیال تھا کہ برصغیر میں اُردو نستعلیق، پشتو، سندھی اور گجراتی کو مائیکرو کمپیوٹر پر لانے کی ضرورت تھی جس میں ہم کامیاب ہو گئے ہیں۔ اس میں اُردو کے خط فاتح کو استعمال کیا گیا تھا۔ خطاط نامی یہ پروگرام کمپیوٹر کی تمام سہولتوں کے ساتھ ہر اعتبار سے اخباروں اور جرائد کی ضرورت کو مدِ نظر رکھ کر بنایا گیا تھا۔ اس سے ٦ پوائنٹ سے لے کر ١٣٢ پوائنٹ تک خفی اور جلی الفاظ کی کتابت کی جا سکتی تھی۔ اس کے ذریعے تصاویر، سرخیاں، مربع اور مستطیل وغیرہ بنانا اس کی اہم خصوصیات تھیں۔ کمپوزنگ کے دوران سکرین پر نظر آنے والی کتابت میں حسب خواہش ترمیم و اضافے اور تصیحات کی جا سکتی تھیں۔ خطاط کے جدید نظام نے علاقائی زبانوں کی طباعت و اشاعت کو انگریزی کے مقابل لا کھڑا کیا تھا۔

کمپیوٹر پر اُردو پروگرام کے حوالے سے اگر جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ مقتدرہ قومی زبان کے قیام کے بعد اُردو ادب کے حلقوں نے اس ضرورت کو شدت سے محسوس کیا کہ اُردو کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے اس کی ترقی میں حائل رکاوٹوں کو دور کیا جائے۔ اُردو کمپیوٹر کے رواج کی دوسری وجہ یہ تھی کہ پاکستان کے بڑے اشاعتی ادارے کاتبوں کے غیر معیاری کام اور اچھے کاتبوں کے بڑھتے ہوئے معاضوں سے تنگ آ کر مشینی کتابت پر توجہ مرکوز کیے ہوئے تھے۔ ان کی کوشش تھی کہ کم سے کم وقت میں کتابت کا زیادہ سے زیادہ معیاری کام کر کے وقت کی بچت کی جا سکے۔

اُردو کمپیوٹر کی تیاری کے حوالے سے ایک اہم پہلو یہ ہے کہ پاکستان میں انفرادی یا اجتماعی طور پر کوششیں کرنے والوں نے مقتدرہ قومی زبان سے جب بھی رابطہ کیا تو انھیں علمی معاونت اور مشاورت مہیا کی گئی۔ ادارے نے انھیں اُردو نستعلیق فانٹ میں کمپیوٹر کی تیاری کے لیے سفارشات پیش کیں۔ کیونکہ انھیں اس بات کا احساس تھا کہ اس سے پہلے مارکیٹ میں خط نسخ میں بہت سے لوگوں نے کمپیوٹر پر اُردو پروگرام کے حوالے سے کام کیا ہے لیکن عوامی سطح پر اسے اس قدر پذیرائی حاصل نہیں ہو سکی۔ اس حوالے سے یہ ذکر کرنا بے محل نہ ہوگا کہ سابق صدر جنرل محمد ایوب خان نے اپنے دور حکومت میں لسانیات کے ایک بین الاقوامی ادارے کو اُردو نستعلیق ٹائپ رائٹر بنانے کے لیے احکامات دیے لیکن طویل تحقیق اور تجربات کے بعد اُردو نستعلیق ٹائپ رائٹر کی ایجاد کو ناممکن قرار دیا گیا۔ مسلسل تحقیق سے پاکستان اور بھارت میں بھی اب اُردو نستعلیق کمپیوٹر تیار کر لیا گیا ہے اور ماہرین نے فنی طور پر اس میں موجود خامیوں پر کافی حد تک قابو پا لیا ہے۔ اُردو کمپیوٹر کی دنیا میں اب ہم اس مقام پر کھڑے ہیں کہ اُردو کو اگر ملک میں کلی طور پر بھی نافذ کر دیا جائے تو یہ ہر مرحلے میں عوام میں مقبولیت کے ساتھ خدمت کے لیے تیار ہے۔

اُردو کمپوز کاری کے حوالے سے اگر بات کی جائے تو یہ مختلف سافٹ ویئر میں کی جاتی ہے مگر ان میں سے دو قسم کے سافٹ ویئر زیادہ مؤثر اور کار آمد ہیں۔ ان میں سے ایک ''اِن پیج'' اور دوسرا ''ایم ایس آفس''۔ دونوں سافٹ ویئر کے اپنے اپنے مسائل ہیں۔ موجودہ دور میں یونیورسٹیوں اور علمی و تحقیقی اداروں کی سطح پر زیادہ تر مائیکروسافٹ آفس میں اُردو کمپوز کاری کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اس حوالے سے عزیز احمد اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

> ''مائیکروسافٹ ورڈ میں اُردو کا کام بھی نستعلیق رسم الخط میں اچھی طرح کیا جا سکتا ہے۔ لیکن معلومات نہ ہونے کی وجہ سے اُردو والے اب بھی مائیکروسافٹ ورڈ کا بہت کم استعمال کرتے ہیں''۔ (۲)

مائیکروسافٹ ورڈ میں اُردو کمپوزنگ کے مروج ہونے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس میں مسائل کے ساتھ ساتھ بہت سی خصوصیات بھی پائی جاتی ہیں جو کہ اب تک کسی دوسرے سافٹ ویئر میں کم دیکھنے میں آتی ہیں۔مائیکروسافٹ ورڈ اُردو ٹیکنالوجی سے واقفیت کے لیے پاک اردو انسٹالر کمپیوٹر پر اُردو لکھنے کے لیے ایک مفید سافٹ ویئر ہے،اس کے علاوہ ان پیج کا بھی بول بالا ہے۔لیکن ان پیج میں تحریر کردہ مواد کو انٹرنیٹ کے سرچ انجن سے تلاش نہیں کیا جاسکتا ہے۔اس کے برعکس پاک اردو انسٹالر ایک یونیکوڈ سافٹ ویئر کی حیثیت رکھتا ہے جس کی مدد سے سرچ انجن میں اُردو میں اپنی پسند کے مواد تک رسائی حاصل کی جاسکتی ہے۔یونیکوڈ کی خاصیت یہ ہے کہ یہ ایم ایس ورڈ میں بھی کام کرتا ہے۔فیاض حمید اپنے مقالے میں مائیکروسافٹ ورڈ میں اُردو لکھنے کے فوائد کے بارے میں بتاتے ہیں:

> ”کمپیوٹر سافٹ ویئر اور انٹرنیٹ کے استعمال سے اردو تحقیق میں بھی کافی آسانیاں پیدا ہوئیں۔تاہم لسانی تحقیق اور اردو تدریس میں مزید استفادہ کی گنجائش موجود ہے۔عام طور پر اردو زبان وادب کے محققین کو مقالے کی تسوید سے لے کر اعشاریہ سازی کتب اور مواد تک رسائی میں جو مسائل درپیش تھے،اس ٹیکنالوجی نے کافی حد تک ان مسائل پر قابو پاتے ہوئے اردو میں ادبی لسانی اور علمی تحقیق کے لیے راہیں ہموار کردی ہیں“۔(۳)

اِن پیج اور مائیکروسافٹ ورڈ میں اُردو ٹائپنگ کے حوالے سے مندرجہ ذیل خوبیوں اور خامیوں کا جائزہ پیش کیا جارہا ہے:

☆ مائیکروسافٹ ورڈ میں ٹائپنگ کا سب سے زیادہ فائدہ یہ ہے کہ اگر اس کی فائل کسی دوسرے کو ای میل کے ذریعے منتقل کرنا ہو تو یہ طریقہ کار نہایت آسان ہے۔جبکہ اِن پیج کی فائل اگر کہیں میل کی جائے تو جب تک اُس کے کمپیوٹر میں اِن پیج پروگرام نہیں ہو گا وہ اس فائل کو کھول نہیں سکے گا۔اس کے مقابلے میں مائیکروسافٹ ورڈ کی فائل موبائل پر بھی آسانی سے کھول کر دیکھی جاسکتی ہے۔

☆ فائل اٹیچ نہ کرنی ہو تو مواد کو براہ راست ای میل کے ذریعے بھیجا جا سکتا ہے۔اِن پیج میں اس سہولت کا فقدان ہے۔

☆ مائیکرو سافٹ ورڈ میں اعداد براہ راست انگریزی طرز تحریر پر لکھے جا سکتے ہیں۔اِن پیج میں ٹائپ کرنے کے بعد اگر کسی فائل کو مائیکرو سافٹ ورڈ میں تبدیل کیا جائے تو تمام اعداد اُلٹ ہو جاتے ہیں۔

☆ مائیکرو سافٹ کی فائل کو آسانی کے ساتھ پی ڈی ایف فائل میں منتقل کیا جا سکتا ہے اور یہ سہولت کم و بیش تمام جدید ونڈوز میں موجود ہوتی ہے۔اس کے مقابلے میں ان پیج کی فائل کو پی ڈی ایف میں تبدیل کرنے کے لیے الگ سے کمپیوٹر میں کوئی متعلقہ پروگرام انسٹال کرنا پڑتا ہے۔

☆ مائیکرو سافٹ ورڈ میں املا اور پروف خوانی کا نظام بہتر ہے جس کے باعث کوئی لفظ آسانی کے ساتھ چیک کر کے اسے درست کیا جا سکتا ہے۔اِن پیج میں اِملا اور پروف خوانی کا خودکار نظام موجود نہیں ہے مگر لفظ تلاش کرنے کی سہولت موجود ہے۔

☆ ہیڈر فُٹر کے ذریعے کسی فائل پر آسانی سے نمبر لگائے جا سکتے ہیں۔ان پیج میں بھی یہ سہولت موجود ہے لیکن مائیکرو سافٹ ورڈ میں اگر صفحات کے آخر سے مواد ختم کر دیا جائے تو صفحات نمبر خود بخود کم ہوتے جاتے ہیں لیکن اِن پیج میں صفحات کو سلیکٹ کر کے ڈیلیٹ کرنا پڑتا ہے۔

مائیکرو سافٹ ورڈ کمپیوٹر پر سب سے زیادہ استعمال ہونے والا سافٹ ویئر ہے۔اس میں اِن پیج کے مقابلے میں کافی آسانیاں ہیں۔ لیکن اس کے مقابلے اُردو کمپوزنگ کے لیے عام طور پر اِن پیج سافٹ ویئر کو ترجیح دی جاتی ہے۔اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ایک تو یہ پروگرام خاص طور پر اردو کے لیے ہی تیار کیا گیا ہے اور دوسرے اس میں پیج میکنگ لے آؤٹ کی خوبصورتی جیسی دیگر سہولیات زیادہ پائی جاتی ہیں۔

اس حوالے سے اُردو کمپوزنگ کے ماہر کمپوزر نوازش علی جو کہ گزشتہ تیس سال سے اُردو کمپوزنگ سے وابستہ ہیں۔اپنے تجربات کے حوالے سے معلومات فراہم کرتے ہوئے ان پیج اور ایم ایس ورڈ کی خصوصیات کا ذکر کرتے ہیں:

''ان پیج: یہ سافٹ ویئر اردو کمپوز کاری کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے یہ اُردو لکھنے میں بہت زیادہ سہولیات مہیا کرتا ہے۔ جب کہ اس میں انگریزی ٹائپنگ بھی بہت آسانی سے کی جاسکتی ہے۔ لیکن اس سافٹ ویئر کو بنانے کے بعد اس پر مزید کوئی کام نہیں ہو سکا۔ میری نظر میں زیادہ سہولیات کے ساتھ ساتھ اس سافٹ وئیر میں چند خامیاں بھی موجود ہیں:

۱۔ مواد میں زیادہ بکس بناتے وقت ڈاکیومنٹ کا کرپٹ ہونا یا رُک جانا۔

۲۔ بغیر پیراگراف کے مسلسل مواد کمپوز کرنے سے لائنوں کا غائب ہو جانا۔

۳۔ ٹیبل بناتے وقت ٹیبل میں سے کسی ایک عمودی لائن کو ختم کرنے کی سہولت کا نہ ہونا۔

۴۔ اعراب لگاتے وقت بعض اعراب حرف کے ساتھ چپک جاتے ہیں یا حرف یا لفظ کے اندر گھس جاتے ہیں۔

۵۔ ڈاکومنٹ میں نمبر شمار لگاتے وقت خودکار طریقے سے نمبروں کا نہ لگایا جانا۔

۶۔ خودکار طریقے سے ناموں کو الف بائی ترتیب سے لکھنے کی سہولت موجود نہیں۔

۷۔ خودکار صفحہ بندی کی سہولت کا نہ ہونا۔''(۴)

اسی طرح مائیکروسافٹ ورڈ کے حوالے سے اپنے تجربات کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''ایم ایس ورڈ: یہ سافٹ ویئر بنیادی طور پر انگریزی کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ انگریزی کے حروف اور الفاظ اُردو کے حروف اور الفاظ سے یکسر مختلف ہیں۔ اس لیے انگریزی کمپوز کاری کے لیے تو اس سافٹ ویئر میں بے پناہ سہولیات میسر ہیں۔ لیکن اردو کمپوز کاری کے لیے فارمیٹنگ کے لحاظ سے تو ان پیج کی نسبت اس سافٹ ویئر میں سہولتیں زیادہ ہیں۔ صفحہ بندی کرتے وقت اُردو کمپوز کاری میں اپنی مرضی سے لائنوں اور الفاظ کو ایڈجسٹ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ انگریزی حروف کی کششیں نہیں ہوتیں۔ خودکار فارمیٹنگ کے لحاظ سے ایم ایس ورڈ میں بے پناہ سہولیات ہیں جس کی

وجہ سے انگریزی کمپوز کاری میں اس سے زیادہ فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ لیکن اُردو کمپوزکاری میں کچھ مشکلات پیش آتی ہیں۔ مثلاً لائنوں میں وقفہ دو تین طرح سے مخصوص ہے جس کی وجہ سے اگر ایک صفحہ پر دو تین لائنیں زیادہ رکھنی ضروری ہوں تو دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔اسی طرح الفاظ کے وقفہ کو کم کر کے اگلے صفحے سے پیچھے والے صفحے پر لانا چاہیں تو بھی مشکل پیش آتی ہے''۔(۵)

کمپوزکاری کے عمل میں بعض اوقات ہم اپنا کمپوز کیا ہوا مواد کسی دوسری جگہ منتقل کرنا چاہتے ہیں یا کسی دوسرے شخص کو کسی سافٹ ویئر کے ذریعے یہ مواد بھجوانا چاہتے ہیں تو اس کے لیے ہم ای میل کا سہارا لیتے ہیں۔اگر ہم کوئی مواد کسی دوسرے کو یونی کوڈ فارمیٹ کی صورت میں بھجواتے ہیں تو ممکن ہے کہ اُسے مطلوبہ مواد اِن پیج میں ضرورت ہو۔اس کے برعکس اگر ہم اُسے اِن پیج فارمیٹ میں بھجواتے ہیں تو ممکن ہے کہ اُسے یہ مواد یونی کوڈ فارمیٹ میں درکار ہو۔اس طرح ایک فارمیٹ سے دوسرے فارمٹ میں مواد کی تبدیلی بھی بہت بڑا مسئلہ ہے۔ کیونکہ مواد کو تبدیل کرتے وقت کئی ایک سہولیات بھی میسر آتی ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ کچھ مسائل کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔اس حوالے سے نوازش علی سے بات کی گئی تو انھوں نے مواد کی منتقلی کے مسائل اور سہولیات کا ذکر کرتے ہوئے بتایا:

''اِن پیج سے یونی کوڈ اور یونی کوڈ سے اِن پیج میں مواد کی منتقلی سے بہت سے مسائل حل ہو گئے ہیں۔اب کسی سافٹ ویئر میں مواد کو ٹائپ کر کے کسی دوسرے سافٹ ویئر میں منتقل کرنا نہایت ہی آسان ہو چکا ہے۔ منتقلی کے وقت کچھ تھوڑی بہت مشکلات در پیش آتی ہیں۔ مثلاًاِن پیج کے مواد کو یونی کوڈ میں منتقل کرنے سے اعراب اور کسی دوسرے چھوٹے حروف صحیح طور پر منتقل نہیں ہو پاتے اور صفحہ بندی بھی دوبارہ کرنی پڑتی ہے۔ ہندسے اُلٹا رُخ اختیار کر لیتے ہیں۔یونی کوڈ سے اِن پیج میں منتقلی سے اُردو نمبر الٹے رُخ لکھے جاتے ہیں اور کئی چھوٹے حروف منتقل ہونے سے رہ جاتے ہیں جن کی جگہ پر وقفہ رہ جاتا ہے''۔(۶)

اِن پیج اور ایم ایس ورڈ کے اُردو سافٹ ویئرز میں جن مسائل کا تذکرہ کیا گیا ہے ان کو بہتر کرنے کی ہر ممکن کوشش ہونی چاہیے تا کہ اُردو کمپوز کاری کے فروغ میں مدد مل سکے اور پیش آنے والے مسائل کا حل کیا جا سکے۔

اُردو زبان کو جدید ٹیکنالوجی سے ہم آہنگ کرنے کی اشد ضرورت ہے۔اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ موجودہ دور میں جب کہ انسانی ضروریات ایک مشین کی شکل اختیار کر چکی ہیں اور کسی کے پاس بھی اتنا وقت نہیں ہے کہ وہ کسی کام کو زیادہ سے زیادہ وقت دے سکے۔زندگی کے بہت سے شعبوں میں ہر ایک فرد نے اپنے طور پر اُصول اور ضابطے مقرر کر رکھے ہیں جس کے باعث وہ اس بات کا خیال کرتا ہے کم وقت میں اپنا زیادہ کام کر سکے گا۔اس کے لیے وہ نہ کسی بنے بنائے ضابطوں پر عمل کرنے کا پابند ہے اور نہ ہی جدید ٹیکنالوجی کو استعمال کرنے کے لیے تیار ہے۔اس حوالے سے مشہور محقق، مترجم اور نقاد یاسر جواد سے رابطہ کیا گیا تو انھوں نے اپنی رائے دیتے ہوئے کہا:

> ''اُردو زبان کو کمرشل سطح پر رومن رسم الخط میں لکھا جانے لگا ہے۔ سوشل میڈیا، اشتہارات اور ایس ایم ایس پر بھی رومن رسم الخط کا چلن عام ہوئے دو عشرے ہو چکے ہیں۔اگر ایسا ہو جائے تو اُردو زبان کو ہر قسم کی جدید ٹیکنالوجی کے ساتھ بہ آسانی ہم آہنگ کیا جا سکتا ہے۔ ترکی بھی ایسا کر چکا ہے۔اس طرح ظ، ض، ز، ذ، ژ وغیرہ کے مسائل بھی دور ہو سکتے ہیں اور تلفظ کو زیادہ بہتر انداز میں پیش کیا جا سکتا ہے''۔(۷)

کمپیوٹر پر اُردو کمپوز کاری کی بات کی جائے تو اس کے آغاز میں بہت سے سافٹ ویئرز کے آنے سے بہت سے مسائل حل ہو گئے اور جس کام کے لیے کاتب مہینوں لگاتا تھا وہاں اُردو کمپوزر نے یہ کام گھنٹوں اور دنوں میں کرنا شروع کر دیا۔اس سے طباعت کے نظام میں تیزی پیدا ہونے کے ساتھ وقت میں بھی بچت ہوئی۔اس میں کوئی شک نہیں کہ وقت کے ساتھ ساتھ اُردو کمپوز کاری کی وجہ سے اُردو طباعت نے ترقی کی۔اس کی ابتدا کچھ ایسے پروگراموں سے ہوئی تھی جو ڈاس کے ذریعے کام کرتے تھے اور جو صفحہ کمپوز کر لیا جاتا تھا اس کو سکرین پر دیکھنے کی سہولت میسر نہ تھی۔ان پروگراموں میں کاتب، شاہکار اور سقراط وغیرہ جیسے پروگراموں پر کمپوز

کاری کی جاتی تھی۔ کمپوز کیے ہوئے مواد کے سکرین پر ظاہر نہ ہونے سے کئی ایک مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ جو مواد کمپوز کیا جاتا تھا جب اس کا پرنٹ آؤٹ لیا جاتا تھا تو صورتِ حال کچھ اور ہوتی تھی۔ اس کمی کو دُور کرنے کے لیے ہندوستان میں اُردو کمپوز کاری کے لیے پہلا اِن پیج پروگرام تیار کیا گیا جس کے باعث مواد کو سکرین پر دیکھنے کی سہولت میسر ہوئی۔ موجودہ اُردو کمپوز کاری میں بھی کئی ایک مسائل کا سامنا ہے جنھیں ماہرین کے نزدیک دور کرنا ازحد ضروری ہے۔ ان میں سرِفہرست مسئلہ عبارت پر اعراب لگانے کا ہے۔ جناب یاسر جواد ایک عرصہ سے ماہر مترجم اور اُردو کمپوز کاری سے بھی وابستہ ہیں اور اُردو کمپوز کاری کے پروگراموں کے تقابل کے لیے کام کر رہے ہیں، وہ اپنے تجربات یوں بیان کرتے ہیں:

> ''کوئی تیس سال قبل اُردو کمپوزنگ کو کمپیوٹرائزڈ کیا جانے لگا تو شاہکار، سقراط اور پھر اِن پیج جیسے پروگرام آئے۔ اِن پیج غالباً پہلا پروگرام تھا جس میں کتاب کا صفحہ سکرین پر صفحے کی شکل میں دیکھنا ممکن ہوا۔ یعنی WYSWYG۔ لیکن ان پروگراموں میں اعراب کی سہولت نہ ہونے کے برابر تھی یا اگر اعراب لگا بھی دیے جاتے تو لفظ کی شکل بگڑ جاتی (یہ مسئلہ اب بھی ہے)۔ نیز جدول، فہرستیں وغیرہ دینا بھی نہایت مشکل تھا اور خصوصی مہارت رکھنے والے لوگ ہی ایسا کر سکتے تھے۔ اِس کے نتیجے میں کمپوزروں کا ایک نیا طبقہ سامنے آیا جو صرف ٹائپسٹ تھے اور اُنھیں زبان سے کوئی واقفیت نہ تھی۔ اِعراب وغیرہ کے مسائل کی وجہ سے دلیل دی جانے لگی کہ زبان کو سادہ اور آسان فہم انداز میں لکھنا چاہیے، للہٰذا اِعراب کی ضرورت نہیں۔ اس کے نتیجے میں لسانی و علمی مسائل پیدا ہونا ناگزیر تھے۔ گل/ گِل/ گُل/ مِٹّی/ مَٹّی/ مُصحف/ مَصحف/ نِشتر/ نَشتر جیسے الفاظ میں تفریق نہ رہی''۔ (۸)

یاسر جواد کی رائے کے حوالے سے کمپیوٹر میں اُردو اِملا، رموزِ اوقاف اور ان کی یکسانیت پر کام کرنا بہت ضروری ہے تاکہ ان خاص پہلوؤں کو نمایاں کر کے ان کا حل تلاش کیا جا سکے۔ آج کل کے جدید دور میں جب کہ بہت سے سافٹ ویئر اُردو کمپوز کاری کے لیے مروج ہیں تو یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ کون سا سافٹ ویئر اُردو

کمپوزکاری کے لیے مفید اور سود مند ثابت ہو سکتا ہے۔اس حوالے سے اگر دیکھا جائے تو کسی ایسے سافٹ ویئر کا انتخاب کرنا ہوگا، جو دیگر مروج سافٹ ویئر کے ساتھ مکمل طور پر مماثلت رکھتا ہو۔اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ مواد کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے وقت کم سے کم مشکلات ہوں گی۔اگر ایک ایسے سافٹ ویئر کا انتخاب کیا جائے جو کہ دیگر سافٹ ویئر سے مماثلت نہ رکھتا ہو تو ہمیں اپنی تحریر کو نئے سرے سے مکمل طور پر کمپوز کرنا ہوگا جس کے لیے وقت اور محنت دونوں درکار ہوں گے۔آج کل کے مروجہ سافٹ ویئر کے حوالے سے یاسر جواد نے بتایا کہ:

''آج کل اِن پیج ورژن تھری کے علاوہ ورڈ یونی کوڈ میں اُردو کمپوز کاری کی جاتی ہے کیونکہ یہ انٹرنیٹ کی دنیا کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے۔اگر کوئی تحریر یونی کوڈ میں ٹائپ کی جائے تو اِس میں سب سے بڑا مسئلہ الفاظ اور بالخصوص حروف کی درمیانی خالی جگہ کا ہے جو نامناسب لگتی ہے، جیسا کہ ان الفاظ میں دیکھا جا سکتا ہے: مرکز، رکھتی، مرتفع، موسم، عورتیں، پوتھی، مارکس وغیرہ۔ان میں ایک ہی لفظ کے دو حصّوں کے درمیان بھونڈا سا فاصلہ پایا جاتا ہے۔اس کے علاوہ انگلش ناموں کو ٹائپ کرنے کے لیے مسائل ہیں جس میں الفاظ کی شکل مسخ ہو جاتی ہے، جیسے کنننگھم، اینگلس۔کچھ دیگر الفاظ بھی بگڑ جاتے ہیں، جیسے قبیلچہ، بپتسمہ، گزیٹیئر۔ایسے الفاظ بھی آتے ہیں جو خود بخود کچھ اور بن جاتے ہیں، جیسے بلی کی جمع بِلیاں میں اگر کسرہ نہ لگایا جائے تو وہ بلیاں ٹائپ ہوتا ہے۔ان سب باتوں کے باوجود یونی کوڈ میں بہت سی سہولیات ہیں جو اُردو اِن پیج میں نہیں۔مثلاً اشاریہ بنانا، خودکار فہرست بنانا، الفاظ پر سٹائل شیٹ لگانا، ہر ایک باب یا جزو کا علیحدہ ہیڈر اور فُٹر دینا، حواشی شامل کرنا، کراس ریفرنس، اشعار کی ترتیب، ٹیبلز بنانا، تصاویر شامل کرنا وغیرہ۔یہ سب سہولیات اِن پیج میں نہیں''۔[۹]

روز مرّہ تحقیق و تجربات کی بنیاد پر اُردو کمپوز کاری کے حوالے سے بہتر سافٹ ویئر کا اگر ذکر کیا جائے تو ہم نوری نستعلیق فونٹ اور فارسی رسم الخط کو ہی ترجیح دیتے ہیں تو پھر فونٹ کے اوپر مذکورہ مسائل، جن کا ذکر کیا گیا ہے، انھیں حل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ مائیکروسافٹ ورڈ نے جہاں اُردو کمپوز کاری کے بہت سے مسائل کو حل کیا ہے وہاں اس میں بہت سی خامیاں ابھی باقی ہیں مثلاً مائیکروسافٹ ورڈ میں کمپوز کیے گئے الفاظ میں غیر مناسب وقفہ پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ تحریر کی سب سے بڑی خامی ہے، جو دیکھنے اور پڑھنے میں بھی اچھی نہیں لگتی۔ یہی وجہ ہے کہ کچھ لوگ واپس اِن پیج سے رجوع کرنے لگے ہیں جس میں الگ قسم کے مسائل ہیں اور بہت سی سہولیات بھی نہیں، جیسے اشاریہ بنانا، فہرست بنانا، الفاظ کی سٹائل شیٹ لگانا، تصاویر شامل کرنا وغیرہ۔ اس کے باوجود اِن پیج میں تحریر کی خوبصورتی اپنی ایک الگ انفرادیت ہے۔

کسی فائل کا سائز کم کر کے اسے ای میل کرنے یا کسی دوسرے سافٹ ویئر کے ذریعے منتقل کرنے کے لیے اس کی پی ڈی ایف تیار کی جاتی ہے۔ پی ڈی ایف فائل اُردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں تیار کی جاتی ہے۔ عام طور پر مشاہدہ کیا گیا ہے کہ پی ڈی ایف فائل سے کوئی مطلوبہ مواد تلاش کرنا مشکل ہوتا ہے کیونکہ پی ڈی ایف فائل سرچ ایبل فارمٹ میں نہیں ہوتی۔ لہٰذا مواد کو تلاش کرنے کے لیے پوری فائل کو دیکھ کر اس میں سے مطلوبہ مواد تلاش کیا جاتا ہے۔ اس سے بہت زیادہ وقت صرف ہوتا ہے۔ پی ڈی ایف فائل انگریزی اور اُردو دونوں زبانوں میں تیار کی جاتی ہے۔ اگر پی ڈی ایف فائل مناسب طریقہ پر تیار کی جائے تو اس میں الفاظ کی تلاش (Searchable) کو ممکن بنایا جا سکتا ہے۔ اس حوالے سے عزیز احمد اپنے ایک مضمون ''مائیکروسافٹ ورڈ میں اُردو کیسے لکھیں؟'' میں لکھتے ہیں:

> ''پی ڈی ایف فائلوں میں مطلوبہ مواد کو ورڈ فائل کی طرح Ctrl+F کا بٹن دبا کر آسانی سے تلاش کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اُردو کے معاملہ میں ایسا نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُردو میں یا تو اِن پیج اُردو سے پی ڈی ایف فائل بنائی جاتی ہے۔ مائیکروسافٹ ورڈ میں اُردو کے متن کا پی ڈی ایف بنانے کے لیے مائیکروسافٹ ورڈ کی ویب سائٹ سے PDF Plugin ڈاؤن لوڈ کر کے پی ڈی ایف بنائی جائے تو اس فائل کے متن میں

Ctrl+F کی مدد سے تلاش کیا جا سکتا ہے۔ پی ڈی ایف بنانے کے لیے Save as پر جائیں Save as type میں جا کر pdf کا انتخاب کریں اور ok پر کلک کریں۔ یہ فائل چاہے نستعلیق خط میں ہو یا کسی دوسرے خط میں اس کے مواد کو آسانی سے تلاش کیا جا سکتا ہے"۔ (۱۰)

اس طریقہ کار پر اگر عمل کر کے اُردو کے مواد کی پی ڈی ایف تیار کی جائے تو ہم بڑی آسانی کے ساتھ ورڈ میں لکھی گئی اُردو کو تلاش کر سکتے ہیں۔ یہ طریقہ کار عام طور پر یونیورسٹیوں کی سطح پر تحقیقی مقالات لکھنے کے لیے خاص طور پر مائیکروسافٹ ورڈ میں بہت سودمند ثابت ہوتا ہے۔

i۔ مشینی رسم ہائے خط (فانٹ)

دنیا میں کوئی بھی بولی جانے والی زبان ہماری آوازوں کا مجموعہ ہے۔ جب ہم اس زبان کو لفظوں کا جامہ پہناتے ہیں تو اسے ہم ان آوازوں کا لباس کہہ سکتے ہیں کیونکہ ہم ان الفاظ کے ذریعے سے ہی آوازوں کی شناخت کرتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں یہ الفاظ آواز کی شناخت ہیں۔ جو زبان رسم الخط کے بغیر ہوتی ہے تصوری زبان (Ideograph) کہہ سکتے ہیں۔ کسی بھی زندہ زبان کا رسم الخط ضرور ہوتا ہے۔ اس لیے جیسے جیسے وہ زبان ترقی کرتی ہے اس میں اصلاحات کی گنجائش بھی ہوتی ہے اور اس کے لیے نئے الفاظ بھی وضع ہوتے رہتے ہیں۔ اسے دو مثالوں کے ذریعے مزید واضح کیا جا سکتا ہے کہ عربی زبان کے رسم الخط میں ضرورت محسوس کی گئی اور اس میں بہت سی اصلاحات کی گئیں۔ جیسے عربی کا پرانا رسم الخط نقطوں کے بغیر پڑھا جاتا تھا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس پر نقطوں کی ضرورت کو محسوس کیا گیا۔ دوسری قسم کی اصلاحات میں اس پر زیر، زبر، پیش، کششوں اور شوشوں کا استعمال کیا گیا جو آج بھی ہماری زبان اُردو میں استعمال کیا جا رہا ہے۔

اگر تاریخی حوالے سے دیکھا جائے تو ہم اس ضرورت کو محسوس کر سکتے ہیں کہ جب اِسلام دنیا بھر کے لوگوں میں پھیلنا شروع ہوا تو غیر عرب لوگوں کے لیے قرآن مجید کی تعلیم اور عربی پڑھنے والوں کے لیے

مختلف قسم کی دشواریوں کا سامنا تھا۔ اس لیے ضرورت محسوس کی گئی کہ عربی زبان میں اصلاحات کی جائیں اور ایسے لوگوں کے لیے بھی عربی پڑھنا لکھنا آسان بنایا جائے جو غیر عرب ہیں اس لیے عربی الفاظ پر نقطوں اور اعراب کی داغ بیل ڈالنے کے بندوبست پر غور و فکر کیا جانے لگا۔ جب حضور اکرم ﷺ کی بعثت ہوئی تو اس وقت حجازِ مقدس میں خط کوفی ہی رائج تھا۔ حضور ﷺ نے مختلف قبائل کے سرداروں اور بادشاہوں کو بھی خطِ کوفی میں خط لکھے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر طارق عزیز رقم طراز ہیں:

> ''ابتداً اس خط میں اعراب اور نقطوں کا چلن نہیں تھا۔ ابوالاسود دوئلی نے تقریباً سن ۵۰ھ میں نقطے ایجاد کیے۔ لیکن یہ نقطے حروف کی شناخت کے بجائے اِعراب کے طور پر استعمال ہوتے تھے''۔ (۱۱)

اسلام کی سرحدیں وسیع ہونے کے بعد جب اس کا دائرہ عرب سے نکل کر مصر اور ایران تک پھیلا تو بہت سے حروف کی شکلیں آپس میں ملنے کی وجہ سے قرآنِ مجید کی تلاوت اور خط کتابت میں مشکلات پیش آنے لگیں۔ ضرورت محسوس کی گئی کہ رسمِ خط کے اس ابہام کو دور کر کے اس کی اصلاح کی جائے۔ چنانچہ اس کام کے لیے خلیفہ عبدالملک بن مروان نے عراق کے گورنر حجاج بن یوسف کو حکم دیا کہ رسمِ خط کی اصلاح کا بندوبست کیا جائے، حجاج بن یوسف نے یہ کام نصر بن عاصم کے سپرد کیا کہ رسمِ خط کی اصلاح کے لیے کام کیا جائے۔

نصر بن عاصم نے اِعراب کے لیے استعمال ہونے والے نقطوں کو اُسی طرح برقرار رکھا اور ان کے لیے قرمزی رنگ میں نقطے استعمال کرنے کا مشورہ دیا۔ اس کے ساتھ ہم شکل اور آپس میں مماثلت رکھنے والے الفاظ کو سیاہ رنگ کے نقطوں کے ساتھ تخصیص کرنے کی تجویز دی۔ یہ تجاویز خط کوفی میں کم و بیش چالیس سال تک چلتی رہیں۔ حتیٰ کہ عبدالرحمٰن خلیل بن احمد عروضی نے نقطوں کے لیے سیاہ رنگ تجویز کر کے اعراب کی شکلیں واضح کیں۔ خطِ کوفی اپنی سادگی اور وضاحت کے باعث اس قدر مقبول ہوا کہ کم و بیش چھٹی ہجری تک اس کا استعمال ہوتا رہا۔ گو کہ وقت کے ساتھ ساتھ اس میں بعض تبدیلیاں بھی کی گئیں۔ دوسری صدی ہجری کے بعد اس خط نے قوسی شکل اختیار کر لی پھر اس میں خوبصورتی اور آرائش پیدا ہوتی گئی۔ اس کے بعد یہ خط متروک ہو گیا اور اس کی بجائے خط نسخ کا رواج شروع ہو گیا۔

خط میں اس تبدیلی کے بعد بھی نقطے اور کششیں اُسی طرح لکھی جاتی رہیں۔ الفاظ پر نقطے تو مسلسل لگائے جاتے لیکن اعراب صرف آرائش کے لیے یا جہاں ضرورت ہوتی وہاں لگائے جاتے۔ اس کے بعد ''خطِ کوفی جدید'' کے نام سے خط کا آغاز ہوا۔ ایران میں خط نسخ کا رواج بہت عام ہو چکا تھا۔ اسے زندگی کے بہت سے شعبوں میں استعمال کیا جا رہا تھا۔ پھر دفتری اُمور کی انجام دہی کے لیے ''خط تعلیق'' کا اجرا ہوا۔ اس خط میں اس قدر ترچھا پن اور پھیلاؤ تھا کہ ایک حرف کے سرے دوسرے حرف میں پیوست ہو جاتے تھے۔ یہ خط کافی مقبول ہوا اور سرکاری خط کتابت اور دیگر حکومتی فرمانوں کے لیے بھی اسے استعمال کیا جانے لگا۔

> ''خط تعلیق اصل میں دفتری کام کے لیے موزوں تھا۔ اس کی کششوں میں کسی قدر ترچھا پن اور دائروں میں گراؤ نمایاں ہوتا ہے اور حرفوں کے سرے دوسرے لفظوں کے حرفوں سے مل سکتے ہیں۔ یعنی کئی لفظ ایک دوسرے سے پیوستہ لکھے جا سکتے ہیں اور ان وجوہ سے یہ زود نویسی کے کام آسکتا ہے۔ اسی صفت کی وجہ سے یہ ایرانی دفتروں میں مقبول ہوا، خاص طور پر فرامین کے لیے۔ اس خط کو ایران کی دفتری ضرورت کی پیداوار بھی کہا جا سکتا ہے''۔ (۱۲)

خط تعلیق میں خواجہ ابوالعالی بک نے بہت سی انقلابی اصلاحات کرتے ہوئے فارسی کے لیے مخصوص کردہ آوازوں (پ، چ، ژ، اور گ) کے لیے بھی حرفوں کو ایجاد کیا۔ شروع میں گ پر بھی دو ڈنڈوں (کششوں) کی بجائے تین نقطے لگائے جانے لگے۔ بعد میں زبان اور اس کی خوبصورتی کے حوالے سے اس مشق کو زیادہ دیر برقرار نہ رکھا جا سکا۔ اس طرح گ پر صرف دو کششیں لگانے کو ہی رواج دیا گیا۔ خط نسخ میں حروف افقی طریقہ پر لکھے جاتے ہیں جس کے باعث اس خط میں سادگی، خوبصورتی اور حرفوں کی شکلیں واضح ہوتی ہیں۔ اس لیے یہ خط اردو کے ساتھ ساتھ عربی، فارسی، سندھی اور پشتو کے لیے بھی استعمال کیا جاتا تھا۔ اس کے ساتھ خطِ تعلیق کو بھی فروغ دیا گیا اور یوں ان دونوں خطوں کے باہم ملاپ سے خط نستعلیق وجود میں آیا۔ اس لیے خط نستعلیق کو خطوں کی ترقی یافتہ شکل کہا جاتا ہے۔ یہ خط اپنی مقبولیت کے باعث ایران کی

سرحدوں سے نکل کر آکناف میں بھی پھیل گیا۔ڈاکٹر طارق عزیز خط نستعلیق کے حوالے سے یوں رقم طراز ہیں:

> ''خطِ نستعلیق کو اپنے زمانے کے دوسرے خطوں کی ترقی یافتہ صورت کہا جا سکتا ہے۔ بے ساختہ حسن کی بدولت یہ بہت جلد مقبول عام ہو گیا اور اس کا حلقہ ایران سے باہر دوسرے ممالک تک پھیل گیا۔ خطِ نستعلیق میں جو رکھ رکھاؤ، تکلف اور نزاکتوں کا جو انداز پایا جاتا ہے اس کی وجہ سے یہ لفظ محاورتاً بھی استعمال ہونے لگا ہے''۔(۱۳)

خطِ نستعلیق لکھتے وقت اس کے جوڑ اور شوشے بنانے کے لیے جس احتیاط اور توجہ کی ضرورت ہوتی ہے، اس پر بہت وقت صرف کرنا پڑتا ہے لہٰذا اس میں تیز رفتاری پیدا نہیں کی جاسکتی۔اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے سن بارہ ہجری کے شروع میں مرتضیٰ خان شاملو نے نستعلیق کے مقابلے میں خط شکستہ جاری کیا، جسے دفتری خط کتابت اور سرکاری کاموں کے لیے استعمال کیا جانے لگا۔اس خط کے باعث تحریر میں تیزی پیدا کی جاسکتی تھی۔ اس خط میں نقطوں اور شوشوں کا اس قدر خیال نہیں رکھا جاتا تھا۔موجودہ دور میں ہماری تحریر میں جو سقم پائے جاتے ہیں یہ سب خطِ شکستہ ہی کی بدولت ہیں۔

برعظیم پاک وہند میں جب اُردو زبان کا آغاز ہوا تو مسلمان اسے (نسخ اور نستعلیق) میں لکھنے لگے جب کہ ہندو دیوناگری رسم الخط میں لکھتے تھے۔اس طرح دیوناگری خط میں عربی اور فارسی کے علاوہ کچھ مخصوص آوازیں جیسا کہ (خ، ذ، ز، ض، ظ اور ع وغیرہ) لکھنے کے لیے حرف موجود نہیں تھے۔دوسری طرف ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین بولی جانے والی زبانوں میں اُردو کے بہت سے الفاظ آپس میں بولے اور سمجھے جاتے تھے۔ اردو کا تعلق چونکہ ان تینوں زبانوں کے ساتھ ہے اس لیے ضرورت محسوس کی گئی کہ اس طرح کے مخصوص الفاظ کے لیے بھی حروف بنائے جائیں۔اگر دیکھا جائے تو دوچشمی (ھ) کی علامت بھی اصل میں عربی کے الفاظ سے لی گئی ہے۔جب یہ (ھ) فارسی میں آتی ہے تو یہ کہنی والی (ہ) کی صورت میں بدل جاتی ہے۔

موجودہ دور انفارمیشن ٹیکنالوجی کا دور ہے اور ہاتھ سے کاغذ پر لکھنے کا رواج کم ہوتا جارہا ہے۔ ٹیکنالوجی کے اس سفر کو پیش نظر رکھتے ہوئے دنیا بھر میں بولی جانے والی زبانوں کے ماہرین نے اپنی اپنی زبانوں کے رسم

الخط کو ترقی دیتے ہوئے ایسی اصلاحات کی ہیں کہ زبانوں کے رسم الخط کو کمپیوٹر اور انٹرنیٹ پر بھی پڑھا جا سکے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ رسم الخط کمپیوٹر سکرین پر صرف دیکھنے کی حد تک نہ ہو بلکہ اس کو کمپیوٹر اور انٹرنیٹ پر لکھا اور سمجھا بھی جا سکے۔ جس خط میں یہ خوبیاں پائی جائیں اس کو ہم ''مشین ریڈ ایبل'' خط کہیں گے۔ اُردو کے حوالے سے ماہرین نے رسم الخط پر بہت کام کیا ہے اور اس کے رسم الخط میں ایسی بنیادی اصلاحات کی ہیں کہ اسے مشین ریڈ ایبل خط بنایا جا سکے۔ مولوی محمد اسماعیل میرٹھی کے قاعدے کے حوالے سے اُردو کے حروف تہجی کا اگر جائزہ لیا جائے تو ان کی تعداد ۳۸ ہے۔ جس کی تفصیل اس طرح ہے:

ا ب پ ت ٹ ث ج چ ح خ د ڈ ذ ر ڑ ز ژ س ش ص ض ط ظ ع غ ف ق ک گ ل م ن و ہ ھ ء ی ے

مشین ریڈ ایبل خط کے تناظر میں ادارہ فروغ قومی زبان (مقتدرہ) کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو اُردو حروف تہجی کی تعداد ۵۸ بنتی ہے:

> ''حرف ''ۃ'' کو عموماً اُردو ابجد کا حصّہ نہیں مانا جاتا، تاہم کئی الفاظ و اِصطلاحات میں اِس کا اِستعمال ضرور ہے۔ جس کی ایک مثال مرکب لفظ دائرۃ المعارف ہے۔ اور شاید اِسی اِستعمال کی وجہ سے مقتدرہ قومی زبان نے اُردو حروفِ تہجی میں اِس کو شامل کیا ہے، اِس کے ساتھ ساتھ کئی مزید حروف کو بھی شاملِ ابجد کیا گیا ہے جس سے اُردو حروفِ تہجی کی تعداد 58 ہو جاتی ہے''۔ (۱۴)

مشینی رسم الخط کے دور میں اس ضرورت کو شدت سے محسوس کیا جانے لگا کہ اُردو زبان کی معیار بندی ہونا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ کمپیوٹر کے ایک سسٹم پر لکھی گئی عبارت کسی دوسرے سسٹم پر کھولی جا سکے، پڑھی جا سکے اور اس میں تبدیلیاں کی جا سکیں۔ لہٰذا ماہرین نے فیصلہ کیا کہ اس بنیادی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ایک یونی کوڈ پلیٹ بنائی جائے جس پر اُردو کے تمام حروف کو نمبر دیے جائیں۔ کمپیوٹر پر جب بھی ہم کوئی زبان لکھتے ہیں تو اس زبان کو کچھ مخصوص نمبر دیے جاتے ہیں۔ کمپیوٹر کوئی زبان نہیں پڑھتا بلکہ وہ نمبر پڑھتا ہے جو اسے کسی حرف کے لیے دیا گیا ہوتا ہے۔ کمپیوٹر اسے اپنے حافظے میں محفوظ کرتا ہے، اس کو پراسس کرتا ہے اور اس کے مطابق رزلٹ یا شکل سکرین پر دکھاتا ہے۔ یونی کوڈ سے پہلے مختلف کمپیوٹر پر مختلف

پروگراموں کے ذریعے اُردو لکھی جاتی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ایک کمپیوٹر پر لکھی جانے والی زبان کسی دوسرے کمپیوٹر پر کھول کر پڑھنا ہرگز ممکن نہیں ہوتا تھا۔اس حوالے سے طاہر مفتی لکھتے ہیں:

> ''ہر شخص جانتا ہے کہ اُردو حروف ایک لفظ بن کر کمپیوٹر کے اندر اپنے محل وقوع کے مطابق مختلف صورتیں اختیار کرتے ہیں۔ یہ سافٹ ویئر اس بات کا از خود خیال رکھتا ہے۔ کلیدی تختے پر ہر کریکٹر (Character) کے لیے ایک الگ کلید ہے۔ جب ٹائپ کرنے والا کوئی کلید دباتا ہے تو سافٹ ویئر اس سے پہلے حرف اور اس کے بعد آنے والے حرف کا جائزہ لیتا ہے اور پھر مطلوبہ حرف کے لیے مناسب صورت کا انتخاب کرتا ہے''۔ (۱۵)

اُردو رسم الخط کے حوالے سے اگر مشینی فانٹ کا ذکر کیا جائے تو اس میں بہت سی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔اُردو رسم الخط کے حوالے سے ان کو دو حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

> ''۱۔ اتصالی مشکلات: وہ دشواریاں جو اشکالِ حروف، اتصالِ حروف، شوشے، مرکز اور اعراب وغیرہ سے تعلق رکھتی ہیں۔
>
> ۲۔ صوتی مشکلات: وہ دشواریاں جو مشتبہ الصوت حروف اور الفاظ وغیرہ سے تعلق رکھتی ہیں''۔ (۱۶)

خطِ نستعلیق میں بہت سے مسائل ہیں۔ بعض اوقات اس میں حروف کی بہت سی شکلیں بنتی ہیں۔ جیسا کہ حرف ب کی بہت سی شکلیں ہمارے سامنے آتی ہیں۔ پھر حرف و کے علاوہ بہت سارے حروف ایسے ہیں کہ جن کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا ہے کہ وہ کتنی جگہ پر آئیں گے۔ مختلف حرفوں کی ابتدائی، وسط اور آخری شکل میں لکھنے سے ان کی شکلیں بدلتی رہتی ہیں۔

انگریزی میں کمپیوٹر پر کام کرنے میں پہلے پہل یہ سہولت فراہم کی گئی کہ وہ بائیں سے دائیں طرف عبارت لکھتا تھا۔ اب کمپیوٹر پر دائیں سے بائیں عبارت لکھنے کے لیے بہت سے مسائل تھے۔ اس کا حل یونی کوڈ کنسور شیم کے ذریعے سب سے پہلے عربی میں نکالا گیا۔ کیونکہ عرب تیل کی دولت سے مالا مال تھے اس لیے اخراجات کی پرواہ کیے بغیر وہ اس کام کو کرنے کے لیے وسائل خرچ کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔

لیکن حروف تہجی کی تعداد کم زیادہ ہونے کے باعث عربی کا ابجد فارسی کا تحتی سیٹ ہے اور فارسی کا ابجد اُردو کا تحتی سیٹ ہے، جس کے باعث اس پروگرام میں کچھ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ جب ماہرین کو اس بات کا علم ہوا کہ اُردو میں حروف کی تعداد عربی اور فارسی کے حروف سے زیادہ ہے تو یونی کوڈ نے اُردو کے لیے حروفِ تہجی کمپیوٹر میں داخل کرنے کے کام کو آسان بنادیا۔ اس طرح اُردو آج بھی عربی کے کوڈ چارٹ ۰۶۰۰ ہی سے کمپیوٹر پر چلائی جارہی ہے۔ یہ بات بالکل درست بھی ہے کہ عربی اور اُردو کے حروف کافی حد تک آپس میں مماثلت رکھتے ہیں۔ اس لیے اس کوڈ چارٹ میں اُردو لکھنے کے لیے کم و بیش تمام سہولیات میسر ہیں۔

عربی رسم الخط میں اعراب اور نقطے بہت بعد میں لگائے گئے تھے۔ ٹائپنگ میں یہ ترتیب سب سے پہلے ۱۹۴۹ء میں محمد قطب الدین نے پیش کی۔ اُنھوں نے حروف کو گروپوں میں تقسیم کرنے کے طریقہ کار سے فائدہ اٹھایا اور اُردو رسم الخط کو ۸۱ بنیادی گروپوں میں تقسیم کیا جنھیں محض چار طریقوں سے یعنی نقطوں اور چھوٹی ''ط'' کی مدد سے لکھا جاتا تھا۔

> ''محمد قطب الدین نے اس گروہی تقسیم سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ اصول دریافت کیا کہ اگر بعض نقطوں کی کلیدوں کو اس طرح درست کر لیا جائے کہ وہ مختلف گروہ کے حروف کے لیے استعمال کی جاسکیں تو اس سے کلیدوں کی تعداد میں خاطر خواہ کمی ہوسکتی ہے کیونکہ بنیادی طور پر حروف کی تعداد ۱۸ ہے۔ ان کی پہچان کے لیے چار مختلف نقطوں اور ایک چھوٹی طوئے کی ضرورت ہے۔ یوں یہ تعداد محض (۱۸+۵)=۲۳ بنتی ہے''۔ (۱۷)

۱۷/اپریل ۲۰۰۸ء کو یونی کوڈ کنسورشیم کو یہ تجویز پیش کی گئی کہ یونی کوڈ کی نقطوں اور حروف کی خالی کشتیوں کے لیے جدا جدا نمبر فراہم کیے جائیں جسے منظور کرتے ہوئے ۲۲ نقاط اور حروف کی مختلف کشتیوں کو کوڈ چارٹ میں جگہ فراہم کی گئی پھر انھیں باقاعدہ حروف کا درجہ (Character Status) الاٹ کردیا گیا۔ جس کے مطابق اُردو کے ۶، پشتو کے ۲، سندھی کے ۶ اور عربی کے ۸ نقاط اور دیگر مختلف شکلوں کو یہ جگہ الاٹ کی گئی۔ اس عمل کے باعث حروف کی خالی کشتیاں اور مجرد نقطے علیحدہ علیحدہ حیثیت میں نمایاں ہوگئے۔ اس کوڈ چارٹ کا نام ''Arabic Glyph Parts'' رکھا گیا لیکن یہ نقطے اور شکلیں صرف عربی کے لیے ہی مختص نہیں

ہیں بلکہ دائیں سے بائیں لکھی جانے والی کوئی بھی زبان اس کی مدد سے لکھی جا سکتی ہے۔ یونی کوڈ کنسورشیم نے ان ۱۲۲ اشکال میں سے ۱۶ کو تو تسلیم کر لیا لیکن باقی ۶ پر تحفظات کا اظہار کیا۔ اس لیے کہ اُردو رسم الخط عربی اور فارسی رسم الخطوں کی ایک توسیع (Extension) کے طور پر نہ صرف اُردو کے لیے استعمال ہوتا ہے بلکہ پاکستان میں بولی جانے والی دوسری زبانوں کے لیے بھی یہ کار آمد ہے۔ پاکستان میں بولی جانے والی دیگر مقامی زبانیں بھی اسی کوڈ چارٹ کی مدد سے لکھی جاتی ہیں۔

اُردو رسم الخط کو مشین ریڈ ایبل خط بنانے، اسے کمپیوٹر اور انٹرنیٹ پر پڑھنے، لکھنے اور سمجھنے کے ایک خاص کوڈنگ نظام کے تحت ضابطہ تختی اور معیار بندی اُسی قدر ضروری ہے جس قدر انگریزی کے علاوہ دنیا کی وہ تمام زبانیں ایک ضابطہ تختی کے تحت کمپیوٹر میں محفوظ کی گئی ہیں۔ ” Arabic Glyph Parts 0880“ کوڈ پلیٹ نے بظاہر تو اُردو سمیت اُن تمام زبانوں کے لیے جو دائیں سے بائیں لکھی جاتی ہیں۔ اس پر مزید تحقیق کی ضرورت ابھی باقی ہے تاکہ اُردو سمیت وہ تمام علاقائی زبانیں بھی ترقی کر سکیں جو اُردو کے قبیلے سے تعلق رکھتی ہیں۔

ii۔ تختہ ہائے کلید

اُردو کلیدی تختوں کی تاریخ کے حوالے سے اگر ہم جائزہ لیں تو یہ سفر کمپیوٹر کی ایجاد سے بھی پہلے شروع ہوا تھا۔ یعنی میکانکی ٹائپ مشینوں کے ذریعے اُردو کو ٹائپ کرنے کا آغاز بیسویں صدی کے وسط سے برصغیر پاک و ہند کے خطے میں استعمال میں آیا۔ ذیل میں ہم ایک مختصر سا جائزہ پیش کریں گے کہ کس طرح کلیدی تختے اُردو ٹائپ مشین سے آج کے کمپیوٹر تک کا سفر کرتے ہوئے آئے ہیں۔ ایک فرق کی وضاحت ضروری ہے کہ میکانکی ٹائپ رائٹر مشین سے نستعلیق یا نسخ خط فکس تھا مگر بعد ازاں کمپیوٹر میں کلیدی تختے صرف حروف کو ٹائپ کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں جب کہ خط کی شکل و صورت کے لیے الگ سے فانٹ کی فائلیں استعمال ہوتی ہیں۔ یعنی ایک ہی کلیدی تختے سے کمپیوٹر پر ٹائپ کیا ہوا متن خط نسخ یا نستعلیق دونوں میں یا ایک سے زائد فانٹ کے اسٹائل میں تبدیل کیے جا سکتے ہیں لیکن ہمارا موضوع اس وقت کلیدی تختوں پر مشتمل

ہے لہٰذا اس جائزے کے سفر کا آغاز سے اگر دیکھا جائے تو اُردو ٹائپ مشین کی تیاری کے امکانات کا جائزہ لینے کے لیے میر عثمان علی خان نے جامعہ عثمانیہ کے طالب علموں کے ایک وفد کو یورپ بھیجا گیا۔ اگرچہ اس سے پہلے بھی اس حوالے سے کئی تجربات ہو چکے تھے جنھیں ابتدائی حد تک انفرادی اور کاغذی منصوبہ کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ ۱۹۱۷ء میں جامعہ عثمانیہ کے قیام کے وقت اُردو کی ترویج و فروغ کے لیے کوششیں تیز کی جانے لگیں تو جامعہ عثمانیہ کی طرف سے مغربی ممالک کا دورہ کرنے والے طالب علموں نے اس موضوع میں گہری دلچسپی لیتے ہوئے عربی ٹائپ رائٹر کی ایجاد کے لیے کوششیں کیں۔ عربی ٹائپ رائٹر کی موجودگی میں اُردو ٹائپ رائٹر نے تیزی سے ترقی کرتے ہوئے ۱۹۳۹ء تک سارے ہندوستان میں اس کا استعمال شروع کر دیا۔ اس دوران اصلاح اور ترمیم و اضافوں کا سلسلہ بھی جاری رہا لیکن کسی مناسب منصوبہ بندی نہ ہونے کے باعث اُردو ٹائپ رائٹر بنانے والی ہر کمپنی نے اپنی تحقیقی سہولیات کے مطابق کلیدی تختے اور میکانکی نظام میں تبدیلیاں کیں۔ بیسویں صدی کی آخری (چوتھی) دہائی میں ریمگنٹن کمپنی کی طرف سے متعارف کردہ کلیدی تختے، جس پر ۷۵ حروف صحیح علت اور اس کے علاوہ اعرابوں کی ۷ اعلامات موجود تھیں جب کہ ہندسوں کے لیے ۴۶ کلیدیں مختص کی گئی تھیں۔ ۱۹۴۰ء میں محمد عبداللہ کامل نے افتراقی یا جزویاتی (Atomic) کلیدی تختہ وضع کیا جس کی بنیاد ان کے اپنے وضع کردہ افتراقی رسم الخط پر تھی۔

اُس وقت انگریزی کے ۳۷ حروف تہجی کے مقابل اُردو کے سب جوڑ ملا کر ۱۸۰ ٹکڑوں کو مختصر سے کلیدی تختہ پر سمیٹ لینے کی غرض سے ٹائپ وغیرہ کے لیے رومن اُردو اختیار کرنے کی تحریک بھی چل رہی تھی۔ اس حوالے سے محمد عبداللہ کامل نے اتصالی اور امتزاجی کے مقابلے میں افتراقی یا جزویاتی رسم الخط ایجاد کیا۔ حرفوں کو ملا کر لکھنے کی بجائے الگ الگ حروف لکھنے کی بنیاد ڈالی یعنی کسی، نے، کو، ک، س، ن ے لکھا۔ اس بات کی وضاحت کے لیے انھوں نے کئی ایک مضامین بھی تحریر کیے۔ ان مضامین میں انھوں نے بتایا کہ ۳۲ کلیدوں کے تختے پر ٹائپ کی رفتار اور افادیت میں اضافہ ممکن ہے۔ لہٰذا ۱۹۴۰ء میں ہی ایورسٹ کمپنی نے اُردو ٹائپ رائٹر کے لیے ایک کلیدی تختہ ایجاد کیا جو فارسی کے پہلے سے مروج تختے میں ردوبدل کر کے بنایا گیا تھا۔ یہ

تختہ ۴۶ کلیدوں پر مشتمل تھا جو ۶۷ حروف صحیح وعلت کے لیے اور ۲۰ ہندسوں اور دیگر علامات کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ اس تختے میں (ڑ) کا حرف شامل نہیں تھا۔ البتہ اس وقت جو باقی کلیدی تختے موجود تھے ان کے مقابلے میں بہتر ہونے کی وجہ سے اس کے مطابق جو ٹائپ رائٹر تیار کی گئیں وہ قیام پاکستان کے وقت تک استعمال میں رہیں لیکن بعد میں اس میں اس کلیدی تختے میں تبدیلیاں کر کے اس کو مزید بہتر بنایا گیا اور قیام پاکستان کے وقت ریمنگٹن پورٹیبل اُردو ٹائپ رائٹر جو ۴۲ کلیدوں پر مشتمل تھی، تیار ہو کر مارکیٹ میں آچکی تھی جس پر ۱۷ حروف صحیح وعلت اور اعراب وہندسوں کی ۱۳ علامات موجود تھیں۔ ۱۹۴۹ء میں وزارت تعلیم نے اُردو کے معیاری کلیدی تختے کے لیے ایک کمیٹی قائم کی جس نے ریمنگٹن پورٹیبل کے کلیدی تختے میں کچھ تبدیلیاں کر کے اسے منظور کر لیا۔ اس پر کئی اعتراضات بھی کیے گئے جن میں بنیادی اعتراض یہ تھا کہ کلیدوں پر حروف کی تقسیم کے وقت ان کی فیصد شرح استعمال یعنی کم یا زیادہ استعمال ہونے والے الفاظ کی مناسبت کو نظرانداز کر دیا گیا ہے۔ اس میں بعض اہم اور زیادہ استعمال ہونے والے حروف اوپر والی قطار میں ہیں اور بعض کم استعمال ہونے والے حروف مرکزی کلیدوں پر رکھے گئے ہیں اس طرح انگلیوں کو بار بار زیادہ استعمال کے تحت آنے والے حروف جن تک انگلیاں لے جانے کے لیے وقت لگتا ہے اور رفتار متاثر ہوتی ہے۔ اس کے مقابلے میں ایک دوسری معروف کمپنی اولیویٹی نے رائٹر گلڈ کراچی کے تعاون کے ۴۳ کلیدوں پر مشتمل ایک کلیدی تختہ وضع کیا جس میں بعد میں تبدیلیاں کر کے اصلاح شدہ کلیدی تختے کے مطابق ٹائپ رائٹر بنائی گئی، لیکن اس میں بھی بہت سی خامیاں موجود تھیں جیسا کہ ہندسے کے طور پر استعمال ہونے والا نقطہ صفر موجود نہیں تھا جس کے باعث اسے زیادہ پذیرائی حاصل نہ ہو سکی۔ اس کے بعد ایک تیسرا کلیدی تختہ وضع کیا گیا۔ بڑی تحقیق کے بعد گزشتہ تختوں میں پائے جانے والے نقائص کو دور کرنے کی کوشش کی گئی لیکن خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہو سکا۔ اس کلیدی تختے میں بھی لے، ٹ، ڈ، ڑ، کے لیے کوئی گنجائش موجود نہ تھی اور ایسا اس لیے ہوا کہ کلیدوں کی تعداد میں اضافہ کیے بغیر دیگر حروف کو اہمیت دی گئی۔ ان ظاہری نقائص کی وجہ سے یہ ٹائپ مشین فیل ہو گئی اور چوتھا کلیدی تختہ بنانا پڑا جس میں کلیدوں کی تعداد بڑھا کر ۴۵ کی گئی۔

اُس وقت انگریزی کے ۳۷ حروف تہجی کے مقابل اُردو کے سب جوڑ ملا کر ۱۸۰ ٹکڑوں کو مختصر سے کلیدی تختہ پر سمیٹ لینے کی غرض سے ٹائپ وغیرہ کے لیے رومن اُردو اختیار کرنے کی تحریک بھی چل رہی تھی۔ اس حوالے سے محمد عبداللہ کامل نے اتصالی اور امتزاجی کے مقابلے میں افتراقی یا جزویاتی رسم الخط ایجاد کیا۔ حرفوں کو ملا کر لکھنے کی بجائے الگ الگ حروف لکھنے کی بنیاد ڈالی یعنی کسی، نے، کو، ک، س، ن ے لکھا۔ اس بات کی وضاحت کے لیے انھوں نے کئی ایک مضامین بھی تحریر کیے۔ ان مضامین میں انھوں نے بتایا کہ ۳۲ کلیدوں کے تختے پر ٹائپ کی رفتار اور افادیت میں اضافہ ممکن ہے۔ لہٰذا ۱۹۴۰ء میں ہی ایورسٹ کمپنی نے اُردو ٹائپ رائٹر کے لیے ایک کلیدی تختہ ایجاد کیا جو فارسی کے پہلے سے مروج تختے میں ردوبدل کر کے بنایا گیا تھا۔ یہ تختہ ۴۶ کلیدوں پر مشتمل تھا جو ۲۶ حروف صحیح و علت کے لیے اور ۲۰ ہندسوں اور دیگر علامات کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ اس تختے میں (ڑ) کا حرف شامل نہیں تھا۔ البتہ اس وقت جو باقی کلیدی تختے موجود تھے ان کے مقابلے میں بہتر ہونے کی وجہ سے اس کے مطابق جو ٹائپ رائٹر تیار کی گئیں وہ قیام پاکستان کے وقت تک استعمال میں رہیں لیکن بعد میں اس کلیدی تختے میں تبدیلیاں کر کے اس کو مزید بہتر بنایا گیا اور قیام پاکستان کے وقت ریمنگٹن پورٹیبل اُردو ٹائپ رائٹر جو ۲۴ کلیدوں پر مشتمل تھی، تیار ہو کر مارکیٹ میں آچکی تھی۔ جس پر ۱۷ حروف صحیح و علت اور اعراب و ہندسوں کی ۱۳ علامات موجود تھیں۔ ۱۹۴۹ء میں وزارت تعلیم نے اُردو کے معیاری کلیدی تختے کے لیے ایک کمیٹی قائم کی جس نے ریمنگٹن پورٹیبل کے کلیدی تختے میں کچھ تبدیلیاں کر کے اسے منظور کر لیا۔ اس پر کئی اعتراضات بھی کیے گئے جن میں بنیادی اعتراض یہ تھا کہ کلیدوں پر حروف کی تقسیم کے وقت ان کی فیصد شرح استعمال یعنی کم یا زیادہ استعمال ہونے والے الفاظ کی مناسبت کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اس میں بعض اہم اور زیادہ استعمال ہونے والے حروف اوپر والی قطار میں ہیں اور بعض کم استعمال ہونے والے حروف مرکزی کلیدوں پر رکھے گئے ہیں اس طرح انگلیوں کو بار بار زیادہ استعمال ہونے والے حروف تک لے جانے کے لیے وقت لگتا ہے اور رفتار متاثر ہوتی ہے۔ اس کے مقابلے میں ایک دوسری معروف کمپنی اولیویٹی نے رائٹر گلڈ کراچی کے تعاون کے ۴۳ کلیدوں پر مشتمل ایک کلیدی تختہ وضع کیا جس میں بعد میں

تبدیلیاں کر کے اصلاح شدہ کلیدی تختے کے مطابق ٹائپ رائٹر بنائی گئی، لیکن اس میں بھی بہت سی خامیاں موجود تھیں جیسے ہندسے کے طور پر استعمال ہونے والا نقطہ صفر موجود نہیں تھا جس کے باعث اسے زیادہ پذیرائی حاصل نہ ہو سکی۔ اس کے بعد ایک تیسرا کلیدی تختہ وضع کیا گیا۔ بڑی تحقیق کے بعد گزشتہ تختوں میں پائے جانے والے نقائص کو دور کرنے کی کوشش کی گئی لیکن خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہو سکا۔ اس کلیدی تختے میں بھی لے، ٹ، ڈ، ڑ، کے لیے کوئی گنجائش موجود نہ تھی اور ایسا اس لیے ہوا کہ کلیدوں کی تعداد میں اضافہ کیے بغیر دیگر حروف کو اہمیت دی گئی۔ ان ظاہری نقائص کی وجہ سے یہ ٹائپ مشین فیل ہو گئی اور چوتھا کلیدی تختہ بنانا پڑا جس میں کلیدوں کی تعداد بڑھا کر ۵۴ کی گئی۔ اس طرح یہ مشین دیگر مروّجہ ٹائپ مشینوں کے مقابلے میں بہتر صورت میں پیش کی گئی۔

۱۹۴۰ء کے آخر میں ایک دوسری کمپنی نے ایورسٹ کے نام سے فارسی زبان کے لیے مروج تختے میں ترمیم واضافہ کرنے کے بعد اردو ٹائپ رائٹر کے لیے ایک کلیدی تختہ پیش کیا جس میں حرف ''ڑ'' شامل نہیں تھا۔ مذکورہ کلیدی تختہ قیام پاکستان کے وقت بھی استعمال میں تھا۔ ۱۹۴۹ء میں حکومت پاکستان کی وزارتِ تعلیم نے کلیدی تختہ کے لیے ایک مجلس قائم کی جنھوں نے ریمنگٹن پورٹ ایبل کے کلیدی تختے میں کچھ اضافوں کے بعد ایک ماڈل سامنے رکھا۔ بعدازاں مذکورہ کلیدی تختے پر جو اعتراض سامنے آیا وہ یہ تھا کہ کسی بھی کلیدی تختے میں اس بات کا خیال رکھنا نہایت اہم ہے کہ سب سے زیادہ استعمال ہونے والے حروف ٹائپ کرنے کے لیے زیادہ دباؤ والی انگلیوں کے نیچے ہوں جب کہ کم ٹائپ کرنے والے لفظوں کو کمزور انگلیوں کے ذریعے ٹائپ کیا جائے، مگر مذکورہ مجلس نے اپنے مجوزہ کلیدی تختے میں اس پہلو کا خیال نہیں رکھا۔ ایک اور کمپنی اولیوٹی نے تقریباً چار کلیدی تختے وضع کر کے پیش کیے مگر یہاں بھی حروف کی تقسیم کے زیادہ استعمال کا خیال نہ رکھا گیا۔ پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے ۱۹۴۹ء میں کلیدی تختے کی معیار بندی کے لیے ایک مجلس کا قیام عمل میں آیا جسے بعدازاں وزارت تعلیم نے بھی بنایا مگر یہ تختے بھی کوئی خاص پذیرائی حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ اولمپیا کمپنی کی طرف سے تین مختلف کلیدی تختے وضع کر کے پیش کیے گئے مگر سب میں کسی نہ کسی مرحلے پر

ماہرین نے کسی نہ کسی کمی کی نشاندہی کی جس کی وجہ سے کلیدی تختوں میں تبدیلی کا یہ سفر جاری رہا۔۱۹۵۸ء میں ڈاکٹر محمد افضل اور ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے بھی مختلف اُردو ٹائپ رائٹر کے لیے کلیدی تختے وضع کر کے پیش کیے مگر یہ بھی نقائص سے خالی نہ تھے۔ ۱۹۶۲ء میں مرکزی اُردو بورڈ نے جو بعد ازاں اُردو سائنس بورڈ کے نام سے اس وقت بھی موجود ہے ایک معیاری کلیدی تختہ تیار کیا اور اس حوالے سے ایک مجلس بھی قائم کی جس میں مولانا عبدالقادر، مولانا انوار الحق، ڈاکٹر سید عبداللہ، ڈاکٹر محمد افضل، ابراہیم جویو، محمود احمد خان، پیر حسام الدین راشدی اور ڈاکٹر ابواللیث صدیقی شامل تھے۔ اس کے علاوہ نجم الحسن اور زیڈ اے تمنائی بھی مجلس کے اجلاسوں میں شریک ہوتے رہے۔ مذکورہ مجلس نے اردو کے کلیدی تختے پر کام کرتے ہوئے پاکستان کی دیگر زبانوں پر بھی مذکورہ کلیدی تختے کے استعمال کے حوالے سے غور وخوض کرنا شروع کیا۔ اس مجلس نے اس حوالے سے ایک ٹائپ رائٹر کا نقشہ مرتب کر کے پیش کیا اور اس حوالے سے بیرون ملک مختلف کمپنیوں سے بھی رابطے میں رہے مگر اتنی زبانوں کے لیے ایک ہی ٹائپ رائٹر کے عملی استعمال میں یہ مسئلہ درپیش تھا کہ ٹائپ کرنے والا اس قدر حروف میں سے درست حروف کی پہچان کس طرح کر پائے گا۔ لہٰذا یہ تجویز قابل عمل نہ ہو سکی جب کہ اس کی جگہ ڈاکٹر محمد افضل نے جو کلیدی تختہ پیش کیا تھا اسے منظور کر لیا گیا۔ ڈاکٹر محمد افضل کی طرف سے ۱۹۶۳ء میں مجوزہ پہلے تختے پر ۶۴ کلیدیں تھیں اور اس میں کثیر استعمال اور قلیل استعمال حروف کا ایک تختہ بطور ضمیمہ شامل کیا گیا تھا۔

یہاں ایک وضاحت ضروری ہے کہ جس طرح کمپیوٹر کے دو حصّے ہوتے ہیں ایک ہارڈ ویئر اور دوسرا سافٹ ویئر۔ اسی طرح ٹائپ رائٹر مشین کے بھی دو حصّے ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک کلیدی تختہ جبکہ دوسرا حصّہ ٹائپ مشین پر مشتمل ہوتا ہے۔ ان میں اہم مرحلہ کلیدی تختے کی تیاری سے متعلق ہے جو تمام حروف کے جوڑ، علامات اور ہندسوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اُردو ٹائپ کے لیے تیار کیے جانے والے کلیدی تختے میں اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ کلیدوں کی تعداد کم سے کم ہو تاکہ ٹائپ کار کی رفتار متاثر نہ ہو۔ قیام پاکستان کے

بعد پنجاب یونیورسٹی کے تحت تشکیل کردہ ماہرین کی ایک کمیٹی نے اُردو ٹائپ رائٹر کے لیے ۲۴ کلیدوں پر مشتمل کلیدی تختے کا اجرا کیا۔ اس کلیدی تختے کے بارے میں ڈاکٹر طارق عزیز کی یہ رائے تھی کہ:

''فنی و تکنیکی نقائص کے پیش نظر یہ تختہ بے ترتیبی سے بکھرے ہوئے حروف کا مجموعہ نظر آتا ہے''۔(۱۸)

۱۹۴۹ء میں وزارتِ تعلیم نے اُردو کلیدی تختے پر کام کرنے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی جس کے مشیر عبدالسلام خسرو تھے۔ اس کمیٹی نے جو کلیدی تختہ تیار کیا وہ کم و بیش پنجاب یونیورسٹی کے تیار کردہ کلیدی تختے کی نقل تھی اور اس میں بھی وہی خامیاں موجود تھیں۔ اُردو کلیدی تختے کے لیے کوششوں کا دائرہ وسیع کرتے ہوئے انفرادی اور اجتماعی غور و فکر کے بعد محمد قطب الدین نے نموذج قطبی نامی کلیدی تختہ پیش کیا جو پہلے سے موجود کلیدی تختوں کے مقابلے میں بالکل مختلف تھا اور اس میں کئی ایک ایسی خصوصیات پائی جاتی تھیں جو اس سے پہلے بنائے گئے کلیدی تختوں میں موجود نہ تھیں۔ یہ کلیدی تختہ ۴۱ کلیدوں پر مشتمل تھا، ان میں سے آٹھ کلیدیں غیر متحرک اور ۳۳ کلیدیں متحرک تھیں۔ اس میں گروہی تقسیم سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ اصول وضع کیا گیا تھا کہ اگر بعض نقطوں کی کلیدوں کو اس طرح سے درست کر لیا جائے کہ وہ مختلف گروہوں کے حروف کے لیے استعمال ہوں تو اس سے کلیدوں کی تعداد میں واضح کمی ہو سکتی ہے۔ اس کلیدی تختے میں حروف کی قبیلہ وار جو تقسیم کی گئی تھی اس سے ٹائپ کرنے والے کو ایک حرف کے لیے دو کلیدوں کو دبانا پڑتا تھا۔ اس لیے ایک تو یہ ٹائپ کاروں کے ذہنی مزاج کے خلاف بات تھی جبکہ نفسیاتی طور پر بھی اچھا اثر نہیں پڑتا تھا اور اس سے رفتار میں بھی کمی واقع ہوتی تھی۔ اس طرح یہ کلیدی تختہ بھی کامیاب نہ ہو سکا۔ اسی زمانہ میں ابن انشاء نے بابائے اُردو مولوی عبدالحق کے اشتراک و تعاون سے آرگا پرائیویٹ کے نام سے ایک اُردو ٹائپ مشین بنوائی جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ایک کامیاب مشین تھی اس میں حروف اور ان کے جوڑ پائے جاتے تھے مگر اعراب اور دیگر ضروری علامات کی کلیدیں نہ ہونے کی وجہ سے اسے صرف محدود مقاصد کے لیے استعمال کیا جا سکتا تھا۔

اُردو ٹائپ کے حوالے سے قیام پاکستان کے ابتدائی سالوں میں اس وقت کے وزیر صنعت و تجارت سردار عبدالرب نشتر کی کوششیں بھی سامنے آئیں۔ انھوں نے ۱۹۵۳ء میں اس کام کے لیے ''سنٹرل اُردو بورڈ کمیٹی''، تشکیل دی جس نے یہ واضح کیا کہ انگریزی کلیدی تختے کو بنیاد بنا کر اُردو ٹائپ مشین کے لیے ایک کلیدی تختہ تیار کیا جائے تا کہ انگریزی ٹائپ جاننے والے اُردو ٹائپ سہولت کے ساتھ سیکھ سکیں۔ کمیٹی نے اس وقت کے مروجہ کلیدی تختوں کا بھی از سرِ نو جائزہ لیا اور اُردو ٹائپ مشین بنانے والی مختلف کمپنیوں سے بھی رائے حاصل کی جس کے جواب میں اولمپیا کمپنی نے دوسری کمپنیوں کے مقابلے میں زیادہ دلچسپی کا اظہار کیا اور حروف کی فی صد شرح کے لحاظ سے استعمال ہونے والا کلیدی تختہ تیار کیا اور مختلف تجاویز کو سامنے رکھتے ہوئے اُردو ٹائپ مشینوں کے تین نمونے تیار کیے۔

ڈاکٹر محمد افضل نے اکتوبر ۱۹۵۸ء میں اُردو ٹائپ مشین کے لیے ایک کلیدی تختہ بنایا جس میں سب سے پہلی ترجیح قرطاس تعدّد مرتب کرنے کو دی تا کہ زیادہ استعمال ہونے والے حروف کو بنیادی کلیدوں پر اور کم استعمال ہونے والے حروف کو اگلی یعنی دور کی کلیدوں پر رکھا جائے لیکن ۴۴ کلیدوں پر مشتمل اس تختے میں بھی پہلے سے موجود کلیدی تختوں والی خامیاں موجود تھیں۔ جیسے نون غنہ کو حروف ابجد میں شامل نہیں کیا گیا تھا۔ اسی طرح ایک کا ہندسہ بھی موجود نہیں تھا۔ ایک کا ہندسہ لکھنے کے لیے الف استعمال کرنے کی تجویز پیش کی گئی تھی جبکہ الف اور ایک میں بہت فرق ہوتا ہے۔ وزارت تعلیم کے تحت ۱۹۵۸ء میں ترقی اُردو بورڈ کا قیام عمل میں لایا گیا تو اسے اُردو کلیدی تختے کی تیاری کا کام سونپا گیا اور ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے ۴۶ کلیدوں پر مشتمل ایک کلیدی تختہ تیار کیا۔ انھوں نے حروف کی اس مقصد کے لیے فی صد شرح کے حساب سے استعمال ہونے والے حروف کا چارٹ بھی تیار کیا۔ اس کلیدی تختے کو سائنسی بنیادوں پر تیار کرنے کی کوشش کی گئی لیکن اس میں بھی نون غنہ کے ساتھ بعض دیگر خامیاں بھی موجود تھیں۔ ان خامیوں کی جانب کرنل مجید ملک نے توجہ دلاتے ہوئے اپنی طرف سے ایک اور کلیدی تختہ تجویز کیا جس پر داخلی نقائص کے باعث کوئی خاص توجہ نہ دی گئی۔

مذکورہ اُردو کلیدی تختوں کے جائزہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ انفرادی اور حکومتی سطح پر کی جانے والی کوششوں کے ساتھ اُردو ٹائپ رائٹر بنانے والی کمپنیوں نے اُردو ٹائپ رائٹر کے فروغ میں خاصی دلچسپی لی۔ ان کمپنیوں میں اولیمپیا، ریمنگٹن، اولیویٹی اور ایورسٹ جیسی کمپنیاں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔اس کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اُردو ٹائپ رائٹر کی ایجاد سے ان کے کاروباری مفاد اور مستقبل میں ان کی نیک نامی شامل تھی۔ انھوں نے تحقیقی اور تنقیدی لحاظ سے محنت، وقت اور سرمایہ بھی صرف کیا۔ یہی وجہ ہے کہ دیگر ذرائع سے سامنے آنے والے اکثر کلیدی تختوں پر اعتراضات ہوتے رہے کہ یہ کسی اور کی نقل ہیں۔

ایک حقیقت جس پر تمام اہلِ علم کا اتفاق تھا کہ اُردو ٹائپ رائٹروں کی عدم موجودگی میں اُردو زبان کی ترقی اور فروغ کے خواب کو شرمندہ تعبیر نہیں کیا سکتا تھا۔ دوسری طرف اُردو رسم الخطوں کی بحث جس میں نسخ اور نستعلیق کے جھگڑوں کی وجہ سے یہ کام بہت مشکل نظر آرہا تھا۔اس حوالے سے ڈاکٹر اعجاز راہی لکھتے ہیں:

> ''تعلیق اور نسخ کی خوبیوں کو یکجا کرکے خواجہ میر علی تبریزی نے نستعلیق کو ایجاد کیا۔ نسخ اور تعلیق کی نسبت نستعلیق کی پیوندکاری میں ایک اور نرماہٹ پیدا ہوگئی اور لفظ کے صوری حُسن میں بے پناہ اضافہ ہوا۔
>
> خواجہ میر علی تبریزی کو خط نستعلیق کا موجد سمجھا جاتا رہا ہے۔ مگر علامہ ابوالفضل نے اس سے اتفاق نہیں کیا اور ان کا خیال ہے کہ پانچویں صدی ہجری کے ابتدائی دور میں نستعلیق کے نمونے دکھائی دیتے ہیں، مگر اس سلسلہ میں انھوں نے کوئی دلیل یا ثبوت پیش نہیں کیا''۔[۱۹]

قومی زبان اُردو کو فروغ دینے والے خیر خواہوں کے دلوں میں یہ خواہش مسلسل پیدا ہو رہی تھی کہ کسی نہ کسی طرح ان مشکلات پر قابو پاکر کوئی ایسا مشترکہ لائحۂ عمل اور فارمولا تیار کیا جائے جس پر سب کا اتفاق ہو۔اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو تمام خوبیوں اور خامیوں کو سامنے رکھتے ہوئے اُردو زبان کو کچھ ایسے مخلص لوگ بھی مل گئے جنھوں نے مسلسل محنت اور کوششوں سے آنے والی تمام مشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ان مخلصین میں محمد اکبرالدین صدیقی کا نام بھی آتا ہے جنھوں نے ۱۹۶۱ء میں رسم الخط کی اصلاح کے لیے تجاویز

مرتب کیں اور ۳۳ کلیدوں پر مشتمل ایک کلیدی تختہ تیار کیا جو ۳۴ حروف اور ۲۳ نشانات ہندسوں اور علامات ریاضی کے لیے وقف کی گئی تھیں۔

۱۹۶۲ء میں اُردو سائنس بورڈ (سابقہ مرکزی اُردو بورڈ) قائم کیا گیا تو اس کو ذمہ داری دی گئی کہ اُردو ٹائپ رائٹر کے معیاری کلیدی تختہ کی تیاری عمل میں لائی جائے تاکہ تمام کلیدی تختوں میں یکسانیت پیدا کرتے ہوئے ایک متفقہ کلیدی تختہ پر مشتمل اُردو ٹائپ مشین ایجاد کی جاسکے جو ہر لحاظ سے مفید اور معیاری ہو۔ اُردو کے ساتھ اس پر دیگر پاکستانی زبانوں کو بھی ٹائپ کیا جا سکے۔ مرکزی اُردو بورڈ نے ڈاکٹر محمد افضل کے ۱۹۶۳ء میں تیار کردہ کلیدی تختے کو منظور کر لیا اور سید انوار الحق کے پچاس کلیدوں والے تختے پر غور نہ کیا۔ ڈاکٹر محمد افضل کا کلیدی تختہ پر ۴۶ کلیدوں کے ساتھ علاقائی زبانوں کے مشترکہ استعمال کے لیے چار اضافی کلیدیں ساکن رکھی گئی تھیں۔ اس کلیدی تختے کو ایک وضاحتی نوٹ کے ساتھ مختلف ماہرین کو رائے کے لیے پیش کیا گیا۔ اس میں سے بعض ماہرین نے اختلاف کیا اور کچھ نے سرے سے ہی مشترکہ ٹائپ رائٹر کی تجویز کی مخالفت کرتے ہوئے یہ جواز پیش کیا کہ سب سے پہلا کام یہ کہ اُردو کا معیاری کلیدی تختہ وضع ہونا چاہیے۔ مرکزی اُردو بورڈ نے مشترکہ زبانوں والے کلیدی تختے کی افادیت کو سامنے رکھتے ہوئے اس تجویز کو ترک تو نہیں کیا مگر ۱۹۶۴ء میں ایک سب کمیٹی قائم کر کے اس کلیدی تختے کی منظوری حاصل کر لی اور اس تجویز کو وزارتِ تعلیم نے آئندہ تیار ہونے والی ٹائپ مشینوں کے لیے منظور کر لیا۔

تحقیقاتی مرکز حروف، کراچی کے ڈائریکٹر نے اس کے حروف تیار کروائے اور خود جرمنی جا کر ان حروف پر نسخ رسم الخط میں ایک ٹائپ مشین تیار کرائی جو بعد میں ''ہرکارہ'' کے نام سے مارکیٹ میں لائی گئی۔ ۱۹۷۴ء میں جب علاقائی زبانوں کو زیادہ اہمیت حاصل ہوئی تو اس کلیدی تختے میں تبدیلیوں کی تجاویز بھی سامنے آنا شروع ہوئیں۔ چنانچہ حکومتی سطح پر ایک بار پھر کلیدی تختہ میں ترمیم کی گئی۔ اس میں علاقائی زبانوں والی کلیدوں کو ختم کر کے ان کی جگہ نئی علامات شامل کر کے اُردو ہندسوں کو رومن ہندسوں میں تبدیل کر دیا گیا۔ اس طرح پشتو اور سندھی کی الگ سے ٹائپ مشینیں ایجاد کی گئیں لیکن پنجابی زبان اسی مشین پر ٹائپ ہوتی رہی۔

۱۹۶۳ء سے ۱۹۷۹ء تک بہت سے ماہرین نے انفرادی طور پر کلیدی تختے تیار کیے جن میں شجر نقوی (۱۹۶۳ء)، سید نجم الحسن (۱۹۶۳ء)، محمد یعقوب علی بار کر (۱۹۶۹ء)، ضیاء الرحمن (۱۹۷۰ء)، سید ارشاد علی (۱۹۷۶ء) کے علاوہ زبیر حسین (۱۹۷۹ء) کے نام خاص طور پر سامنے آتے ہیں۔ ان میں سے محمد یعقوب علی بار کر نے ''جدید اُردو ٹائپ'' کے نام سے پریس اور ٹائپ مشین کے لیے ایک نیا رسم الخط بھی پیش کیا جس کے حروف کی شکلیں مروّجہ رسم الخط سے قطعی طور پر مختلف تھیں۔

بیان کردہ تمام کلیدی تختوں اور ان کے مطابق بننے والی اُردو ٹائپ مشینوں کا اگر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے کوئی مشین بھی ایسی نہیں کہ جس پر تمام ماہرین اتفاق کر سکیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی میں ایک مسئلہ ہے تو کسی میں دوسرا مسئلہ ہے۔ دیوناگری اور رومن رسم الخط کی طرح اُردو ٹائپ رائٹر کے لیے کی جانے والی کوششیں بھی کامیاب نہ ہو سکیں۔ اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو اُردو سائنس بورڈ کی مشین ''ہرکارہ'' پر اتفاق کیا جا سکتا تھا۔ اس مشین میں موجود نقائص کو دور کرنے کی کوششیں کی گئیں تاہم ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ وقت کے ساتھ ساتھ اُردو ٹائپ رائٹر کی ٹیکنالوجی کو بھی بہتر کیا جا سکے۔ ۱۹۸۰ء میں مقتدرہ قومی زبان نے اپنے قیام کے بعد ٹائپ رائٹر، ٹیلی پرنٹر، کمپیوٹر اور خطاطی کے لیے ایک ذیلی مجلس قائم کی جس نے اَن تھک محنت اور غور و فکر کے بعد ۴۶ کلیدوں پر مشتمل کلیدی تختہ تیار کیا جسے حکومت نے آئندہ بننے والی مشینوں کے لیے منظور کر لیا۔ چناں چہ ٹی آئی پی نے مقتدرہ کے تیار کردہ کلیدی تختہ کے مطابق ٹائپ مشینیں تیار کرنے کا کام شروع کر دیا۔ انگریزی کی پورٹ ایبل (سفری) ٹائپ مشین کے مقابلے میں اُردو کی پورٹ ایبل (سفری) مشین بھی متعارف کرائی گئی۔ اس کے بعد حکومت کی طرف سے یکم ستمبر ۱۹۸۰ء کو ایک حکم نامہ جاری کر دیا گیا کہ پورے ملک میں یکساں کلیدی تختہ کے مطابق ٹائپ مشینیں تیار کی جائیں اور سرکاری دفاتر میں بھی وہی مشینیں خریدی جائیں جو مقتدرہ کے منظور کردہ کلیدی تختہ کے مطابق تیار کی گئی ہوں۔ اس کلیدی تختہ کی خوبی یہ تھی کہ اس میں اُردو کی علمی، فنی اور درسی ضروریات کا خیال رکھا گیا تھا اور اُردو ٹیلی پرنٹر کے لیے بھی یہی کلیدی تختہ استعمال کیا جا رہا تھا۔

اس کے بعد ٹائپ رائٹر الیکٹرک اور الیکٹرانک دور میں داخل ہوئی تو آئی بی ایم نے بھی الیکٹرانک (برقی) ٹائپ رائٹر کو مقتدرہ کے کلیدی تختہ کے مطابق تیار کیا۔ سوائے دو تین کلیدوں کے جن میں تھوڑی سی تبدیلی کی گئی تھی۔ اس میں بھی حروف کا نقطہ اور ڑیاڈ پر آنے والی چھوٹی ط کو پہلے اور حروف کو بعد میں ٹائپ کرنا پڑتا تھا۔ اس ٹائپ مشین میں فیتے کی جگہ ایک گولہ نصب تھا جس کا نام ''برق نگار'' اور ''برق رفتار'' تھا۔ اس گولے پر موٹے اور باریک حروف خط نسخ میں ابھارے گئے تھے۔ گولے کا حجم ایک ہی تھا اور یہ باریک اور موٹی عبارت ٹائپ کرنے کے لیے استعمال ہوتے تھے۔ اس کے حروف کی بناوٹ اور رفتار دیگر مشینوں کے مقابلے میں زیادہ خوبصورت تھی۔ آئی بی ایم برقی ٹائپ رائٹر پر عام طور پر ٹائپ کار پچاس الفاظ فی منٹ سے بھی زیادہ رفتار سے ٹائپ کر سکتا تھا۔ یہ ٹائپ رائٹر چوں کہ غیر ملکی کمپنی نے تیار کیا تھا اس لیے درآمدی پالیسی کے تحت ٹیکس زیادہ ہونے کی وجہ سے بہت مہنگی پڑتی تھی جس کے باعث کمپنی نے اس میں زیادہ دلچسپی نہ لی۔

آئی بی ایم کی کوششوں کی کامیابی کے بعد یونیورسل بزنس کمپنی نے ''ہرمس'' کے نام سے مقتدرہ کے منظور کردہ کلیدی تختہ کے مطابق مشین تیار کی جس کا پرنٹ دوسری مشینوں کے مقابلے میں مختلف تھا۔ اس کی خوبی یہ تھی کہ اس میں گولے کی بجائے فیتے کے ذریعے موٹے اور باریک فانٹ میں ٹائپ کی جا سکتی تھی۔ اس کے علاوہ انگریزی اور اُردو دونوں زبانوں میں ٹائپ کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ اس مشین میں میموری (یادداشت) کا خانہ بھی موجود تھا جس میں چھ ہزار پندرہ سو کے قریب حروف محفوظ کیے جا سکتے تھے۔ اس مشین میں نقطوں والے حروف کو پہلے ٹائپ کرنا پڑتا تھا اور اس کے بعد ان حروف پر نقطے لگائے جاتے تھے جس کے باعث رفتار میں کمی واقع ہوتی تھی۔ اس کے کچھ حروف میں وقفہ بہت کم ہوتا تھا جس سے قاری کو پڑھنے میں دقت ہوتی تھی۔

اس کے بعد ٹی آئی پی کمپنی نے بھی مقتدرہ قومی زبان کے تعاون سے خط نستعلیق یا اس کے قریب تر خط میں انگریزی، اُردو الیکٹرانک ٹائپ رائٹر تیار کرنے کی کوشش کی۔ مقتدرہ نے اس مشین میں کچھ تبدیلیوں کے لیے کمپنی کو آگاہ کیا تو کمپنی نے بتایا کہ مذکورہ تبدیلیاں مینوئل ٹائپ مشین کو الیکٹرانک ٹائپ مشین میں تبدیل

کرنے کے لیے ضروری تھیں۔ گو کہ اس مشین میں میموری (یادداشت) کا خانہ بھی رکھا گیا تھا لیکن بعد میں مقتدرہ نے کمپیوٹر کے کلیدی تختے کی تیاری پر کام شروع کر دیا۔ اب ہر کمپیوٹر پر اُردو لکھنے والوں کو یہ سہولت حاصل ہے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق کلیدی تختہ بنا کر اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

اس میں کچھ حروف کی تین تین، کچھ کی چار چار اور کچھ کی پانچ پانچ شکلیں شامل تھیں۔ تقریباً اسی دور میں اُردو کی ہرمس ٹائپ اور ٹائپ مشینوں کے لیے ایک افتراقی کلیدی تختہ متعارف کرایا گیا تھا جس میں حروف کے مختلف لفظوں میں نشست و برخاست پر مختلف توجہ دی گئی اور اس وقت یہ بھی ایک اہم مسئلہ تھا کہ ٹائپ رائٹر کے ذریعے نستعلیق کو ٹائپ کیا جا سکے۔ لہٰذا نسخ ٹائپ رائٹروں کو کچھ ترمیم کے بعد اس قابل بنایا گیا کہ اس پر کسی طرح سے نستعلیق حروف ٹائپ کیے جا سکیں۔

دورِ جدید کے آغاز میں ٹی آئی پی نے مقتدرہ قومی زبان کے تعاون سے برقی ٹائپ رائٹر کا ایک خاکہ تیار کیا جس میں نستعلیق یا اس کے قریب کے خط کو اپنے اس برقی ٹائپ رائٹر کے ذریعے ٹائپ کرنے کی کوشش کی گئی۔ ۱۹۸۶ء میں کثیر استعمال اور قلیل استعمال کے مطابق مذکورہ برقی ٹائپ رائٹر کے کلیدی تختوں کو ترتیب دیا گیا۔ ۱۹۹۸ء میں نادرا کے قیام کے ساتھ ہی مقتدرہ قومی زبان نے کثیر استعمال اور قلیل استعمال کی بنیاد پر ایک کلیدی تختہ وضع کر کے پیش کیا جسے نہ صرف نادرا نے اپنایا بلکہ بعد ازاں کمپیوٹر کی دنیا کی اہم کمپنی مائیکرو سافٹ نے بھی اسے اپنا لیا۔

اس وقت صورتِ حال یہ ہے کہ ایسے سافٹ ویئر موجود ہیں کہ کمپیوٹر پر آپ اپنی مرضی کا کلیدی تختہ ڈیزائن کر کے استعمال کر سکتے ہیں مگر اس وقت معیاری کلیدی تختے ترقی کی بنیاد پر تجویز کیے گئے ہیں جن کی اہمیت سے صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا لیکن ذیل میں چند اہم کلیدی تختوں کے نام دیے جا رہے ہیں جو بہت اہم اور کلیدی حیثیت کے حامل ہیں:

مقتدرہ کلیدی تختہ	عربی	ہرمز
اولمپیا	لائینوٹائپ	مونوٹائپ

کلکتہ میں انگریزی ٹائپ رائٹر کی تیاری کے بعد یہ اُمید پیدا ہو گئی تھی کہ اردو ٹائپ رائٹر کی تیاری کا کام بھی جلد مکمل کر لیا جائے گا لیکن رسم الخطوں کی بہت سی پیچیدگیوں کے باعث اردو ٹائپ رائٹر کی تیاری کا کام تعطل کا شکار رہا۔ سر سید کی دور بین نگاہوں نے بہت پہلے یہ دیکھ لیا تھا کہ اُردو کی ترقی کا کام اردو ٹائپ رائٹر سے ہی وابستہ ہے۔ اس لیے سر سید نے اپنے رسالہ ''تہذیب الاخلاق'' کو ٹائپ پر تو منتقل کر دیا لیکن یہ تجربہ زیادہ کامیاب ثابت نہ ہو سکا۔ اردو رسم الخطوں کے مسائل کے حوالے سے شیخ عبد القادر مرحوم لکھتے ہیں:

> ''اُردو میں ٹائپ پورا مقبول تو جب ہو گا کہ نستعلیق ٹائپ عام طور پر میسر ہو۔ ہندوستان میں ایک دو جگہ نستعلیقی حروف ڈھالنے کی کوشش کی گئی مگر اس میں کسی قدر ناکامی رہی۔ -- حلقے جوڑ کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتے اور جوڑ بد نما رہتا ہے۔ ایک دفعہ میں نے سنا کہ ایک جرمن کارخانے میں نستعلیق حروف تیار ہوئے ہیں۔ بڑے شوق سے ان کو خط لکھا کہ نمونے بھیجئے اور نرخ بتایئے لیکن وہاں سے جواب ملا کہ جو نمونے تیار ہوئے تھے سب فروخت ہو گئے اور نمونے تیار ہونے پر بھیجے جائیں گے''۔ [۲۰]

لیکن اب صورتِ حال بہت حد تک بہتر ہے۔ اردو نستعلیق میں کمپیوٹر پر کام کرنا اتنا آسان ہو گیا ہے کہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ اب تو اردو انٹرنیٹ اور بین الاقوامی فورم پر خط نستعلیق کی صورت میں ترقی کر چکی ہے۔ اِسے زندگی کے بہت سے شعبوں کے ساتھ مربوط کرنا ابھی باقی ہے۔ اس پر تحقیق جاری ہے جو جلد ہونے کی توقع ہے۔

iii۔ ورڈ پروسیسر

ورڈ پروسیسر کمپیوٹر سافٹ ویئر کی ایک ایسی قسم ہے جس میں دستاویز کی تیاری کا کام انجام دیا جاتا ہے۔ موجودہ دور میں ایک ورڈ پروسیسر کسی بھی ایک دستاویز میں متن کے ساتھ ساتھ چارٹ، جدول، دستاویزات، خاکے، تصویریں، غرض کہ ہر قسم کی معاونت، لے آؤٹ، فارمیٹ کو اس میں شامل کرنے کی سہولت مہیا کرتے ہوئے اس وقت دو قسم کے ورڈ پروسیسر سافٹ ویئر کے زمرہ جات موجود ہیں۔ ایک وہ جو نجی/پرائیویٹ

کمپنیوں نے بنا کر قیمتاً لوگوں کو مہیا کیے ہیں مثلاً ایم ایس ورڈ پروسیسر اس کے علاوہ اوپن سورس سافٹ ویئر بھی موجود ہیں جو مارکیٹنگ کے لوگوں نے تیار کر کے مفت استعمال کے لیے فراہم کیے ہیں اور Apache Office، Star Office وغیرہ۔ ایک سادہ دستاویز سے لے کر پوری کتاب یا رپورٹ کی تیاری کے سافٹ ویئر بھی موجود ہیں۔ کچھ سال پہلے کا زمانہ یاد کریں تو کمپیوٹر پر اُردو لکھنا ایک خواب ہی لگتا تھا۔ طباعت کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اخبارات، رسائل اور کتب وغیرہ ہاتھ سے کتابت کی جاتی تھیں۔ اس کے بعد کتابت ایک ایسے دور میں داخل ہوگئی کہ کاتب کی جگہ اُردو ٹائپ رائٹر کا استعمال شروع کیا گیا۔ اُردو ٹائپ پر خط نسخ میں الفاظ ٹائپ کیے جاتے تھے۔ ٹائپ میں کچھ الفاظ تو واضح لکھے جاتے تھے لیکن کچھ الفاظ کی شکلیں تبدیل ہو جاتی تھیں جس کے باعث انھیں پڑھنے میں دشواری ہوتی تھی۔ اس کے باوجود اُردو ٹائپ کو تحریر کا ایک موثر ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ اَسی کی دہائی سے پہلے زیادہ تر کتب اُردو ٹائپ پر طبع کی جاتی تھیں۔ اُردو ورڈ پروسیسنگ میں ترقی کا یہ سفر انگریزی ٹائپ رائٹر کے مقابلے میں اتنی مقبولیت حاصل نہ کر سکا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ انگریزی نظام تحریر خود مختار حروف یعنی لفظوں میں کریکٹر بیس ہے۔ انگریزی کے الفاظ کی صرف دو ہی شکلیں ہیں ایک بڑے حروف اور دوسرے چھوٹے حروف۔ لیکن ان حروف کو ٹائپ رائٹر کے مقررہ سائز میں ہی لکھا جا سکتا تھا۔ تحریر کو بڑے فانٹ یا مختلف سائز اور انداز میں لکھنا ناممکن تھا۔ اس کے لیے جدید طریقہ تحریر کی سہولت نہیں تھی جس کے باعث پریس اور چھاپہ خانوں کو بہت سی دقتوں اور مشکلات کا سامنا تھا۔ لٰہذا ٹائپ رائٹر اور کتابت کے دور سے نکل کر وقت نے ڈیسک ٹاپ پبلشنگ کی دنیا میں قدم رکھا۔ اسی دوران مشرق وسطیٰ میں کمپیوٹر کی مدد سے خطِ نسخ میں عربی لکھنے کا رواج ہوا تو کچھ ماہرین کے ذہنوں میں کمپیوٹر پر اُردو نظام تحریر کو رواج دینے کا خیال پیدا ہوا۔ اگرچہ کمپیوٹر پر اُردو لکھنے کے لیے بہت سے مسائل اور مشکلات تھیں جن میں ایک تو یہ تھی کہ نستعلیق رسم الخط میں اُردو کیسے لکھی جائے؟ دوسرا یہ کہ ایک ہی حرف اپنے ہر لفظ میں مختلف انداز میں اشکال بدل لیتا تھا کیونکہ اُردو نظام تحریر ترسیموں (Ligatures) کی بنیاد پر بنایا گیا تھا۔ جیسا کہ ''ٹائپ'' اور ''رائٹر'' کے لفظ کا استعمال ایک ہی طرح سے ہے لیکن دونوں جگہ شکلیں مختلف ہیں۔ اس کے

مقابلے میں عربی تحریر میں جو نظام استعمال ہوتا ہے وہ حروف کے جوڑوں (Joints) پر مشتمل ہوتا تھا۔ خط نسخ کی عبارت کونوں پر مشتمل ہوتی ہے جبکہ خط نستعلیق دائروی شکل میں ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ عربی تحریر میں دوسری مشکل یہ تھی کہ عربی میں اُردو کے کچھ حروف سرے سے ناپید تھے جن کی کمی سے اُردو زبان کے بیشتر الفاظ کی شکل ہی نہ بن پاتی تھی اور اگر بن بھی جائے تو کچھ اچھی شکل وصورت میں نہ ہوتے تھے۔ ان مشکلات پر قابو پانے کے لیے کمپیوٹر پر اُردو لکھنے کے لیے غور وفکر کیا گیا۔

اس مشکل کو حل کرنے کے لیے کراچی کے ایک ممتاز پبلشر جناب احمد مرزا جمیل جو کہ ایک خاندانی خطاط بھی تھے، انھوں نے ایک غیر ملکی سافٹ ویئر بنانے والی کمپنی سے اُردو ٹائپ سازی کے لیے سافٹ ویئر بنانے کے لیے سنجیدگی سے بات کا آغاز کیا۔ انھوں نے کمپنی کو اس بات پر رضامند کر لیا کہ گراف پیپر پر اُردو زبان کے ایک ایک حرف کے تمام ممکنہ الفاظ اور شکلوں کی ڈرائنگ فراہم کی۔ ان اشکال کو لگیچر یا ترسیموں کا نام دیا گیا۔ ان کے بعد ان لگیچر یا ترسیموں کو کمپیوٹر میں سکینر کے ذریعے منتقل کیا گیا۔ اس تمام عملی کام میں اتنی زیادہ مشکلات پیش آئیں کہ تمام پوائنٹ سائز میں الگ الگ لگیچر بنانے پڑے۔ مثلاً اگر ۹ پوائنٹ میں الفاظ کی ضرورت ہے تو اس سائز میں الگ الفاظ بنائے گئے۔ احمد مرزا جمیل کی کوششوں سے تقریباً ۲۵۰۰۰ لگیچرز پر مشتمل ایک سافٹ ویئر بنا کر متعارف کروایا گیا۔ کام کرنے کا انداز کچھ اس طرح تھا کہ تحریر پروگرام کے ایڈیٹر میں نسخ طرز تحریر میں ٹائپ کی جاتی اس کے بعد کاغذ پر پرنٹ کرنے کے لیے سافٹ ویئر اس تحریر میں موجود ہر ایک لفظ کی ڈرائنگ متعلقہ پوائنٹ سائز کی لگیچر لائبریری سے نکال لیتا۔ اس طرح تمام تحریر مکمل کر کے لیزر پرنٹر کے ذریعے کاغذ پر پرنٹ کی جاتی۔ اب فرض کیجیے اس میں سافٹ ویئر کو اگر کسی لفظ کا لگیچر نہ ملتا تو یہ اس کو نسخ طرز تحریر میں منتقل کر دیتا۔ اس سافٹ ویئر کی عوامی حلقوں میں اس قدر پذیرائی ہوئی کہ اُردو پبلشنگ کی دنیا میں ایک انقلاب برپا ہو گیا۔ اس سے پہلے جو لوگ اخبارات ورسائل اور کتب کی طباعت کے حوالے سے کام کرتے تھے وہ اس سافٹ ویئر کے آنے سے بہت خوش ہوئے۔ اس سے پہلے جو لوگ اُردو پبلشنگ میں حائل مشکلات کی وجہ سے اس کام سے بیزار

تھے وہ پھر سے طباعت کے میدان میں داخل ہوئے اور خاص طور پر اخبار کی صنعت نے اُردو سافٹ ویئر کا والہانہ استقبال کرتے ہوئے سب سے پہلے روزنامہ ''جنگ'' نے اِسے اختیار کیا۔

اس سافٹ ویئر کے مارکیٹ میں آنے سے اُردو ورڈ پروسیسنگ کے لیے راستے ہموار ہونا شروع ہو گئے اور کئی ایک کمپنیوں نے اپنے اپنے سافٹ ویئر تیار کیے جن میں شاہکار، خطاط، سرخاب، گلوبل، اور ہمالہ نامی سافٹ ویئر تیار ہو کر عوامی حلقوں میں پیش کیے گئے۔ یہ تمام سافٹ ویئر ڈوس کے تحریری ماحول میں کام کرتے تھے۔ اس کے بعد ''کاتب'' کے نام سے ایک اُردو سافٹ ویئر مارکیٹ میں آیا جو ڈاٹ میٹرکس پرنٹر پر پرنٹ کرنے کی سہولت فراہم کرتا تھا جبکہ اس کے مقابلے میں باقی تمام لیزر پرنٹر پر ہی پرنٹ ہو سکتے تھے۔ ''کاتب'' میں ایک اور خوبی بھی پائی جاتی تھی کہ اس کے ذریعے ڈوس میں نستعلیق طرزِ تحریر ٹائپ کرنے کی سہولت تھی۔ اُردو ورڈ پروسیسنگ کے اس تجربہ نے ترقی کی طرف ایک اور قدم بڑھایا جس کے بعد انگریزی ورڈ پروسیسر (Word) کے ورژن پانچ کو اُردو کے مزاج میں ڈھال کر ''نقاش'' کے نام سے ایک سافٹ ویئر تیار کیا گیا۔

بیان کردہ تمام سافٹ ویئرز میں کچھ خامیاں موجود تھیں جس کی وجہ سے اُردو کا استعمال کرنے والے حلقوں میں مقبولیت اختیار نہ کر سکے:

☆ ان تمام سافٹ ویئرز میں استعمال کرنے والوں کو ان کی کمانڈیں لکھ کر استعمال کرنا پڑتی تھیں جن پر بہت وقت لگتا تھا۔

☆ اکثر سافٹ ویئرز میں پری ویو کی سہولیات نہ تھیں جس کے باعث یہ اندازہ لگانا مشکل ہوتا کہ پرنٹ ہو کر تحریر کیسی لگے گی۔

☆ اس کے بعد جب کمپیوٹر پر ونڈو کا دور آیا تو ان سافٹ ویئرز کی سب سے بڑی کمزوری یہ تھی کہ یہ ونڈوز سے مطابقت نہیں رکھتے تھے اور ڈوس میں کام کرتے تھے۔ اس لیے ان میں بہت ساری بنیادی سہولیات نہیں پائی جاتی تھیں۔

بنیادی طور پر کمپیوٹر انگریزی زبان میں زیادہ استعمال کیا جاتا ہے لیکن ہمارے ہاں اکثر لوگ یا تو کم پڑھے لکھے ہیں یا وہ انگریزی زبان سے اتنی واقفیت نہیں رکھتے کہ وہ کمپیوٹر کی زبان کو سمجھ سکیں۔ کمپیوٹر پر اُردو ٹائپنگ اور کمپوزنگ تو اب پرانی بات ہو چکی تھی لیکن اس کے لیے مختلف قسم کے سافٹ ویئر استعمال کیے جا رہے تھے۔ ان سافٹ ویئر میں ایک کمپیوٹر پر کیا گیا اُردو کا کام دوسرے کمپیوٹر کے سافٹ سے مطابقت نہیں رکھتا تھا وہ کام دوسرے کمپیوٹر میں منتقل نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لیے ساری محنت بے کار جاتی تھی۔ اس مشکل کو حل کرنے کے لیے ماہرین نے بہت سے اضافی سافٹ ویئر تیار کیے جن کو استعمال کرنے سے یہ کام آسان ہونے لگا۔ کمپیوٹر پر اُردو کے استعمال کی صورتِ حال اور پس منظر کا جائزہ لیں تو ہمیں دیکھنا ہو گا کہ کمپیوٹر کسی بھی زبان میں کام کرنے کی صلاحیت کس طرح فراہم کرتا ہے؟

کمپیوٹر پر حروف کیسے محفوظ ہوتے ہیں؟

جب ہم کمپیوٹر میں اُردو زبان کے استعمال کا جائزہ لیتے ہیں تو سب سے پہلا سوال جو سامنے آتا ہے کہ کیا کمپیوٹر اُردو حروف اور الفاظ سمجھ سکتا ہے یا انھیں محفوظ کر سکتا ہے؟ اس کا سادہ سا جواب ہے کہ ''نہیں'' لیکن یہ مایوس کن بات نہیں ہے کیونکہ اگر ہم دوسری بات کریں کہ کمپیوٹر انگریزی حروف اور الفاظ پر کام کر سکتا ہے؟ تو اس کا جواب بھی ''نہیں'' میں ہے۔ کیونکہ کمپیوٹر صرف ایک ہی زبان کو سمجھ سکتا ہے اور وہ ہے (Binary Number) کی زبان۔ عام طور پر ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ ہمارے ہاں ہندسوں کا اعشاری نظام مروج ہے جس میں 0 سے لے کر 9 تک کل 10 ہندسے استعمال ہوتے ہیں۔ لیکن ثنائی نظام میں صرف دو ہندسے 0 اور 1 استعمال ہوتے ہیں۔ کمپیوٹر کو دی جانے والی تمام ہدایات اور مواد 0 اور 1 کی شکل ہی میں دیا جاتا ہے جب کہ کمپیوٹر صرف حروف کو ظاہر کرتا ہے۔ مثلاً: ASCII کو دیکھیے:

American Standard Code for Information Interchange

کا مخفف ہے۔ اس حرفی سیٹ میں 0 سے 127 اعداد کے ذریعے 128 حروف کو ظاہر کیا گیا ہے۔ اس طرح اگر کمپیوٹر کو انگریزی حرف A محفوظ کرنا ہے تو وہ 65 کو محفوظ کرے گا۔ اس طرح B محفوظ کرنا ہو تو وہ 66 کو اور

C محفوظ کرنا ہو تو 67 کو محفوظ کرے گا۔ اس لیے جب کمپیوٹر کو انگریزی حروف سکرین پر ظاہر کرنے ہوں گے تو وہ ان محفوظ کردہ ثنائی اعداد کو پڑھے گا۔ اگر 65 محفوظ ہے تو A کو ظاہر کردے گا۔ اسی طرح 66 کی بجائے B کو ظاہر کرے گا۔ جس طرح ہم انگریزی حروف کو حرفی سیٹ سے ظاہر کرتے ہیں بالکل اسی طرح اُردو حروف کو بھی حرفی سیٹ سے ظاہر کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک حرفی سیٹ میں اُردو اور انگریزی دونوں زبانوں کے حروف موجود ہوں۔ مثلاً B کو 66 سے ظاہر کیا جائے لیکن ب کو 130 سے ظاہر کیا جا رہا ہو۔

کمپیوٹر پر اُردو اور انگریزی لکھنے کے لیے ایک بات طے ہے کہ دونوں زبانوں کے حروف میں کوئی فرق نہیں ہوتا لیکن انھیں سکرین پر ظاہر کرنے کے لیے ونڈوز پر کوئی ورڈ پروسیسر استعمال کیا جاتا ہے۔ اس میں کئی فانٹ ہوتے ہیں۔ ہر فونٹ میں حروف کو دوسرے فانٹ سے مختلف شکل میں ظاہر کیا جاتا ہے۔ گویا فانٹ کی فائل میں حروف کی شکل کے بارے میں معلومات محفوظ ہوتی ہیں۔ اس کی مثال اس طرح ہے کہ جب ہم مائیکروسافٹ ورڈ میں کام کرتے ہیں تو A دبانے سے کمپیوٹر کو پیغام دیا جاتا ہے کہ حرف نمبر 65 سکرین پر ظاہر کریں۔ کمپیوٹر صرف یہ دیکھتا ہے کہ کون سا فانٹ زیر استعمال ہے۔ اگر Time New Roman ہے تو اس فانٹ کی فائل میں محفوظ معلومات کے مطابق A کی شکل مانیٹر پر ظاہر ہوتی ہے۔ اگر فانٹ Arial استعمال ہو رہا ہے تو اس فانٹ کی فائل کے مطابق A کی شکل مانیٹر پر ظاہر ہوتی ہے۔ یہ سارا فانٹ بنانے پر انحصار ہوتا ہے۔ اگر نمبر 65 پر D کی شکل محفوظ کی گئی ہے تو پھر A دبانے سے D کی شکل ظاہر ہو گی۔

جس طرح انگریزی نمبر دبانے سے مقررہ حرف کی شکل سکرین پر ظاہر ہوتی ہے بالکل اسی طرح اُردو کے حروف کو بھی نمبروں کی ترتیب سے سکرین پر ظاہر کیا جا سکتا ہے۔ انگریزی حروف کی تو صرف ایک ہی شکل ہوتی ہے جیسے apala میں a کا استعمال تین بار ہوا ہے ابتدا، درمیان اور آخر پر اور تینوں جگہ اس کی شکل ایک ہی ہے۔ اس کے مقابلے میں اُردو حروف کو اگر دیکھا جائے تو اس میں بلب، سبب اور باب۔ ان الفاظ میں ب کی شکلیں مختلف ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ اُردو حروف لفظ میں اپنے مقام کے مطابق شکلیں

تبدیل کرتے رہتے ہیں۔اس طرح اُردو فانٹ میں ب کو چار حالتوں میں محفوظ کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔اسی طرح الف کو بھی مختلف شکلوں میں محفوظ کرنا پڑتا ہے۔اب اگر آپ الف کے لیے مخصوص کی(Key) پریس کرتے ہیں تو مانیٹر پر الف کی کون سی شکل ظاہر ہوگی؟ عام ورڈ پروسیسر (مائیکروسافٹ ورڈ) یہ فیصلہ نہیں کر سکتا۔اس لیے اُردو ٹائپ کرنے کے لیے الگ سے ورڈ پروسیسر تیار کیے گئے ہیں۔ان ورڈ پروسیسر میں اس بات کی گنجائش رکھی گئی ہے کہ اگر ہم الف پریس کریں گے تو ورڈ پروسیسر یہ طے کرے گا کہ الف کی کون سے شکل ظاہر کرنی ہے۔

ٹروٹائپ فانٹ میں ایک کوڈ کے لیے ایک ہی شکل ہوتی ہے لیکن اُردو کے لیے حرف کی مختلف شکلوں کو ایک سے زائد کوڈ سے ظاہر کیا جاتا ہے۔اس مسئلے کے حل کے لیے حرفی سیٹ کی طرح فانٹ کی بھی ایک جدید قسم کو اوپن ٹائپ فانٹ کے نام سے کمپیوٹر میں شامل کیا گیا ہے۔اس فانٹ میں ۲۶۵ سے زائد حروف رکھے جا سکتے ہیں۔اس کے علاوہ اس میں حرف اور اس کی شکل کو الگ حیثیت دی گئی ہے۔انگریزی میں تو ہر حرف کی ایک ہی شکل ہے لیکن اُردو میں الف کی الگ الگ شکلیں ظاہر کرنے کے لیے اوپن ٹائپ فانٹ ہی سے مسئلہ حل ہوگا۔دوسرا مسئلہ اُردو کو دائیں سے بائیں تحریر کرنے کا ہے۔اس میں سافٹ ویئرز میں یہ سہولت بھی موجود ہے کہ وہ یونی کوڈ کے عربی حروف کو دائیں سے بائیں تحریر کریں اور اس کام میں تحریر کے قواعد کا خیال بھی رکھیں۔

کمپیوٹر سافٹ ویئرز میں تحریر کا سارا نظام انگریزی زبان لکھنے کے لیے تیار کیا گیا ہے اس لیے اُردو اور عربی جیسی زبانوں کو تحریر کرنا مشکل ہے۔وقت کے ساتھ ساتھ ماہرین نے سافٹ ویئرز میں یہ تبدیلیاں کیں کہ دنیا بھر میں مختلف زبانیں بولنے والے افراد بھی اپنے خیالات کو کمپیوٹر پر منتقل کر سکیں۔اس وقت دنیا کے کم و بیش دو سو ممالک میں مختلف زبانیں استعمال کی جا رہی ہیں۔ہر زبان کے بہت سے حروف ہیں۔اس وقت مروجہ حرفی سیٹ مثلاً ASCII میں صرف 256 حروف استعمال

ہوتے ہیں۔ ماہرین کمپیوٹر نے اس مقصد کے لیے ایک نیا حرفی سیٹ یونی کوڈ (یونی ورسل کوڈ) مندرجہ ذیل خاکہ کے مطابق تیار کیا ہے:

اُردو حروف کے یونی کوڈ پوائنٹ (نمبر)

اردو حرف	یونی کوڈ پوائنٹ	اردو حرف	یونی کوڈ پوائنٹ	اردو حرف	یونی کوڈ پوائنٹ
آ	1570	ا	1575	ب	1576
پ	1662	ت	1578	ٹ	1657
ث	1579	ج	1580	چ	1670
ح	1581	خ	1582	د	1583
ڈ	1672	ذ	1584	ر	1585
ڑ	1681	ز	1586	ژ	1688
س	1587	ش	1588	ص	1589
ض	1590	ط	1591	ظ	1592
ع	1593	غ	1594	ف	1601
ق	1602	ک	1705	گ	1711
ل	1604	م	1605	ن	1606
ں	1722	و	1608	ہ	1729
ئ	1726	ی	1740	ے	1746[۲۱]

اس کوڈ میں 65ہزار سے زیادہ حروف کو ظاہر کرنے کی گنجائش موجود ہے۔ اس میں 0تا255تک ASCII حروف ہی موجود ہیں لیکن اس سے آگے عبرانی، عربی، دیوناگری اور کئی دیگر رسم الخط کے حروف موجود ہیں۔ اس طرح دنیا کی تمام اہم زبانوں کے حروف شامل کرنے کے بعد بھی اس میں مزید گنجائش باقی ہے۔ ان تمام حروف کو عربی زبان کے حروف کہا جاتا ہے۔ عربی کے ذریعے ہم اُردو الفاظ کا ایک بڑا حصّہ تحریر کر سکتے ہیں لیکن کچھ

حروف مثلاً ٹ، چ، ڈ، ڑ، ژ، ے وغیرہ اس میں موجود نہیں ہیں، انھیں Extended Arabic حروف کے تحت اس پروگرام میں شامل کر دیا گیا ہے۔ اس لیے کمپیوٹر میں عالمی طور پر اُردو حروف کو ظاہر کیا جا سکتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ شفقت علی، پریکٹیکل اِن پیج، اُردو کمپوزنگ سیکھیے، ۵۲۷-ریواز گارڈن، لاہور، ستمبر ۲۰۰۲، ص ۲۷

۲۔ عزیز احمد، مائیکرو سافٹ ورڈ میں اُردو کیسے لکھیں، مشمولہ، اُردو ریسرچ جرنل، شعبہ اُردو دہلی یونی ورسٹی، دہلی، شمارہ ۷، مارچ ۲۰۱۶ء، ص ۴۶

۳۔ فیاض حمید، اُردو کے فروغ میں ٹیکنالوجی کا حصّہ، مشمولہ، ماہنامہ اُردو دنیا، حیدر آباد، انڈیا، ۲۰۲۱ء ص ۴۱

۴۔ نوازش علی، سینئر کمپوزر، (انٹرویو) از عارف حسین، ادارہ فروغ قومی زبان، اسلام آباد، ۶ مئی ۲۰۲۱ء، دن ۲ بجے

۵۔ ایضاً

۶۔ ایضاً

۷۔ یاسر جواد، نامور محقق، مترجم (انٹرویو) از عارف حسین، بذریعہ ای میل، لاہور، ۲۸۔ اکتوبر ۲۰۲۰ء

۸۔ ایضاً

۹۔ ایضاً

۱۰۔ عزیز احمد، مائیکرو سافٹ ورڈ میں اُردو کیسے لکھیں؟، مشمولہ، اُردو ریسرچ جرنل، شعبہ اُردو، دہلی یونی ورسٹی، دہلی، شمارہ-۷، جنوری تا مارچ ۲۰۱۶ء، ص ۶۳

۱۱۔ طارق عزیز، ڈاکٹر، اُردو رسم الخط اور ٹائپ، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، اگست ۱۹۸۷ء، ص ۱۴

۱۲۔ رشید حسن خان، اُردو املا، نیشنل اکادمی، دریا گنج، نئی دہلی ۱۹۷۴ء، ص ۴۸۳

۱۳۔ طارق عزیز، ڈاکٹر، اُردو رسم الخط اور ٹائپ، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، اگست ۱۹۸۷ء، ص ۲۲

۱۴۔ https://ur.wikipedia.org/wiki, 26-4-2021, 4.42 p.m

۱۵۔ عطش درانی، ڈاکٹر، اُردو اطلاعیات (جلد دوم)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۸ء، ص ۴۸

۱۶۔ طارق عزیز، ڈاکٹر، اُردو رسم الخط اور ٹائپ، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، اگست ۱۹۸۷ء، ص ۲۷

۱۷۔ ایضاً، ص ۴۷۵

۱۸۔ ایضاً، ص۶۷۴

۱۹۔ اعجاز راہی، ڈاکٹر، تاریخ خطاطی، ادارہ ثقافت پاکستان، اسلام آباد، مئی ۱۹۸۶ء ص۱۱۹

۲۰۔ علی حیدر ملک، مرتبہ، اردو ٹائپ اور ٹائپ کاری (منتخب مقالات)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ستمبر ۱۹۸۴، ص۱۱-۱۰

۲۱۔ شفقت علی، پریکٹیکل اِن پیج، اُردو کمپوزنگ سیکھیے، ۵۲-۷ریواز گارڈن، لاہور، ستمبر ۲۰۰۲، ص۳۲

باب: چہارم

اُردو کمپوزکاری کے امکانات اور ممکنہ حل

آج کے اس مشینی دور میں بذریعہ کمپیوٹر کمپوزکاری کے میدان میں مشینی کتابت کو جو فروغ حاصل ہے، اس سے پہلے شاید انسان نے اس کا تصور بھی نہ کیا ہو۔ انسان کی یہ عظیم جدوجہد کسی فوری عمل کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے کم و بیش دو صدیوں پر محیط محنت اور کوشش کا عمل دخل ہے۔ یہ کوششیں نہ صرف انفرادی، اجتماعی اور اداروں کی سطح پر کی گئیں بلکہ اس میں ایسے افراد کا بھی حصّہ ہے جنھوں نے بہت کم وقت میں اپنے ذاتی مفادات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ملی و قومی جذبہ سے سرشار ہو کر ترقی کے اس کام میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ ماضی کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ اُردو کمپوزکاری کا یہ مسئلہ کب کا حل کر لیا گیا ہوتا، اگر خط نسخ اور خط کی نستعلیق کی بحث سے بالاتر ہو کر اس کو حل کرنے کی کوشش کی گئی ہوتی۔ جیسا کہ عرب ممالک نے عربی کے لیے اور ایرانیوں نے فارسی کے لیے خط نسخ کو قبول کر لیا تھا۔ بالکل اسی طرح کہ جس طرح ہم نے اُردو ٹائپ رائٹر بنانے کے سلسلے میں عربی ورڈپروسیسر کو بنیاد بنا کر اُردو ٹائپ رائٹر کا کام ممکن بنایا تھا، اسی طرح کمپیوٹر کے سلسلے میں عمل درآمد کیا جاسکتا تھا۔ بہرحال ماہرین کی مسلسل محنت اور لگن نے کمپیوٹر کی جدید ترین ایجاد کے بعد اُردو زبان کی کمپوزکاری کو خط نسخ اور نستعلیق میں ممکن بنا دیا ہے۔ الحمدِ للہ آج اُردو کمپوزکاری جدید تقاضوں کے مطابق پوری اُترتی ہے۔ نستعلیق میں اُردو کمپوزکاری کے لیے احمد مرزا جمیل اور مطلوب الحسن سید نے ۱۹۸۱ء میں اس کی بنیاد رکھی اور نوری لغت ترتیب دی جس میں ترسیموں کے ذریعے اُردو کمپوزکاری (کتابت) کا آغاز ہوا۔ اُردو میں کمپوزکاری کے فروغ کے لیے ان کا یہ ایک اہم کارنامہ ہے جسے کبھی بھی فراموش نہیں کیا جاسکے گا۔ کمپیوٹر پر اُردو کمپوزکاری کا یہ سفر مونوٹائپ کمپنی کی مدد سے شروع کیا گیا تھا۔ اس کے بعد لائنوٹائپ کمپنی نے بھی تحقیقات کے دائرۂ کار کو مزید وسیع کرتے ہوئے از سرِ نو جائزہ لیا اور سی آرٹرانک مشین پر پہلے سے موجود خط نسخ میں اُردو کمپوزنگ کو نستعلیق سے ہم آہنگ کرتے ہوئے شیراز

نستعلیق کے نام سے ایک نیا نظام متعارف کرایا جس میں انھوں نے جدت پیدا کرتے ہوئے ترسیموں کی بجائے حروف سے الفاظ بنانے کا عمل شروع کیا۔اس کا فائدہ یہ ہوا کہ اُردو میں شامل ہونے والا ہر نیا لفظ نستعلیق اور نسخ دونوں خطوں میں چھاپنا ممکن ہوا اور دوسری جانب پروف خوانی کے بعد غلطیاں لگانے کا نظام بھی بہت بہتر ہو گیا۔کامیابی کے اس سفر کو دیکھتے ہوئے بیرونی ممالک میں کام کرنے والی کمپنیوں نے بھی اس طرف توجہ دی اور ان کے انجینئروں اور ماہرین نے خصوصی تحقیق کی جس کے باعث وہ اُردو کے لیے ایک ایسا نظام وضع کرنے میں کامیاب ہو گئے جن کے پروگرام خصوصی طور پر مقامی سطح پر تیار کیے جاتے تھے۔اس سلسلے میں ۱۹۸۹ء میں لاہور سے شاہکار پبلشنگ سسٹم، کراچی سے ''نظامی نستعلیق''اور ''انعام علوی کمپیوٹرز'' نے خاص طور پر جدید اُردو کمپیوٹر تیار کر کے مارکیٹ میں مہیا کیے۔اس سے مقابلے کا رجحان پیدا ہوا جس کے باعث اُردو کمپیوٹر کے عام مارکیٹ میں آنے سے قیمتوں میں بھی واضح کمی دیکھنے میں آئی جس کے نتیجے میں اُردو کمپیوٹر عام پبلشرز کی دسترس میں آنا شروع ہو گیا۔

اس وقت شدت سے یہ ضرورت محسوس کی جا رہی ہے کہ قومی زبان کو جدید ٹیکنالوجی کا حصّہ بنا کر اپنی ثقافت میں شامل کیا جائے تاکہ کمپیوٹر ٹیکنالوجی سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جا سکے۔اس سلسلے میں کمپیوٹر کے استعمال کو فروغ دیتے ہوئے اسے قومی زبان اُردو میں رائج کرنا نہایت ضروری ہے۔اس حوالے سے جناب حسام الدین نے پاکستان ڈیٹا مینجمنٹ سروسز(Ajustable /data Management Services) کے تحت ۱۹۷۸ء میں ابتدائی کوششیں شروع کیں۔اس ادارے نے ایسے سافٹ ویئر متعارف کروائے جن سے اُردو کا استعمال آسان ہو سکے اور انگریزی میں استعمال ہونے والے سافٹ ویئر بھی اُردو زبان میں استعمال ہو سکیں۔اس سلسلے میں ''اُردو ماہر''، ''اُردو ۹۸''، ''رقعہ''، ''اُردو ای میل''، ''اُردو کمپیوٹر نظام'' اور ''نستعلیق نظامی'' جیسے پروگراموں کو متعارف کرایا گیا۔اس حوالے سے جناب حسام الدین نے وضاحت کی ہے کہ :

> ''پاکستان ڈیٹا مینجمنٹ سروسز نے اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے جدید ٹیکنالوجی کے اُردو زبان میں فروغ کی خاطر ایک بڑا قدم اٹھاتے ہوئے ''اُردو ماہر'' سافٹ ویئر مرتب کیا ہے۔''اُردو ماہر'' پی سی کمپیوٹر میں مائیکرو سافٹ ونڈوز نظام کے لیے تیار کیا گیا ہے۔

اُردو کا یہ سافٹ ویئر پاکستان ڈیٹا مینجمنٹ سروسز(Ajustable /data Management Services) کے سسٹم اینالسٹ کاشف حسام نے اپنی تمام تر کوششوں سے اس مشکل کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے''۔[۱]

اُردو کے اس پروگرام یعنی ''ماہر'' کے منظرِ عام پر آنے سے تحقیق کی مزید راہیں ہموار ہونا شروع ہو گئیں۔ دراصل کمپیوٹر ایک ایسا آلہ ہے جس میں مواد جمع کرنے، یاد رکھنے اور اس کی مدد سے بہت سے کام کرنے کی ایک بڑی صلاحیت موجود ہے۔ اسے ہدایت دے کر بہت سے مخصوص کام لیے جا سکتے ہیں جیسا کہ لفظ کاری (ورڈ پروسیسنگ)، سپریڈ شیٹ، ڈیٹا بیس مینجمنٹ، پریذینٹیشن اور صفحہ سازی (پیج میکنگ) جیسے اہم کام شامل ہیں۔ اُردو ماہر کے آنے سے یہ سہولت ہو گئی کہ انگریزی زبان میں پروگراموں کے ساتھ ساتھ اُردو زبان میں بھی اپنی پسند کے خط (نستعلیق) کو شامل کر کے اُردو میں کمپوز کاری کی جا سکتی ہے۔

قومی زبان کو ترقی کرنے کے لیے جن مشکل حالات کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا ان میں سے ایک ہاتھ سے کی جانے والی کتابت کا مسئلہ بھی سرِ فہرست تھا۔ اس لیے ماہرین ٹیکنالوجی نے بیسویں صدی کے آغاز میں ہی اس جانب خصوصی توجہ دی اور ٹیکنالوجی کی رفتار ترقی کے ساتھ اُردو کو بھی شامل کرنے کے لیے انقلابی اقدامات کیے جس کے نتیجے میں ناقابل یقین نتائج برآمد ہوئے اور زندگی کا کوئی بھی شعبہ ایسا باقی نہ رہا جہاں کمپیوٹر ٹیکنالوجی کے لیے حیرت انگیز ایجادات نہ کی گئی ہوں۔ اس طرح اُردو کمپوز کاری اور اُردو طباعت کے میدان میں بھی حیرت انگیز ایجادات سامنے آئیں۔ اس سے قبل انگریزی میں جدید کمپوزنگ اور طباعت کے نظام تو کام کر رہے تھے لیکن اُردو کے لیے ابھی تک کاتبوں کا سہارا لیا جاتا تھا۔ عربی اور فارسی میں لفظوں کے جوڑ بند کے ذریعے خطِ نسخ کے نظام کو قبول کر لیا گیا اور اس کی بدولت ان زبانوں میں سائنسی پیش رفت سے بھی استفادہ کیا جانے لگا مگر ہمارے ہاں آج بھی خطِ نسخ عوامی حلقوں میں نسبتاً غیر مقبول ہے۔ بہتر ہوتا کہ اگر زبان کی ترقی کے لیے خط نسخ کا استعمال شروع کر لیا جاتا تو آج ہماری ترقی کی رفتار اس سے زیادہ تیز رفتار ہوتی۔ خطِ نستعلیق کی ایجاد کے حوالے جناب علی وجدان اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

''کمپیوٹر کے ذریعے برقی نظام طباعت میں اُردو کے محبوب خط نستعلیق کی ایجاد کا سہرا جناب احمد مرزا جمیل اوران کے رفیق جناب مطلوب الحسن سید کے سر ہے۔ جنھوں نے یکم اکتوبر ۱۹۸۱ء کو ''جنگ'' لاہور کے ذریعے انگلستان کی مونو ٹائپ کارپوریشن کے تعاون سے اسے نوری نستعلیق کے نام سے عوامی سطح پر پیش کیا۔ خطِ نستعلیق کے سلسلے میں یہ ایک ایسی جست تھی جس نے اُردو کی حقیقی ترقی اور نشوونما کے راستے کھول دیے''۔ (۲)

جناب احمد مرزا جمیل کے خطِ نستعلیق کے اُردو حروف کو ترسیموں کے ذریعے کمپیوٹر میں داخل کیا گیا تھا۔ یہ الفاظ ایک مخصوص تعداد میں تھے جب کہ اُردو کے الفاظ کا ذخیرہ بہت زیادہ وسیع تھا۔ اس لیے جو اُردو لفظ کمپیوٹر کے حافظے میں محفوظ نہ ہوتا، کمپیوٹر اسے خطِ نسخ میں لکھ دیتا۔ اب اس لفظ کی شکل دوسرے الفاظ سے مختلف ہو جاتی تو مجبوراً اسے کاتب سے درست کروانا پڑتا۔ لیکن کاتب کی درستی اور پرنٹنگ کی کوالٹی میں وہ فرق ہمیشہ برقرار رہتا۔ اس سے عبارت میں وہ خوبصورتی پیدا نہ ہوتی جو ایک پرنٹر سے آتی ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ تھا کہ یہ پروگرام انتہائی مہنگا تھا جو کہ ایک عام پریس/فرد کی قوتِ خرید سے باہر تھا اس لیے وہ اس کے استعمال سے قاصر تھا۔ اس کا حل یوں نکالا گیا کہ لائنوٹائپ نے خط نستعلیق کے مقابلے میں خط شیراز دریافت کیا جس میں اُردو کے حروف کو ترسیموں کی بجائے حروف کے جوڑ بند سے بنایا گیا تھا اس لیے وہ اُردو کے تمام حروف کو ملا کر الفاظ کمپوز کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ شیراز نستعلیق کے بعد نوری نستعلیق طریق کتابت پر لاہور کے شاہکار کمپیوٹر نے بھی جدید ٹیکنالوجی کو استعمال کرتے ہوئے کم قیمت میں اُردو نستعلیق کمپیوٹر متعارف کرایا۔ لائنو طریق کتاب پر ایپل میکنٹوش کمپیوٹر نے بھی خط نظامی کے نام سے کئی ایک خط نستعلیق متعارف کرائے جن میں خطِ روفی، خطِ مبارک، خطِ فضلی اور پنسل خط خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

۱۹۸۹ء میں ''انعام علوی کمپیوٹرز'' نے اُردو کمپوزکاری کے لیے سرخاب نظام کتابت کو متعارف کرایا۔ اس نظام میں بنیادی طور پر کمپیوٹر گرافکس کے اُصول پر تیار کردہ خطِ نستعلیق استعمال کیا جاتا ہے۔ جوڑوں کی مدد سے خط نستعلیق کی تیاری، اس کو کمپیوٹر میں منتقل کرنا اور اس بات کا خیال رکھنا کہ خط کی دلکشی، خوبصورتی اور

رعنائی بھی متاثر نہ ہو۔ گو کہ یہ ایک پیچیدہ کام تھا لیکن انعام علوی کمپیوٹرز کے بانی نے اسے ساڑھے تین سال کی محنت کے بعد پایہ تکمیل تک پہنچایا تھا۔

اُردو طباعتی نظام میں متعارف ہونے والا لاہور کا شاہکار کمپیوٹر بھی شامل ہے جس کو مقامی انجینئروں نے تیار کیا تھا اور بنیادی طور پر یہ مونو ٹائپ گروپ سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کمپیوٹر کا کلیدی تختہ اُردو کے بعض حروف جو انگریزی کلیدی تختے میں اس طرح سمویا گیا تھا کہ اُردو کے تمام حروف تہجی تمام شکلوں سمیت اس میں سما گئے تھے۔ اس میں خط نسخ اور خطِ نستعلیق میں کتابت کرنے کی سہولت موجود تھی۔

اُردو زبان پاکستان کی دیگر مقامی زبانوں کے ساتھ گہرا تعلق رکھتی ہے اس لیے کمپیوٹر پر اُردو کو پنجابی، سندھی، پشتو، سرائیکی، بلوچی اور دیگر پاکستانی زبانوں کے ساتھ مربوط کرنے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں مرکزِ فضیلت برائے اُردو اطلاعیات (مقتدرہ قومی زبان)، اسلام آباد نے فانٹ کا ابتدائی اجرا کر کے مستقبل کے امکانات کو ممکن بنانے کی بھرپور کوشش کی۔ اس حوالے سے اکبر سجاد لکھتے ہیں:

> ''عربی رسم الخط میں لکھی جانے والی تمام زبانیں بشمول اُردو، عربی، فارسی، سندھی، بلوچی، پشتو، پنجابی، براہوئی، سرائیکی، کشمیری، بلتی، گاری، وخی، کھوار، شنا، پہاڑی، گوجری، ہندکو، ازبک، مراکشی، ملے، کردش، ترکمان، تاجک، دری، قازق، یوغر (چین، سنک کیانگ) وغیرہ کو پیش کرنے کی قابلیت ہے اور نقطوں کو علیحدہ سے بھی ٹائپ کرنے کی سہولت کے باعث تمام زبانوں کو دائیں سے بائیں ایک ہی فانٹ سے ٹائپ کرنے کی سہولت اور تحلیلی خاصیت موجود ہے''۔ (۳)

اس فانٹ کو استعمال کرتے ہوئے ہم اُردو میں ای میل، خطوط، دستاویزات اور کمپیوٹر پر کیے جانے والے دیگر اُمور بالکل انھی سہولتوں کے ساتھ سرانجام دے سکتے ہیں جس طرح کہ ان اُمور کو آپ انگریزی میں انجام دیتے ہیں۔ اس میں ہم ونڈوز میں نوٹ پیڈ یا مائیکروسافٹ ورڈ میں انگریزی ٹائپ کرتے ہیں تو پاک نستعلیق اسی سہولت کے ساتھ ہمیں ان پروگراموں میں نستعلیق کی شکل میں اُردو ٹائپ کرنے کی سہولت بہم پہنچاتا ہے۔ اس کی چند اہم خصوصیات یہ ہیں:

☆ یہ فانٹ نستعلیق کے عین مطابق ہے۔

☆ انٹرنیٹ اور ڈیسک ٹاپ پبلشنگ کے لیے نہایت موزوں ہے۔

☆ موجودہ فانٹس مثلاً تہوما، ایریل، ٹائمز، نیورومن و دیگر عربی واُردو فانٹ کے ساتھ مکمل مطابقت اور کوائف بدلنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

☆ ہر ایک ونڈو میں آسانی کے ساتھ انسٹال کیا جاسکتا ہے۔

☆ حرفی اشکال اور قواعد خطاطی کے عین مطابق ہے۔

☆ عام نستعلیق فانٹس کے مقابلے میں دس گنا سے بھی زیادہ تیز رفتار اور نوّے گنا کم میموری کا استعمال کرتا ہے۔

☆ اس میں اعراب اور دیگر علامات مکمل طور پر دستیاب ہیں۔

☆ تمام زبانوں کو پیش کرنے کی صلاحیت کا حامل ہے۔

☆ عربی رسم الخط میں لکھی جانے والی تمام زبانوں کو پیش کرنے کا احاطہ کرتا ہے۔

☆ عنصریت (حروف کی تحلیلی خاصیت) کے ساتھ (خالی کشتیوں اور نقطوں کی صورت میں) اس فانٹ کو عالمی معیار بندی کوڈ کی معاونت حاصل ہے۔

☆ پاک نستعلیق کی تمام تر بنیاد اس ایک اصول کے پیشِ نظر رکھی گئی ہے کہ ایک حرف کا ٹوٹ کر دو یا دو سے زیادہ اجزا میں تقسیم ہونا ہے۔ مثلاً ہمارے نقطۂ نظر کے مطابق حرف پ کچھ اس طرح سے تشکیل پاتا ہے جب کہ سندھی، پشتو کے حروف بھی بنیادی خالی کشتی (Basic Ghost Character) اور نقطوں کے ملنے سے بنتے ہیں۔

انھی اُصولوں کے مطابق بنیادی طور پر ب کی خالی کشتی (ب) اور تین زریں نقطوں پر مشتمل ہے۔ عربی رسم الخط کا کوئی بھی حرف ہو، اسے قسط وار توڑا جاسکتا ہے۔ اندرونی طور پر ایک نستعلیق حروف کو کمپیوٹر سکرین پر دکھانے کے لیے کچھ اس انداز میں توڑا جاتا ہے کہ یہ انداز اسے عربی رسم الخط میں لکھی جانے والی تمام زبانوں کو دکھانے کے قابل بناتا ہے۔ اس فانٹ میں حروف کی بنیادی شکلیں یا کشتیاں علیحدہ ہیں جنھیں یونی کوڈ نمبر دیا گیا

ہے جب کہ نقطۂ جات اور دیگر علامات الگ ہیں۔ جب اس فانٹ کا واسطہ کسی حرف سے پڑتا ہے جسے سکرین پر ظاہر کرنا ہوتا ہے تو وہ دیے گئے قواعد کے مطابق حروف کی کشتیوں اور نقطوں کے امتزاج میں تحلیل کر کے دکھاتا ہے۔

پاک نستعلیق فانٹ میں نقطہ جات اور علامات کو اُردو متن میں ٹائپ کیا جا سکتا ہے لیکن اس کے لیے ایک خاص قسم کا کلیدی تختہ درکار ہوتا ہے جس میں نقطوں کو ٹائپ کرنے کی سہولت موجود ہوتی ہے۔ پاک نستعلیق فانٹ کے ذریعے عربی، اُردو اور دائیں سے بائیں رسم الخط میں لکھی جانے والی تمام زبانوں کو کمپیوٹر پر ٹائپ کرنے کے لیے ہمیں سب سے پہلے کمپیوٹر پر اس فانٹ کو انسٹال (تنصیب) کرنا ہوگا۔ اس کے لیے کمپیوٹر میں یو ایس بی یا نستعلیق فانٹ کی سی ڈی سے پاک نستعلیق فانٹ انسٹال کیا جاتا ہے۔ کمپیوٹر پر موجود تمام فانٹس کی فہرست میں پاک نستعلیق فانٹ کو بھی کاپی کریں۔ اس طرح پاک نستعلیق فانٹ آپ کے کمپیوٹر میں فانٹس کی فہرست میں شامل ہو جائے گا اور اب آپ اسے کسی بھی پروگرام میں استعمال کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کو کلیدی تختہ کی بھی ضرورت ہوگی۔ یہ کلیدی تختہ بھی آپ کی بورڈ لے آؤٹ کی مدد سے اپنے کمپیوٹر میں انسٹال کر سکتے ہیں۔ اس طرح کلیدی تختہ ازخود آپ کے کمپیوٹر میں نصب ہو جائے گا۔ اسے استعمال کرنے کے لیے تین شفٹوں کو ملاحظہ کریں۔ عام حالتوں میں تختہ کلید ہمیشہ پہلی شفٹ پر موجود ہوتا ہے۔ جب کہ دوسری شفٹ (کلید) دبانے سے ظاہر ہوگی۔ اس طرح تیسری شفٹ داہنی (Alt) کلید دبانے سے ظاہر ہوگی۔ اس طرح کو انگریزی، اُردو اور عربی تین حالتوں میں کی بورڈ کی سہولت حاصل ہو جائے گی۔

اُردو زبان میں کمپیوٹر سافٹ ویئر کی تیاری کا کام گزشتہ تین دہائیوں سے زائد عرصہ پر مشتمل ہے۔ اس بات کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا ہے کہ انگریزی زبان کے لیے بنائے گئے ایسکی (ASCII) معیارات کی طرز پر اُردو میں ضابطہ بندی کے کوئی بھی صنعتی معیارات موجود نہ تھے۔ اس لیے انفرادی اور صنعتی پیمانے پر کی جانے والی تمام تر کوششیں اُردو حروف کے ثنائی کوڈز کی بنیاد پر عارضی نقشہ سازی کے باعث ایک دوسرے سے بالکل الگ تھلگ اور باہم غیر مربوط تھیں۔ ہر تحقیق کار اپنے الگ انداز سے ضابطہ صفحات استعمال کر رہا تھا۔ ان

میں حرفی سیٹ اوران کی نقشہ کاری ثنائی کوڈ پر مبنی تھی اس کا مقصد دوسروں کے مقابلے میں اپنا جداگانہ تشخص قائم کرنا تھا۔ دوسرا یہ کہ کمپیوٹر کی صنعت میں مقابلے کے رجحان کے باعث ان ضابطہ صفحات کو راز میں رکھ کر زیادہ منافع کمانے کے چکر میں ایک معیاری اُردو سافٹ ویئر کی تیاری اور اس کا فروغ اُردو میں سب سے بڑی رکاوٹ تھی۔ ان حالات میں اُردو کے فروغ کے لیے کمپیوٹر کی معیار بندی کی اشد ضرورت تھی تاکہ ایک یکساں معیار تشکیل دیا جائے جس کی ہر ایک فرد پیروی کرے۔ معیار بندی کی اس فوری اور اہم ضرورت کے پیشِ نظر ماہرین نے اُردو کی معیاری ضابطہ تختی (Standard Code Plate) کی ضرورت پر زور دیا اور حکومت پاکستان سے اس کی باقاعدہ منظوری کروانے میں کامیاب ہو گئے۔

موجودہ دور انفارمیشن ٹیکنالوجی کا دور ہے۔ کسی بھی زبان کی ترقی کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ انفارمیشن ٹیکنالوجی کے ذریعے قابل استعمال ہو تاکہ جدید دور کے تقاضوں کے مطابق نہ صرف اسے استعمال کیا جا سکے بلکہ اس کی ترقی اور ترویج کے کام کو جدید خطوط کی بنیاد پر استوار کیا جا سکے۔ جہاں تک میرے پی ایچ ڈی کے مقالہ کے عنوان ''اطلاعیات اور اردو زبان: اُردو کمپوز کاری کے فنی مباحث، مسائل اور امکانات کا تجزیہ'' کا تعلق ہے، اس میں اطلاعیات اور اردو زبان: اُردو کمپوز کاری قدرے نیا اور تحقیق کے لیے انفرادی حیثیت کا حامل ہے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ کمپیوٹر سے لے کر موبائل تک اور ای میل سے لے کر ویب سائٹوں تک اب ہر جگہ اُردو کمپوز کاری کا عمل دخل جاری ہے۔ میرے مقالے میں پس منظر کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ موجودہ دور کی درپیش مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے ان کے قابل قبول حل کی سفارش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مذکورہ مقالے میں اِملا، ٹائپ کاری، اُردو لفظ کاری یعنی لسانیات کی صورت گری کے ساتھ ساتھ کسی حد تک تکنیکی حوالے سے تحقیق پیش کرنے کی بھی کوشش کی گئی ہے۔

اس وقت اُردو دنیا میں کمپوز کاری کے لیے دو قسم کے پلیٹ فارم موجود ہیں:

(۱) ایسکی American Standard Code for Information Interchange (ASCII)

(۲) یونی کوڈ (Uni Code)

ایسکی کی بنیاد پر ان پیج سافٹ ویئر ہے جب کہ یونی کوڈ کی بنیاد پر موبائل، انٹرنیٹ، ایم ایس ورڈ وغیرہ کمپوز کاری کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ یہاں یہ بھی بات قابل ذکر ہے کہ ایسکی سے یونی کوڈ اور یونی کوڈ سے ایسکی کوڈ موجود ہیں جس کی وجہ سے کسی ایک پلیٹ فارم یا عبارت کو دوسرے پلیٹ فارم یا عبارت میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اس میں کچھ میرٹ اور کچھ ڈی میرٹ بھی ہیں۔ مثال کے طور پر ان پیج کی فائل کے اندر موجود ڈیٹا کو اگر یونی کوڈ میں تبدیل کیا جائے گا تو ٹیبل غائب ہو جائیں گے جس کی وجہ سے وہ ڈیٹا دوبارہ قابل استعمال نہیں رہتا۔ جب کہ اسی طرح یونی کوڈ فارمٹ میں ڈیٹا بیس انفارمیشن کی شناخت میں بدلا جائے تو وہ بھی ڈیٹا قابل استعمال نہیں رہتا کیونکہ ہر دو صورتوں میں تبدیلی اس کے علاوہ تکنیکی اعتبار سے خاص طور پر یونی کوڈ پلیٹ فارم کے لیے اُردو کے لیے مختلف نستعلیقی فانٹ اب تک اس سطح پر نہیں پہنچے جس پر ایسکی پلیٹ فارم کے فانٹ پہنچے ہوئے ہیں۔ ان پیج کے فانٹ کی خوبصورتی، ایک لفظ سے دوسرے لفظ کا فاصلہ انتہائی خوبصورتی کا حامل ہوتا ہے جب کہ یونی کوڈ پلیٹ فارم پر بننے والے اُردو فانٹ جیسا کہ لاہوری، نستعلیق، نوری نستعلیق، الوری نستعلیق وغیرہ میں ابھی تک لفظوں اور سطروں کے درمیان فاصلے کے مسائل سے دوچار ہیں۔ اسی طرح ترسیمہ (Ligature) پر مبنی حروف (Character) فونٹ کے مسائل بھی اپنی جگہ موجود ہیں۔ ترسیمہ پر مبنی فانٹ کی فائلیں بھاری ہوتی ہیں جب کہ حروف پر مبنی فانٹ کی فائلیں کم جگہ گھیرتی ہیں۔[۴]

چونکہ انفارمیشن ٹیکنالوجی کی دنیا میں اُردو کمپوز کاری کا کام بڑھتا ہی جارہا ہے، تو مستقبل میں اس کے استعمال میں آنے اور درپیش مسائل کے حل ہونے کی قوی اُمید ہے کیونکہ کسی بھی شعبے میں ترقی ہمیشہ آگے کی طرف ہوتی ہے نہ کہ ترقیِ معکوس۔ لہٰذا میری یہ تحقیق درپیش مسائل پر بحث کرنے کے ساتھ ساتھ قابل قبول حل کی صورت میں مستقبل میں آسانیوں کی طرف ایک قدم ہوگا۔ ایسکی کوڈ پلیٹ کا دور اب کم و بیش ختم ہو چکا ہے اور اب دنیا یونی کوڈ پر منتقل ہو چکی ہے۔ لہٰذا ضابطہ تختی کے دوسرے ورژن کی تمام علامات کو ۲۰۰۸ء سے یونی کوڈ پر جگہ مل چکی ہے اور یہ اب (Ghost Characters Theory) کے نام سے پہچانی جاتی ہے۔

i۔ بہتر تختہ ہائے کلید

اُردو ٹائپ رائٹر کی ایجاد کا زمانہ بیسویں صدی کے اوائل سے شروع ہوتا ہے۔اُردو ٹائپ رائٹر کی تیاری کا سہرا جامعہ عثمانیہ (حیدر آباد دکن) کے سر ہے۔۱۹۱۷ء میں جامعہ عثمانیہ کا قیام عمل میں آیا تو میر عثمان علی خان نے جامعہ کے بعض طلبا کو وظائف دے کر یورپ بھیجا تاکہ وہ اُردو ٹائپ رائٹر کی ایجاد کے امکانات کا جائزہ لے سکیں۔اس سے قبل تجرباتی سطح پر اس سلسلے میں جو کوششیں کی گئیں، ان کی حیثیت محض کاغذی نقشوں یا ڈائیاگرام کی تھی اور باقاعدہ ٹائپ رائٹر کا کوئی بھی نمونہ دستیاب نہیں تھا۔میر عثمان علی نے جن طلبہ کو یورپ بھیجا تھا،انھوں نے انگریزی ٹائپ مشین کو بنیاد بنا کر اُردو ٹائپ مشین بنانے پر غور و فکر کیا اور عملی تجربات کے ذریعے اس کے میکانکی نظام کو دائیں سے بائیں تحریر کے قابل بنایا۔ان کوششوں کے نتیجے میں اُردو ٹائپ رائٹر کی ایجاد ممکن ہو سکی۔

۱۹۱۷ء کے بعد اُردو ٹائپ مشین نے انتہائی تیزی سے ترقی کی اور ۱۹۳۹ء تک اسے پورے ہندوستان میں استعمال کے قابل بنا دیا گیا۔اس تمام تر عرصے میں اُردو ٹائپ مشین کے میکانکی نظام اور اس کے کلیدی تختے میں اصلاح کا عمل جاری رہا۔کسی منضبط پالیسی کی عدم دستیابی کے باعث ٹائپ مشین بنانے والی ہر کمپنی نے اپنی سہولت اور تحقیق کے مطابق نہ صرف اپنا الگ کلیدی تختہ وضع کر لیا بلکہ ایک ہی کمپنی نے مختلف قسم کے کلیدی تختے بنانے شروع کر دیے جس کے نتیجے میں ۱۹۴۷ء تک مختلف کلیدی تختوں والی بہت سی ٹائپ مشینیں مارکیٹ میں عام ہو گئیں۔ قیام پاکستان کے بعد جب اِن کلیدی تختوں کے حوالے سے غور و فکر کیا گیا تو اس بات سے تشویش ہوئی کہ مارکیٹ میں بہت سے کلیدی تختے مروج ہیں۔ یہ ایک تشویش ناک صورتِ حال تھی جس پر فوری توجہ دینے کی ضرورت تھی۔ کیونکہ جہاں یہ اقدام قومی زبان کی راہ میں رکاوٹ بن رہا تھا وہاں ٹائپ کاروں کے لیے بھی ایک مسئلہ بن گیا تھا کہ وہ کون سا کلیدی تختہ استعمال کریں۔ان کلیدی تختوں کی بہتات سے ایک ٹائپ کار بالعموم ایک ہی ٹائپ مشین پر ٹائپ کرنے کے لیے کار آمد ہوتا تھا۔ کسی ایک مشین پر مہارت حاصل کرنے والے ٹائپ کار کے لیے کسی دوسرے مختلف کلیدی تختے والی ٹائپ رائٹر پر کام کرنا دشوار ہوتا بلکہ اس

کے لیے وہ مشین ناکارہ ہوتی تھی۔ اس صورتِ حال نے سرکاری، نیم سرکاری اور نجی اداروں میں ٹائپ کاروں کی بھرتی کا بھی مسئلہ پیدا کر دیا تھا۔ کیونکہ ملازمت کے لیے جب اخبارات میں اشتہارات دیے جاتے تو ان میں اس کی وضاحت ضرور کر دی جاتی کہ صرف فلاں مشین پر کام کرنے کا ماہر ٹائپ کار ہی درخواست دے سکتا ہے۔ کلیدی تختوں کی اس بہتاب میں تاریخی حوالے سے اُردو ٹائپ کے حوالے سے جو کلیدی تختے ہمارے سامنے آئے ان میں خاص طور پر مندرجہ ذیل کلیدی تختے نمایاں ہیں:

> ''ریمنگٹن کمپنی کا کلیدی تختہ، محمد عبداللہ کامل کا افتراقی کلیدی تختہ ۱۹۴۰ء، ایورسٹ کمپنی کا کلیدی تختہ ۱۹۴۰ء، ایورسٹ کا دوسرا کلیدی تختہ، ریمنگٹن پورٹیبل ماڈل، ریمنگٹن پورٹیبل معیاری ماڈل ۱۹۴۹ء، اولیویٹی کمپنی کا کلیدی تختہ، اولیویٹی کا دوسرا کلیدی تختہ، اولیویٹی کا تیسرا کلیدی تختہ، اولیویٹی کا چوتھا کلیدی تختہ، پہلا حکومتی کلیدی تختہ، پنجاب یونیورسٹی کا کلیدی تختہ ۱۹۴۹ء، وزارت تعلیم کمیٹی کا کلیدی تختہ ۱۹۴۹ء، نموذج قطبی کلیدی تختہ، آرگا پرائیویٹ کلیدی تختہ، اولمپیا پورٹیبل کلیدی تختہ، اولمپیا معیاری کلیدی تختہ، اولمپیا کا دوسرا کلیدی تختہ، اولمپیا کا تیسرا کلیدی تختہ، ڈاکٹر محمد افضل کا مجوزہ کلیدی تختہ ۱۹۵۸ء، ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کا مجوزہ کلیدی تختہ ۱۹۵۸ء، کرنل مجید ملک کا مجوزہ کلیدی تختہ، محمد اکبر الدین صدیقی کا مجوزہ کلیدی تختہ ۱۹۶۱ء، سید حسن علی خان کا کلیدی تختہ، مرکزی اُردو بورڈ کا مشترک کلیدی تختہ، ڈاکٹر محمد افضل کا مجوزہ تختہ ۱۹۶۳ء، مرکزی اُردو بورڈ ذیلی کمیٹی کے کلیدی تختے ۱۹۶۳ء اور ۱۹۶۴ء، مرکزی اُردو بورڈ کا نیا کلیدی تختہ ۱۹۷۴ء، شجر نقوی کے مجوزہ کلیدی تختے ۱۹۶۳ء، سید نجم الحسن کا کلیدی تختہ ۱۹۶۳ء، محمد یعقوب علی پارکر کا نئے رسم الخط کا کلیدی تختہ ۱۹۶۹ء، ضیاالرحمان کا مجوزہ کلیدی تختہ ۱۹۷۰ء، سید ارشاد علی کا کلیدی تختہ ۱۹۷۲ء، زبیر حسین کا مجوزہ کلیدی تختہ ۱۹۷۹ء اور مقتدرہ قومی زبان کے کلیدی تختے ۱۹۸۰ء''۔(۵)

''ریمنگٹن کمپنی کا کلیدی تختہ ، ریمنگٹن پورٹیبل ماڈل ، ریمنگٹن پورٹیبل معیاری ماڈل ۱۹۴۹ء، ریمنگٹن کے کلیدی تختوں پر یہ اعتراض کیا جاتا تھا کہ اس میں ''ے'' جیسے کثیر الاستعمال حرف کو سب سے اوپر والی قطار میں شامل کیا گیا ہے۔اس وقت تک حروف کی فی صد شرح استعمال کا چارٹ بھی مرتب نہیں کیا گیا تھا۔اس لیے کلیدی تختے میں حروف کی تقسیم اگر سائنسی بنیادوں پر نہیں کی گئی تو اس سلسلے میں ریمنگٹن کمپنی پر اعتراض نہیں کیا جانا چاہیے۔

محمد عبداللہ کامل کا افتراقی کلیدی تختہ ۱۹۴۰ء، کسی زبان کی ٹائپ کی کامیابی کا انحصار اس بات پر ہے کہ اس کے حروف کے ٹکڑے کم سے کم ہوں کیوں کہ جتنے ٹکڑے زیادہ ہوں گے اُس قدر ایک تو قیمت بڑھ جائے گی اور دوسرے کمپوزر، پروف ریڈر اور ڈسٹری بیوٹر کی محنت اسی قدر زیادہ ہو گی۔اب اگر انگریزی کے حروف کا مقابلہ اُردو سے کریں تو معلوم ہو گا کہ اُردو ٹائپ کس قدر مہنگی ہے۔اس لیے تجویز پیش کی گئی کہ رومن کیرکٹر میں اُردو ٹائپ کی جائے۔ لیکن اُردو کے لیے کوئی دوسرا رسم الخط قابل نہیں ہو سکتا۔اُردو ٹائپ کا یہ کلیدی تختہ اپنی سست رفتاری کی وجہ سے مقبولیت حاصل نہ کر سکا۔

ایورسٹ کمپنی کا کلیدی تختہ ۱۹۴۰ء، ایورسٹ کے دوسرے کلیدی تختہ میں کلیدوں کی تعداد کم کرنے کی وجہ سے حروف کی تقسیم کے وقت قرطاسِ تعدّد کو پیش نظر نہیں رکھا گیا جس کے نتیجے میں اُردو ٹائپ کی رفتار متاثر ہوئی اور یہ کلیدی تختہ بھی کامیابی سے ہم کنار نہ ہو سکا۔

اولیویٹی کمپنی کا کلیدی تختہ ،اولیویٹی کا دوسرا کلیدی تختہ ،اولیویٹی کا تیسرا کلیدی تختہ ،اولیویٹی کا چوتھا کلیدی تختہ ،اولیویٹی کمپنی نے اُردو کے تمام حروف اور علامات کو شامل کر دیا البتہ ''مد'' اور ''ژ'' کو اہمیت نہ دینے کے علاوہ ریاضی کی بعض علامات کو بھی نظر انداز کر دیا جس کے باعث اولیویٹی کمپنی نے جو ٹائپ رائٹر تیار کیے وہ عوامی سطح پر مقبول نہ ہو سکے کیوں کہ ان کے کلیدی تختوں میں ایک ادھورے پن کا احساس نمایاں ہوتا تھا۔

پہلا حکومتی کلیدی تختہ ،پنجاب یونیورسٹی کا کلیدی تختہ ۱۹۴۹ء، حکومتی سطح پر بننے والا چوں کہ یہ پہلا اُردو کلیدی تختہ تھا اس لیے اس میں بہت سے نقائص موجود تھے جن کا دور کیا جانا ضروری تھا۔اس تختے میں ایک کا

ہندسہ (ا) شامل نہیں تھا۔ اس کا کام ''الف'' سے لیا جاتا تھا۔ فنی اعتبار سے یہ مناسب نہیں کیونکہ الف نیم فاصلے کا حرف ہے جب کہ ہندسہ (ا) کے لیے پورے فاصلے کی کلید درکار ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں اس تختے میں نون غنہ (ں) بھی شامل نہیں تھا۔ جب بھی کسی حرف کے آخر میں نون غنہ آتا تو اس کلیدی تختے پر مبنی مشین کے ذریعے لکھنا ممکن نہیں ہوتا تھا۔ ان نقائص کے باعث اس کلیدی تختے کو بھی قبول نہ کیا گیا۔

وزارتِ تعلیم کی کمیٹی کا کلیدی تختہ ۱۹۴۹ء، یہ کلیدی تختہ پنجاب یونیورسٹی کے تحت بننے والے کلیدی تختے کی نقل تھی، صرف بعض کلیدوں کو دائیں بائیں کر دیا گیا تھا۔ نموذج قطبی کلیدی تختہ، محمد قطب الدین نے حروف کی گروہی تقسیم سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ اصول دریافت کیا کہ اگر بعض نقطوں کی کلیدوں کو اس طرح درست کر لیا جاوے کہ وہ مختلف گروہ کے حروف کے لیے استعمال کی جا سکیں تو اس سے کلیدوں کی تعداد میں کمی لائی جا سکتی ہے۔ اس طرح محمد قطب الدین نے مجوزہ تختے کے پیٹنٹ بھی تیار کرائے۔ یہ کلیدی تختہ دیگر تمام مشینوں سے منفرد تھا جس سے ٹائپ کی رفتار متاثر ہوتی تھی۔ اس لیے اسے عوامی سطح پر شرفِ قبولیت حاصل نہ ہو سکا۔

آرگا پرائیویٹ کلیدی تختہ، ابن انشاء نے بابائے اُردو مولوی عبدالحق کے اشتراکِ عمل سے آرگا پرائیویٹ اُردو ٹائپ مشین تیار کروائی جس میں ۴۷ حروفِ صحیح و حروفِ علّت اور ۱۰ حروفِ ہندسہ تھے لیکن اس میں ضروری علامات اور اعراب موجود نہیں تھے۔ اس لیے اسے محدود مقاصد کے لیے استعمال کیا جا سکتا تھا۔

اولمپیا پورٹیبل کلیدی تختہ، اولمپیا معیاری کلیدی تختہ، اولمپیا کا دوسرا کلیدی تختہ، اولمپیا کا تیسرا کلیدی تختہ، ان کلیدی تختوں میں چند فنی نقائص تھے۔ جیسا کہ نشان + اور زیر، زبر، پیش کے نشانات نظر انداز کر دیے گئے تھے۔ اگر یہ نشانات شامل کر لیے جاتے تو کلیدی تختوں کی افادیت بڑھ جاتی۔ تختوں میں مدور ''ۃ'' کو غیر ضروری طور پر شامل کیا گیا تھا۔ اگر اس کی بجائے نون غنہ کو رکھا جاتا تو تختہ زیادہ موزوں ہوتا۔

ڈاکٹر محمد افضل کا مجوزہ کلیدی تختہ ۱۹۵۸ء، اس کلیدی تختہ میں ۴۴ کلیدیں تھیں جن کو ۶۸ حروف صحیح و حروفِ علّت اور بیس نشاناتِ ہندسہ و دیگر علامات کے لیے مختص کیا گیا۔ اعراب کی چار کلیدیں (ٌ ، ً ، ء ، ٓ) ساکن رکھی گئیں۔ نون غنہ کو ابجد میں شامل نہیں کیا گیا۔ حالانکہ نون غنہ اُردو میں کثیر استعمال ہونے والی علامت ہے۔

ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کا مجوزہ کلیدی تختہ ۱۹۵۸ء، یہ کلیدی تختہ بڑی محنت سے تیار کیا گیا اور حروف کی فیصد شرح استعمال کا چارٹ بھی مرتب کیا گیا۔ لیکن وہ نون غنہ جس کی علامت اور آواز سے انکار ممکن نہیں اسے نظر انداز کر دیا گیا۔ اس کلیدی تختے کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ اولمپیا کے کلیدی تختے میں معمولی ردّوبدل کے ساتھ تیار کیا گیا تھا۔ اس کلیدی تختے میں ایک فنی خامی یہ بھی تھی کہ ساکن رہنے والی کلیدی بھی متحرک ہو جاتی تھیں۔

کرنل مجید ملک کا مجوزہ کلیدی تختہ، کرنل مجید ملک نے ڈاکٹر ابواللیث کے کلیدی تختے پر بہت سے اعتراضات کیے مگر انھوں نے جو کلیدی تختہ پیش کیا وہ ریمنگٹن کے کلیدی تختے میں معمولی ترمیم کے ساتھ غیر ضروری حروف کو کلیدی تختے میں شامل کر لیا۔ پھر یہ کہ کلیدی تختہ مرتب کرتے وقت حروف کے فریکوینسی چارٹ (گوشوار تعدّد) کو بھی پیشِ نظر نہیں رکھا گیا اور کم استعمال ہونے والے حروف کو مرکزی کلیدوں کے تحت رکھ دیا گیا۔

محمد اکبرالدین صدیقی کا مجوزہ کلیدی تختہ ۱۹۶۱ء، محمد اکبرالدین صدیقی نے اُردو رسم الخط اور ٹائپ کی اصلاح کے لیے بھی بعض تجاویز پیش کی تھیں جو رسالہ ''ہماری زبان'' علی گڑھ کے شمارہ ۲۲ ستمبر ۱۹۶۱ء میں شائع ہوئیں۔ انھوں نے بعض نئی تجاویز کی روشنی میں ۳۳ کلیدوں پر مشتمل ایک کلیدی تختہ پیش کیا جس میں ۴۳ حروف اور ۲۳ نشانات، ہندسہ و علامات ریاضی کے لیے مختص تھیں۔ لیکن اس کلیدی تختے میں حرف م کہیں نظر نہیں آتا۔ اس کلیدی تختہ میں ایک (ا) کا ہندسہ لکھنے کے لیے حرف الف تجویز کیا گیا۔ اس کلیدی تختہ میں بھی وہی اعتراض پایا گیا، جو پنجاب یونیورسٹی کے تیار کردہ کلیدی تختے میں موجود تھا کہ الف نیم فاصلہ حرف ہے جبکہ ہندسہ کے لیے پورے فاصلے کی کلید درکار ہوتی ہے۔

سید حسن علی خان کا کلیدی تختہ، یہ کراچی کے ایک ایڈووکیٹ تھے۔ انھوں نے اُردو ٹائپ مشین کے لیے ایک کلیدی تختہ پیش کیا تھا جس میں ۴۲ کلیدیں، ۶۷ حروفِ صحیح و حروفِ علت اور ۱۷ نشانات ہندسہ و علاماتِ ریاضی تھیں۔ یہ تختہ کلید کئی اعتبار سے نامکمل تھا۔ اس میں ضروری حروف بھی موجود نہیں تھے۔ اس لیے لائق توجہ نہ ہو سکا۔

مرکزی اُردو بورڈ کا مشترک کلیدی تختہ ،مرکزی اُردو بورڈ ذیلی کمیٹی کے کلیدی تختے ۱۹۶۳ءاور ۱۹۶۴ء، مرکزی اُردو بورڈ کا نیا کلیدی تختہ ۱۹۷۴ء،ان تمام کلیدی تختوں میں کلیدوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور حروف کے جوڑوں کو آپس میں ملانے کا نظام اتنا پیچیدہ تھا کہ ٹائپ کار کا ذہن اس طرف مائل ہونے کی بجائے اس سے اکتاہٹ محسوس کرنے لگتا۔ چنانچہ سید انوارالحق کی اس تجویز کو قبول کر لیا گیا کہ مغربی پاکستان کی تمام زبانوں کے لیے ایک مشترکہ ٹائپ رائٹر کی ضرورت ہے جس کے مجوزہ کلیدی تختے کو مذکورہ بالا نقائص کی بناء پر قبول نہ کیا گیا بلکہ اس کی بجائے ڈاکٹر محمد افضل کا مجوزہ تختہ ۱۹۶۳ء، منظور کر لیا گیا جو کئی لحاظ سے ٹائپ کاری کے اُصولوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے تیار کیا گیا تھا۔

شجر نقوی کا مجوزہ کلیدی تختہ ۱۹۶۳ء، یہ کلیدی تختہ پہلے سے پیش کیے گئے کلیدی تختوں سے مختلف تھا۔ اس میں کل ۴۶ کلیدیں تھیں جنھیں ۶۷ حروف صحیح و حروف علت ۱۰ حرف ہندسہ اور ۱۵ علامات ریاضی و نشاناتِ اعراب کے ساتھ بنایا گیا تھا۔ اس کلیدی تختے میں تمام ضروری حروف ، علامات شامل تھیں ۔ البتہ علامت مد کو ساکن کلید پر رکھا گیا۔ ’’مد‘‘ ہمیشہ الف کے ساتھ استعمال ہوتی ہے۔ اس لیے اسے الف کے ساتھ مرکب حالت میں (آ) کر دینے سے زیادہ سہولت ہو سکتی تھی۔ علامات اور ہندسوں کو اُوپر والی لائن میں لیکن اس کی پیروی کلی طور پر نہیں کی گئی اور حرف ز کو علامات کی سطر میں شامل کر دیا گیا۔

سید نجم الحسن کا کلیدی تختہ ۱۹۶۳ء، اس کلیدی تختہ میں اُردو ٹائپ رائٹر کے کسی اُصول کو مدِ نظر نہیں رکھا گیا۔ حروف بے ترتیبی سے بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بعض حروف کی سالم شکلیں اور ان کے جوڑ ایک ہی کلید پر تھے۔ لیکن بعض حروف کی سالم شکلیں (ب، ت، ٹ، س، ک، ل، م، ن، ی) کسی اور کلید پر تھیں اور ان کے جوڑ کسی دوسری کلید پر تھے۔ تختہ وضع کرتے وقت قرطاسِ تعدّد کو قطعاً پیشِ نظر نہیں رکھا گیا۔ حتیٰ کہ حروف کی کلیدوں میں علامتوں کو شامل کر دیا گیا اور بعض اہم حروف (مثلاً د، س وغیرہ) کو سب سے اوپر والی سطر میں جگہ دی گئی۔ ہندسہ (۱) کے لیے الف استعمال کیا گیا۔ 'مد' اور 'ۃ' کے لیے سوچ لیا گیا کہ اس حرف کی ضرورت نہیں۔

محمد یعقوب علی پار کر کا نئے رسم الخط کا کلیدی تختہ ۱۹۶۹ء، اس کلیدی تختے میں نمونے اُردو کے مختلف دانشوروں اور ماہرین لسانیات کے مشورے کے لیے ارسال کیے، جن میں نصر اللہ خان، ڈاکٹر محمد شمس الدین صدیقی، محمد عمران زبیری اور شعبہ کیمیا کے سینئر ریسرچ آفیسر محمد شمیم نے یعقوب علی پار کر کے تجویز کردہ خط اور کلیدی تختے کو بہت سراہا۔ محمد عمران زبیری نے مجوزی کلیدی تختے پر غور کے لیے حکومت کی سربراہی میں ایک کمیٹی تشکیل دینے کی ضرورت پر زور دیا۔

ضیاالرحمٰن کا مجوزہ کلیدی تختہ ۱۹۷۰ء، ضیاالرحمٰن گورنمنٹ کمرشل انسٹی ٹیوٹ پشاور میں انسٹرکٹر تھے۔ انھوں نے اپنے مجوزہ کلیدی تختے میں جو تبدیلیاں تجویز کیں، وہ ممکن العمل نہیں تھیں کیونکہ انھوں نے حروف کو تین سطروں میں رکھا اور چوتھی سطر میں صرف ہندسے اور علامات کو شامل کیا۔ ان تینوں سطروں میں انھوں نے بارہ بارہ کلیدیں رکھیں۔ آٹھ انگلیوں کا بارہ کلیدوں پر روانی سے چلنا ممکن نہیں تھا۔ اس تختے میں ہ کے پانچ مختلف جوڑ تجویز کیے گئے جن میں ۃ اور ﮬ قطعاً غیر ضروری تھے۔ نشان * کی موجودگی میں چار نقطوں والے نشان کا بھی کوئی جواز نہیں تھا۔ پھر تختہ وضع کرتے وقت حروف کے فی صد استعمال کی شرح کو پیشِ نظر نہیں رکھا گیا اور نہ انتقالی کلید کے استعمال کو کم کرنے پر توجہ دی گئی۔

سید ارشاد علی کا کلیدی تختہ ۱۹۷۲ء، سید ارشاد علی بھی گورنمنٹ انسٹی ٹیوٹ آف کمرشل ایجوکیشن کراچی میں انسٹرکٹر تھے اور انھوں نے جو کلیدی تختہ تجویز کیا اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ایس۔ یو۔ کوثر اور محمد اسلم علوی، گورنمنٹ کمرشل ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ گوجرانوالہ نے بتایا کہ یہ تختہ ۱۵ کلیدوں پر مشتمل تھا۔ جنھیں ۲۷ حروفِ صحیح و حروفِ علت اور ۳۰ علاماتِ ریاضی نشانات ہندسہ و دیگر علامات کے لیے مختص کیا گیا۔ اس تختے کی سب سے بڑی خامی یہ تھی کہ اس میں حروف نہایت بے ترتیب طور پر بکھرے ہوئے تھے۔ حروف کے سالم اور منقسم جوڑ ایک ہی کلید ہونے کی بجائے مختلف کلیدوں پر منتشر تھے۔ یہ تختہ کلید سائنس، آرٹ اور تجارت کی تمام ضروریات پوری کر سکتا تھا لیکن کسی اصول کے بغیر محض تمام ضروری علامتوں کو تختے میں دینے سے تختہ مکمل قرار نہیں دیا جا سکتا۔

زبیر حسین کا مجوزہ کلیدی تختہ ۱۹۷۹ء بورڈ آف انٹر میڈیٹ اینڈ سکینڈری ایجوکیشن لاہور کے ایک کارکن زبیر حسین نے تیار کیا۔ انھوں نے اولمپیا کے کلیدی تختے کے مقابلے میں چار کلیدیں زائد استعمال کرتے ہوئے بعض علامتوں کی ساخت میں تبدیلی کی سفارش کی تاکہ ایک ہی علامت کوما کو اقتباس کے شروع اور آخر میں استعمال کیا جاسکے۔ اس تختے میں اُردو ہندسے انگریزی ہندسوں میں تبدیل کر دیے گئے تھے۔

مقتدرہ قومی زبان کے کلیدی تختے ۱۹۸۰ء میں گزشتہ بننے والے کلیدی تختوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ایک ایسے کلیدی تختے کی داغ بیل ڈالی گئی جو ہر لحاظ سے مکمل، جامع اور تمام افراد، اداروں، سرکاری دفاتر اور علمی حلقوں میں یکساں مقبول ہو۔ اس مسئلے کی فوری اہمیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مقتدرہ قومی زبان نے ذیلی مجلس کو یہ ذمہ داری سونپی کہ جس قدر جلد ممکن ہو، اُردو ٹائپ رائٹر کا ایک معیاری کلیدی تختہ مرتب کیا جائے۔ اس مراسلے میں جو تختہ تجویز کیا گیا، وہ ۴۶ کلیدوں پر مشتمل تھا جو اکہتر (۷۱) حروفِ صحیح، حروفِ علت و علاماتِ اعراب اور اکیس ۲۱ نشانات ہندسہ و علاماتِ ریاضی کے لیے مخصوص تھیں۔ یہ کلیدی تختہ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے مرتب کیا۔ یہ امر قابلِ افسوس ہے کہ یہ تقریباً وہی تختہ ہے جو وہ اس سے پہلے ترقی اُردو بورڈ، کراچی کو پیش کر چکے تھے اور خود یہ تختہ اولمپیا کے تختے میں معمولی ردّو بدل کے بعد تیار کیا گیا تھا۔ اس مجوزہ کلیدی تختے کی اہمیت، کیفیت اور اصلیت کا اندازہ مجلس کو بہت جلد ہو گیا۔ چنانچہ کچھ ہی عرصے بعد ایک اور تختہ قوم کے سامنے پیش کر دیا جو پہلے تختے سے یکسر مختلف تھا۔ اس کلیدی تختے کے حوالے سے یہ وضاحت ضروری ہے کہ:

"اس تختے میں کئی فنی نقائص پائے جاتے تھے۔ کلیدوں پر حروف کی تقسیم کے وقت کثرتِ استعمال کی شرح کا بالکل لحاظ نہیں رکھا گیا۔ ان خامیوں کے باوجود، حکومتِ پاکستان نے یکم دسمبر ۱۹۸۰ء کو مقتدرہ قومی زبان کا یہ مجوزہ کلیدی تختہ آئندہ بننے والی اُردو ٹائپ مشینوں کے لیے منظور کر لیا"۔ (۲)

حکومتی منظوری کے بعد اُردو ٹائپ مشین بنانے والی تمام کمپنیوں نے اس کلیدی تختے کے مطابق مشینیں تیار کرنا شروع کر دیں۔ ان کمپنیوں میں ٹی آئی پی نے اُردو ٹائپ رائٹر عین اسی کلیدی تختہ کے مطابق تیار کیا لیکن آئی بی ایم نے اس کلیدی تختے میں ایک بار پھر سے ردوبدل کر دیا۔ لیکن آئی بی ایم کی اُردو برقی ٹائپ

مشین میں حروف کی ساخت مزید بہتر اور خوبصورت ہو گئی۔ خصوصاً حروف کے جوڑوں میں خلا کا مسئلہ بھی کافی حد تک حل ہو گیا۔

اس پیچیدہ صورتِ حال کے پیش نظر ضرورت اس بات کی تھی کہ کوئی ایک ایسا معیاری کلیدی تختہ تیار کیا جائے جس سے یہ سارے مسائل حل ہو سکیں۔ اس لیے ۱۹۶۳ء میں وزارتِ تعلیمات کے تحت قائم کردہ مرکزی اُردو بورڈ (موجودہ اُردو سائنس بورڈ) قائم کیا گیا اور اس کو یہ ذمہ داری تفویض کی گئی کہ وہ اُردو ٹائپ مشین کے فروغ کے لیے یہ اہم کام کرے اور اُردو کا ایک معیاری کلیدی تختہ تیار کرے جو عوام الناس کے لیے قابل قبول ہو۔ بورڈ کی کوششوں سے بالآخر ۱۹۶۴ء میں ایک معیاری کلیدی تختہ وضع کر لیا گیا۔ بعد میں حکومت پاکستان نے ایک حکم نامے کے ذریعے اُردو ٹائپ مشین بنانے والی تمام کمپنیوں کو اس بات کا پابند کر دیا کہ آئندہ بننے والی تمام اُردو ٹائپ مشینیں حکومت کے اسی منظور کردہ کلیدی تختے کے مطابق تیار کی جائیں گی۔

۱۹۸۰ء میں جب مقتدرہ قومی زبان کا قیام عمل میں لایا گیا تو اس کے فرائض کار میں نفاذِ اُردو کے ساتھ اُردو ٹائپ مشین کے کلیدی تختے کی تیاری کا کام بھی تفویض کیا گیا۔ اس دفعہ حکومت پاکستان نے اس کلیدی تختے کو آئندہ بننے والی تمام اُردو ٹائپ مشینوں کے لیے منظور کر لیا۔ اس کے بعد ٹی آئی پی نے پاکستان میں تیار ہونے والی اُردو کی مینوئل ٹائپ مشین اور برقی ٹائپ مشین کے لیے بھی کلیدی تختوں کی منظوری دی مگر اب تک کسی معیاری کلیدی تختے پر اتفاق نہیں ہو سکا۔ اُردو ٹائپ مشین کے کلیدی تختے کے حوالے سے ڈاکٹر طارق عزیز لکھتے ہیں:

> ''اُردو کلیدی تختوں کے حوالے سے کوئی بھی کلیدی تختہ حرفِ آخر نہیں۔ تحقیق کے میدان میں کوئی پوشیدہ گوشہ کسی بھی وقت سامنے آ سکتا ہے''۔ (۷)

اُردو ٹائپ رائٹر اور کمپیوٹر سافٹ ویئرز کے لیے معیاری کلیدی تختے (Key Board) کی تیاری کے سلسلے میں درج ذیل اقدامات کو پیش نظر رکھنا چاہیے:

۱۔ سب سے پہلے اس بات کو مدِ نظر رکھنا ضروری ہے کہ اُردو حروف تہجی کا کون سا حرف کتنے فیصد استعمال ہوتا ہے۔

۲۔ ۱۹۵۸ء میں ڈاکٹر محمد افضل کی طرف سے کیے گئے ایک قومی سروے کے مطابق اُردو حروف تہجی کے فیصد استعمال کا ایک چارٹ بنایا گیا تھا جس کے مطابق استعمال کے اعتبار سے حروف کی ترتیب یہ ہے:

ن ک ی و ر ے م ھ ت ی س ل ب د ہ ج پ ش ع، گ ق ح ز ہ ف چ ص ط خ ٹ ض ڑ ڈ ظ غ ز ث ژ و غیرہ۔

۳۔ کلیدی تختے کی تیاری کے سلسلے میں بھی فی صد شرح سے زیادہ استعمال ہونے والے حروف کا کلیدی تختے میں نمایاں جگہ پر ہونا ضروری ہے۔

۴۔ عام طور پر انگشت، شہادت نمبر ا پر شمار کی جاتی ہے اور ترتیب سے دوسری، تیسری انگلی اور آخر میں چھنگلی کو زیادہ اور کم استعمال ہونے والے الفاظ کی ترتیب کے لحاظ سے استعمال کیا جانا ضروری سمجھا جاتا ہے۔

۵۔ ایک اور مسئلہ جو کلیدی تختے کی تیاری کے سلسلے میں پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے جو پہلے سے انگریزی ٹائپ رائٹر استعمال کرنے والوں کا ہے کہ وہ آسانی سے متبادل اُردو کلیدی تختہ استعمال کر سکیں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ جہاں تک ممکن ہو انگریزی حروف تہجی کی آواز دینے والے اُردو حروف تہجی زیادہ تر اسی مناسبت سے کلیدی تختہ میں استعمال ہوں جس نسبت سے وہ انگریزی کلیدی تختے میں استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً م=M، ک=K، ل=L، ت=T، ف=F، ج=J، ن=N، ی=Y، ر=R، ع=E، ق=Q، ب=B، پ=P اور د=D وغیرہ۔

۶۔ باقی بچنے والے حروف کو زائد کلیدوں میں فی صد استعمال کے حساب سے مناسب جگہوں پر استعمال کیا جائے۔

۷۔ ۱۹۸۷ء تک تقریباً ۵۳ مختلف اداروں / محکموں اور افراد نے اُردو ٹائپ مشین کے لیے کلیدی تختے تیار کیے۔

حروف تہجی کے فی صد استعمال کا چارٹ

حرف	فی صد استعمال	حرف	فی صد استعمال
ا	13.14%	ض	0.42%
ب	2.77%	ط	0.54%
پ	1.58%	ظ	0.20%
ت	4.27%	ع	1.37%
ٹ	0.49%	غ	0.16%
ث	0.13%	ف	0.71%
ج	1.76%	ق	1.9%
چ	0.64%	ک	7.2%
ح	0.93%	گ	1.15%
خ	0.50%	ل	3.15%
د	2.66%	م	4.27%
ڈ	0.20%	ن	7.72%
ذ	0.15%	ط	6.18%
ر	5.77%	ہ	2.38%
ڑ	0.30%	ھ	0.74%
ز	0.76%	ء	1.18%
ژ	0.00%	یہ	6.34%
س	3.18%	ی	3.41%
ش	1.48%	ے	5.33%
ص	0.63%	(۸)	

مذکورہ مسائل کے حل اور اس سلسلے میں پیدا ہونے والی خلا کو دور کرنے کے لیے مقتدرہ قومی زبان نے ایک کمیٹی کے ذریعے ۱۹۸۰ء میں ایک ایسا کلیدی تختہ تیار کیا جو مذکورہ بالا مسائل کا مکمل حل پیش کرتا ہے۔

اس کلیدی تختہ کو شروع میں ٹی آئی پی نے اُردو مینول ٹائپ رائٹر کے لیے اور آئی بی ایم نے الیکٹرک ٹائپ رائٹر کے لیے استعمال کیا۔ اُردو کمپیوٹر سافٹ ویئر متعارف ہونے کے بعد اب تک متعدد کمپیوٹر فرمیں اس کلیدی تختے کو استعمال کر رہی ہیں۔ ۱۹۸۰ء میں اسے حکومت پاکستان نے اپنے مراسلہ نمبر ۱۴۶/سی ایف/۸۰ کے تحت منظور کیا۔ اس کلیدی تختہ کی خصوصیات درج ذیل ہیں:

۱۔ ۱۹۸۰ء کی دہائی میں ہی کمپیوٹر کے اُردو سافٹ ویئر متعارف ہوئے۔ اُردو سافٹ ویئرز بنانے والی تقریباً تمام معروف فرموں نے مقتدرہ کے تیار کردہ کلیدی تختے کو اپنے سافٹ ویئر کے آپریشن کے لیے استعمال کیا۔ کچھ فرموں نے سافٹ ویئر میں اپنے صارفین کی سہولت کے لیے متبادل کلیدی تختے کی آپشن بھی دی۔

۲۔ جن اہم سافٹ ویئروں میں مقتدرہ قومی زبان کا تیار کردہ کلیدی تختہ استعمال ہوا ان میں ایپل میکنٹوش پر نستعلیق نظام اور نظام کتابت، IBM Compatable کمپیوٹروں پر سرخاب، صدف اور Windows کے لیے بننے والے اُردو سافٹ ویئر ''ان پیج اُردو'' قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ شاہکار اُردو پبلشنگ سسٹم نے بھی اپنے سافٹ ویئر میں کلیدی تختے کی تبدیلی کی آپشن دی ہے۔ جس کے تحت سینکڑوں افراد اسے استعمال کر رہے ہیں۔

۳۔ جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ اس کلیدی تختے کی تیاری میں ایک طرف جہاں حروف تہجی کے استعمال کا خیال رکھا گیا ہے وہاں دوسری طرف انگریزی ٹائپ رائٹر/کمپیوٹر استعمال کرنے والے افراد کی سہولت کو بھی مدِ نظر رکھنے کی پوری کوشش کی گئی ہے تاکہ ایک آواز والے حروف انگریزی/اُردو دونوں زیادہ تر ایک ہی کلید پر استعمال ہوں۔

۴۔ ایسے حروف جو تعداد میں زیادہ ہوں اور ان کی آواز کی ادائیگی کے لیے کلید نہ مل سکے تو ان حروف کو خالی کلیدوں پر جگہ دی جائے۔

۵۔ بعض جگہوں پر ایک کلید کو ہم شکل دو حروف کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً ع شفٹ کے ساتھ غ، ر شفٹ کے ساتھ ز، ح شفٹ کے ساتھ خ اور د شفٹ کے ساتھ ذ میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

۶۔ اس طرح ۶۳ حروف صحیحہ کے علاوہ ھ، ہ کی تمام شکلوں اور ممکنہ اعراب بھی اس کلیدی تختے میں شامل کیے گئے ہیں جن میں زیر، زبر، پیش اور تنوین دو زیر، دو زبر بھی شامل کی گئی ہیں۔

۷۔ اُردو میں استعمال ہونے والے مذہبی مخففات مثلاً ﷺ، علیہ السلام، رضی اللہ عنہ کو بھی کلیدی تختے میں شامل کیا گیا ہے۔

۸۔ اس کلیدی تختے میں اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے کہ سائنسی علامات +،-،=،؟،٪، وغیرہ مناسب جگہ پر موجود ہوں۔

دیگر کلیدی تختے میں مختلف کمپیوٹر فرموں کی طرف سے اُردو سافٹ ویئروں میں عام طور پر درج ذیل ناموں سے کلیدی تختے استعمال ہو رہے ہیں:

۱۔ مقتدرہ کلیدی تختہ	۲۔ عربی کلیدی تختہ	۳۔ ہرمس کلیدی تختہ
۴۔ اولپیا کلیدی تختہ	۵۔ لائنوٹائپ کلیدی تختہ	۶۔ مونوٹائپ کلیدی تختہ (۹)

مندرجہ بالا کلیدی تختوں کا بغور جائزہ لینے سے ایک بات وضاحت کے ساتھ سامنے آتی ہے کہ مقتدرہ کے کلیدی تختے کی افادیت اپنی جگہ مسلمہ ہے۔ مذکورہ کلیدی تختوں میں سے عربی اور اولپیا کلیدی تختے میں تو ہندسے انگریزی ٹائپ رائٹر / کمپیوٹر کے مطابق ہیں جب کہ وہ کلیدی تختے جو ''جنگ'' اور ''نوائے وقت'' جیسے ادارے مونوٹائپ اور لائنوٹائپ کے ناموں سے استعمال ہو رہے ہیں ان میں مختلف حروف تہجی کو ہندسوں والی لائن میں استعمال کیا گیا ہے جس سے ٹائپ کے دوران ہندسوں کی ٹائپ (Figure Work) میں انتہائی مشکل کا سامنا ہوتا ہے۔

لائنوٹائپ کلیدی تختہ

اس کلیدی تختے میں ہندسے شفٹ کے ساتھ استعمال کیے جاتے ہیں اور ہندسوں والی لائن میں ؛، کے علاوہ د، ذ، ط اور ظ استعمال کیا گیا ہے جو ایک غیر ضروری پھیلاؤ ہے اور اس سے ٹائپنگ میں مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

مونوٹائپ کلیدی تختہ

یہ کلیدی تختہ ایک طرح سے لائنوٹائپ سے بھی مشکل ہے کیونکہ ایک طرف تو اس میں ہندسوں والی لائن میں ں، ڈ، د، ذ، آ، ط اور ظ استعمال کی گئی ہے۔ دوسری طرف شفٹ کے ساتھ میں ہندسے نہیں ملتے۔ ہندسوں کو ٹائپ کرنے (Figure Work) کے لیے کمپیوٹر پر سائیڈ سے استعمال ہونے والا حصّہ استعمال ہوتا ہے۔

مقتدرہ کا کلیدی تختہ

مقتدرہ کا کلیدی تختہ ٹائپ کے اُصول و ضوابط، حروف کے فی صد استعمال اور انگریزی ٹائپ کرنے والوں کی ممکنہ سہولت کو مدنظر رکھ کر تیار کیا گیا ہے کیونکہ اس میں ہندسے انگریزی ٹائپ رائٹر / کمپیوٹر کی طرح اپنی اصل جگہ پر موجود ہیں۔ اس کلیدی تختے میں حروف کی ترتیب بھی انگریزی کے متبادل آواز دینے والے اُردو حروف ایک جگہ پر رکھنے کی کوشش کی گئی ہے اور خالی کلیدوں پر زائد الفاظ رکھے گئے ہیں۔

ان حقائق کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ مقتدرہ قومی زبان کے تیار کردہ کلیدی تختے کو اُردو کا معیاری کلیدی تختہ (Urdu Standard Key Board) تسلیم کر کے انٹرنیٹ اور دوسرے سافٹ ویئرز میں استعمال کرنے کی سفارش کی جائے۔

اس وقت اِن پیج میں مروج تختہ ہائے کلید میں:

مونوٹائپ	آفتاب	مقتدرہ	فونیٹک
فارسی	عربیک	کشمیری	کردش
سندھی	پشتو		

یوزر ڈیفائن میں ۸ عدد تختہ ہائے کلید شامل ہیں جن پر اپنی مرضی سے کلیدوں کو سیٹ کیا جا سکتا ہے۔

ونڈو کلیدی تختہ جو ہر ایک ونڈو میں انسٹال کیا جا سکتا ہے۔

پاک اُردو انسٹالر کلیدی تختہ جو کہ خاص طور پر ایم ایس ورڈ میں اُردو کمپوز کاری کے لیے ایجاد کیا گیا ہے۔

اُردو کلیدی تختہ کی معیار بندی(Standardization of Urdu Key Board)

> ''اُردو کمپوز کاری کے لیے کلیدی تختے ۱۹۱۱ء سے موجود ہیں اور اس وقت بھی تیس سے زائد اقسام کے یہ کلیدی تختے مارکیٹ میں دستیاب ہیں۔(عزیز ۱۹۸۷ء) یہ تمام کلیدی تختے ٹائپ کاروں کے لیے وضع کیے گئے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان تمام کلیدی تختوں اور ان کے مابین پائے جانے والے تفاوت کا جائزہ لے کر کمپیوٹر کے لیے ایک ایسا معیاری کلیدی تختہ تشکیل دیا جائے جس میں تمام جدید حروف و علامات کے استعمال کی گنجائش موجود ہو''۔(۱۰)

ii۔ صوتی کمپوز کاری

انسانی زندگی کا تاریخی حوالے سے مطالعہ کیا جائے تو ہمیں صوتی حوالے سے ایک سکوت نظر آتا ہے۔ اگر مزید تحقیق کی جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ انسان کے اس دنیا میں وجود میں آنے کے بعد آوازوں کا کوئی باقاعدہ نظام مروج نہیں تھا کہ جس کو سامنے رکھتے ہوئے آپس میں گفتگو کی جائے۔ لیکن آج کے دور کا اگر سرسری جائزہ لیا جائے تو صوتیات کے حوالے سے لاؤڈ اسپیکر، مائیکروفون، ہیڈ فون، ریڈیو، ٹیلی ویژن، ٹیلی فون، موبائل اور دیگر صوتیاتی ٹیکنالوجی کے میدان میں جتنی ترقی انسانی زندگی میں ہو چکی بلاشبہ شاید اس کا کبھی تصور بھی انسان نے نہیں کیا ہو گا۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ آج کے انسان کے لیے آوازوں کے بغیر زندگی گزارنے کا تصور بھی محال نظر آتا ہے۔ ابتدا میں انسان کے پاس زبان سے الفاظ ادا کرنے کا تصور بھی نہیں تھا۔ اسے فکر تھی تو بس یہی کہ اس نے اپنے پیٹ کی بھوک کیسے مٹانی ہے اور اپنا تن کیسے ڈھانپنا ہے؟ جب کہ دیگر مخلوقات اپنی جبلی کیفیات کے باعث مختلف آوازیں نکالنے کی صلاحیت رکھتی تھیں۔ رفتہ رفتہ اس نے اپنے اردگرد کی مخلوقات چرند پرند کی آوازیں سنی ہوں گی تو اپنے اوپر ایسی کیفیت طاری کی ہو گی کہ وہ بھی ان کی طرح آواز

نکالے تاکہ دوسرے اس کی طرف متوجہ ہوں۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ ایک انسان کو اگر دنیا سے الگ تھلگ کر دیا جائے تو کبھی بھی کچھ نہیں بول سکے گا۔ البتہ جب اس کے ساتھ کسی دوسرے انسان کو رکھا جائے گا تو وہ اس کے سامنے اپنی کیفیت کا اظہار کرے گا اور اپنے دل کی بات اس تک منتقل کرنے کی کوشش کرے گا۔ ماضی میں بھی انسان نے جب اپنے کسی اظہار کے لیے ابلاغ کی کوشش کی ہو گی تو اشاروں میں یا صوتی ذرائع کو استعمال کیا ہو گا۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ ابتدائی زندگی محض من اور تو کے گرد ہی گھومتی رہی ہو گی۔

شعور انسانی نے جب غور و فکر شروع کیا تو زبان پر عبور حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ زبان کی نشوونما میں معجزاتی یا کسی روحانی یا غیر مرئی قوت کا عمل دخل بھی ہو گا جس سے انسان نے اپنے جذبات دوسروں تک پہنچانے کی کامیاب کوشش کی ہو گی۔ اس حوالے سے ڈاکٹر سلیم اختر لکھتے ہیں:

> "یونانی فلاسفر ڈیموکرائٹس (Democritus) نے سب سے پہلے زبان کا انسانی جذبات واحساسات سے ناتا جوڑتے ہوئے الفاظ کو انسانی ہیجانی آواز قرار دیا۔ اس کے بعد اپی کیورس (Epicurus) اور لوکریٹس (Luceretus) نے بھی اسی نظریے کا پرچار کیا"۔(۱۱)

برطانیہ کی نیو کیسل یونیورسٹی میں لسانیات کے پروفیسر میلی ٹالرمین کا کہنا ہے کہ:

> "بنی نوع انسان وہ واحد مخلوق ہے جو قوت گفتار رکھتے ہیں اور یہ بات اس کو دیگر جانوروں سے ممتاز کرتی ہے"۔(۱۲)

انسان کے بولنے اور بات کرنے کا عمل ایک دلچسپ اور انتہائی اہم مرحلہ شمار کیا جاتا ہے جس کے باعث انسان میں اس عمل کی تحقیق و جستجو کا تجسس پیدا ہوا کہ اس بات کا کھوج لگایا جانا چاہیے کہ انسان نے بولنا کب اور کیسے شروع کیا؟ اس حوالے سے ماہرین لسانیات نے مسلسل تحقیق کا عمل جاری رکھتے ہوئے کیمبرج یونیورسٹی برطانیہ میں انسانی ارتقا اور انتھروپولوجی کے پروفیسر رابرٹ فولی نے اپنی تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ زبان ان چند پیچیدہ عوامل میں شامل ہے جو ہمیں انسان بناتی ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق زبان کی تاریخ کم و بیش پانچ لاکھ سال پرانی ہو سکتی ہے۔ ان میں سے بھی ایسی زبانیں ہیں جنھیں ہم قدیم زبانوں کے حوالے

سے جانتے ہیں۔ وہ بھی کم و بیش چھے ہزار سال پرانی ہو سکتی ہیں۔ اس وقت دنیا میں تقریباً ۵۶۰۰ زبانیں بولی جاتی ہیں۔ اس بات کی تحقیق کرنا بہت مشکل ہے کہ ان میں سے کون سی زبان زیادہ قدیم ہو سکتی ہے۔ اس حوالے سے پروفیسر فولی نے مزید تحقیق سے یہ ثابت کیا ہے کہ :

> ''گویائی دراصل عمل تنفس یا سانس لینے کا عمل ہی ہے لیکن مکمل کنٹرول کے ساتھ کہ جس سے مختلف آوازیں پیدا ہو سکیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ہمیں اپنے جسم کے پٹھوں پر بہت زیادہ کنٹرول ہو اور ہمارا ڈایا فرام ہمارے نزدیک ترین بول نہ سکنے والے جاندار بن مانس سے زیادہ بہتر اور اس میں زیادہ اعصاب ہوں''۔ (۱۳)

انسانی ابلاغ کی سب سے اہم اور بڑی خوبی یہ ہے کہ اگر آپ کوئی واقعہ یا کوئی بات کسی دوسرے کی عدم موجودگی میں دیکھتے یا سنتے ہیں تو وہ کسی دوسرے کو بتاتے ہیں تو اس میں ابلاغ کا استعمال ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ مل جُل کر گروپ کی صورت میں کام کرنے کے لیے بھی زبان ایک اہم کردار ادا کرتی ہے۔ ہم جو زبان بولتے ہیں وہ آپس میں رابطہ بڑھانے کے لیے ایک اہم عمل ہے۔ انسان کا ابتدائی زبان سے جدید زبان کی طرف سفر کرنا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔

زبان الفاظ کا مجموعہ ہے اور یہ انسانی حلق سے نکلنے والی مخصوص آوازیں جب اِملا کے سانچے میں ڈھل جاتی ہیں تو الفاظ جنم لیتے ہیں۔ اس طرح مختلف الفاظ کے تلفظ ان کی صوتی انفرادیت کا تعین کرتے ہیں۔

قدیم علما و حکما کی تحقیق کے مطابق حرف ایک مخصوص کیفیت کا نام ہے جو ہوا کے تموج سے پیدا ہوتی ہے۔ ہوا پانی کی لہروں کی طرح قوتوں کی صورت میں چلتی ہے اور اس کے تموج سے ایک ارتعاش پیدا ہوتا ہے اُسے آواز کہا جاتا ہے۔ اسی آواز کے ذریعے انسان اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے۔ عضو کی ایک حیثیت سے زبان کا مطالعہ آج بھی اُتنا ہی دلچسپ اور مفید ہے جتنا زمانہ قدیم میں تھا۔ ہوا انسانی حلق پر کس طرح اثر انداز ہوتی ہے اس کا اندازہ حروف سے ہی لگایا جا سکتا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو زبان دو طریقوں سے اپنا کردار ادا کرتی ہے۔ ان میں زبان کا ایک کام تو یہ ہے وہ کسی حرف کو تشکیل کر کے اس کی شکل بناتی ہے اور دوسرا آواز کی صورت میں

کسی دوسرے سننے والے شخص کے کانوں تک پہنچاتی ہے۔ مولوی سید احمد دہلوی نے ''فرہنگ آصفیہ'' کے مقدمے میں حرف کی اس کیفیت کی مزید وضاحت کردی ہے:

''حرف اس کیفیت کا نام ہے جو ایک اور کیفیت سے وابستہ ہے اور وہ کیفیت ہوا کی ذات سے قائم و آغِشتہ جب ایک سخت چیز کو دوسری سخت چیز سے الگ کرتے یا ٹکراتے ہیں تو اس میں متموج ہوا کے باعث آواز پیدا ہوتی ہے بعض محققوں نے آواز کی تعریف کو سبب قرب سے بیان کرکے لکھا ہے کہ ہوائے تموج کا نام آواز ہے اور بعض نے سبب بعید سے مراد لے کر قلع اور قرع ہی کو آواز قرار دیا ہے۔ یعنی اوّل قلع اور قرع سے صدمہ واقع ہوتا ہے اور پھر درمیانی ہوا میں تموج بہم پہنچ کر اس سے آواز صادر ہوتی ہے پس قلع اور قرع آواز کے واسطے سببِ بعید اور تموجِ ہوا باعثِ قریب ہے کیوں کہ قلع اور قرع میں تموج کا ذریعہ اور اس میں کسی کا واسطہ نہیں، آواز کی کیفیت معلوم کرکے یہ بھی جاننا چاہیے کہ مطلق آواز کو اور کیفیتیں بھی عائد ہوتی ہیں جو ایک آواز کو دوسری آواز سے ممتاز و ممیز کردیتی ہیں جیسے زیر و بم اور غنہ یا گرانی گلو سے بہم پہنچنا''۔ (۱۴)

اس کی ایک دوسری خاص کیفیت بھی مخارج کے وسیلہ اور اجزائے ہوا کی تقطیع سے آواز کو پیش آتی ہے جیسے دو زیر یا دو بم یا دو غنہ یا دو آوازوں کا گلوئے گراں سے حاصل ہونا اس کیفیت خاص کا نام حرف ہے۔ اس کی وضاحت کچھ اس طرح سے بھی کی جاسکتی ہے کہ تموج کی ایک کیفیت جس کو آواز کہتے ہیں۔ یہ عارض ہوتی ہے اور آواز سے ایک کیفیت متعلق ہے مثلاً دو زیر یا دو بم وغیرہ اس کیفیت کو حرف کہتے ہیں۔ پس حرف جو ایک خاص کیفیت ہے اس کا حرف کی شکل سے گہرا تعلق ہے اور صورت قائم بہ ہوا ہے پس یہی حرف کی تعریف ہے۔

زبان سے بولے جانے والے الفاظ کو دو حصّوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک وہ الفاظ جو موجود اور سامنے نظر آنے والی چیزوں کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ ان میں افراد، حیوانات اور موجودات کے نام شامل ہیں۔ دوسرے وہ الفاظ جو سامنے نظر نہ آنے والی چیزوں کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں یعنی کسی جذبات و

احساسات اور ہیجانی کیفیات کو ظاہر کرتے ہیں مثال کے طور پر درد، تکلیف، خوشی، غمی اور جذبوں کے اظہار کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔

جذبات یا کیفیات کے پوری طرح اظہار کے لیے الفاظ مکمل طور پر وضاحت نہیں کر پاتے جس کے لیے عام طور پر مترادفات کا سہارا لیا جاتا ہے۔ اگر ہم غور کریں تو کسی بھی جان دار نے اگر سب سے پہلے بولنا سیکھا ہے تو ہمیں یہ احساس ہوگا کہ اس کی پہلی سانس ہی اس کا استاد ہے۔ یہی سانس ہی ہے جو انسان کے حلق سے بے معنی حروف نکالنے کا سبب بنی۔ ہوا کی لہریں جان دار کے پھیپھڑوں میں داخل ہوتی ہیں اور باہر آتی ہیں تو وہ ہمارے کانوں تک پہنچتی ہیں۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ آواز کا پیدا ہونا ہوا کا متصادم ہے۔ اگر ہم تھوڑی سی تحقیق کے بعد غور کریں تو انسانی آواز کا تمام تر خلاصہ ''آ، اِ، اُ'' پر مشتمل ہے۔ تمام الفاظ کی کیفیات انھی آوازوں کے زیادہ یا کم کرنے سے وجود میں آتی ہیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ شروع میں جب انسانوں نے آپس میں بات چیت کرنا یا دوسرے لوگوں کو مخاطب کرنا شروع کیا ہوگا تو انھی تین اشاروں سے کام لیا ہوگا۔ اس کے بعد بھی ایک عرصہ تک شاید انھی آوازوں سے انسانوں نے آپس میں رابطہ کیا ہوگا۔ تب وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لفظوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا ہوگا۔ انسان اشرف المخلوقات ہے اور اسے اللہ تعالیٰ نے جہاں بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے وہیں عقلِ سلیم اور قوتِ حافظہ بھی عطا کی ہے تاکہ غور و فکر کے ذریعے مختلف اشیا میں تمیز کر سکے۔

زبان کے حوالے سے اگر مشاہدہ کیا جائے تو ہم دیکھتے ہیں کہ جس طرح انسان کی زندگی مختلف مراحل سے گزرتی ہے جیسے بچپن، جوانی اور بڑھاپا۔ بالکل اسی طرح ترویج کے بھی مختلف مراحل ہیں جن کے تحت وہ اپنا سفر کرتی ہے۔ جیسا کہ ابتدا میں سیدھی سادی اور بھولی بھالی زبان ہوتی ہے اور وقت کے ساتھ اپنا سفر تحت کر کے عروج تک پہنچتی ہے، اس کے بعد زبان میں سکوت آنا شروع ہو جاتا ہے۔ ماہرین زبان میں یہ بحث عام ہے کہ دنیا کی قدیم ترین زبان کون سی ہے۔ اس حوالے سے جس بات پر ماہرین کا اتفاق ہوا ہے اس میں دو زبانیں نمایاں ہیں۔ پہلی زبان ''سامی'' یا ''آرامی'' زبان کہلاتی ہے جب کہ دوسرے نمبر پر ''سمیری'' یا ''عکادی'' زبان ہے۔ سامی زبان حضرت نوحؑ کے بیٹے ''سام'' کے نام سے اور آرامی زبان حضرت سام کے

بیٹے آرام کے نام سے منسوب ہے۔ کم و بیش چار ہزار سال قبل آشور کی اولاد جس کا قدیم نام ''سوریا'' تھا، شام میں آباد تھی ان کی زبان سریانی تھی جب کہ عابرؔ نام سے عبرانی زبان منسوب تھی۔ قدیم بابل میں سمیری اور عکادی زبانیں بولی جاتی تھیں۔ سریانی زبان چونکہ توریت کی زبان تھی اس لیے یہ محفوظ رہ گئی۔ ماہرین علم الانسان کے مطابق سرزمین چین کے انسان ایک مخصوص زبان جانتے تھے۔ لیکن بعض ماہرین نے تحقیق کی ہے کہ چین کے باشندوں سے بھی پہلے افریقہ کی سرزمین پر آباد انسانوں کی کوئی نہ کوئی زبان تھی۔ اس لیے کہ یہ انسان آگ کے استعمال اور جانوروں کے شکار سے واقف تھا۔ زیادہ تر محققین کی رائے کے مطابق چینی زبان کو دنیا کی قدیم ترین زبان قرار دیا گیا ہے۔

علم صوتیات لسانیات کی ایک اہم شاخ ہے جس میں اعضائی تکلم Organs of Speech کے ذریعے آوازوں کو ادا کیا جاتا ہے۔ ہم نے کبھی سوچا ہے کہ آوازوں کی ادائیگی کے لیے ہمیں جسم کے کون کون سے اجزاء کو حرکت دینا پڑتی ہے؟ اس کے لیے ہم آوازوں کی درجہ بندی کرتے ہیں۔ ضروری ہے کہ صوتیات سے متعلق دیگر اصطلاحوں سے ہمیں واقفیت حاصل ہونی چاہیے۔ زبان کو سمجھنے کے لیے اسے دو حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اس میں ایک حصّہ انسان کی نفسیات سے تعلق رکھتا ہے جب کہ دوسرا حصّہ میکانکی نظام کے تابع ہے۔

نفسیاتی حصّے میں وہ تصورات یا خیالات پائے جاتے ہیں جو ہم آوازوں کے ذریعے دوسروں تک منتقل کرتے ہیں۔ اس کا تعلق براہ راست دماغ سے ہوتا ہے۔ جب کہ دوسرا حصّہ جو میکانکی اجزا پر مشتمل ہے اور یہ اجزائے تکلم یعنی کلام کرنے کے اجزاء سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کو ہم تین حصّوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

۱۔ منہ سے نکلی ہوئی آواز۔

۲۔ آواز کا ہوائی لہروں پر سفر کرنا۔

۳۔ سُننے والے کے کان کا آواز کو پکڑنا/ گرفت کرنا۔

ان ہی تین اجزا کی بنیاد پر صوتیات کو تین حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ جن میں:

۱۔ تلفظی آوازیں(Articalatory Phonetic)

۲۔ سمعیاتی آوازیں(Acoustic Phonetic)

۳۔ سمعی آوازیں(Auditory Phonetic)

سمعیاتی آوازیں طبیعیات کے زمرے میں آتی ہیں جب کہ ہمیں علم صوتیات میں صرف بات کرنے والے اور بات سُننے والے سے ہی واسطہ پڑتا ہے۔ بات کرنے والے کے ذہن میں کوئی خیال/ تصور پیدا ہوتا ہے تو اس کے دماغ میں وہ اگلی منزل میں ترقی کر کے خیال کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ پھر اس خیال کو باہر نکالنے کے لیے اسے آواز کی ضروت پڑتی ہے تو آواز ہوا کی لہروں پر سفر کرتی ہوئی سننے والے کے کان میں داخل ہونے کے لیے اپنا ایک پیکر/وجود بناتی ہے۔اس سمعی پیکر کو دماغ تصور/خیال میں منتقل کر دیتا ہے۔اس طرح آواز ایک دماغ سے دوسرے دماغ میں پہنچ جاتی ہے۔دونوں جانب نفسیاتی اور میکانی عمل ہو رہا ہوتا ہے۔

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ علم صوتیات سے مراد آوازوں کا سائنسی بنیادوں پر مطالعہ کرنا ہے۔ انسانی آوازوں سے ہماری مراد دنیا کے انسانوں کی وہ تمام آوازیں ہیں جو الفاظ کے ذریعے ادا کی جا سکتی ہیں اور یہ آوازیں کسی مخصوص زبان کی نہیں بلکہ دنیا کی کوئی بھی زبان ہو سکتی ہے۔

انسانی منہ سے نکلی ہوئی تمام آوازیں علم لسانیات یا صوتیات میں شمار نہیں ہوں گی۔ مثال کے طور پر ہنسنا یا کھانسنا لسانی آوازوں کے مطالعہ سے باہر ہو گا۔ صوتیات کا علم دنیا کی تمام زبانوں سے تعلق رکھتا ہے۔ گویا سادہ لفظوں میں اس کی تعریف اس طرح کی جا سکتی ہے کہ انسانی ذہن کسی خیال کو جنم دیتا ہے۔ پھر اس خیال کو اظہار کے پیکر میں ڈال کر نظام اعصاب کی مدد سے اعضائے تکلم تک منتقل کرتا ہے۔اعضائے تکلم میں ارتعاش کے باعث صوت (یعنی آواز) پیدا ہوتی ہے اور یہی آواز ہوائی لہروں کے ذریعے سننے والے کے کانوں سے ٹکرا کر اس کے اعصاب کی مدد سے صوتی پیغام اس کے دماغ میں منتقل کر دیتی ہے۔ جہاں اس کی توضیح ہوتی ہے اور اس سارے عمل کو ہم کہنا یا سننا کہہ سکتے ہیں اور یہ سارا عمل اس طرح اور اتنی تیزی سے ہوتا ہے کہ دنیا کی کوئی بھی تیز ترین مشین اس پیچیدہ عمل کے برابر نہیں ہو سکتی۔

تلفظی صوتیات (Articalatory Phonetic)اس میں انسانی آوازوں کی ادائی کے عمل کا مطالعہ کیا جاتا ہے کیوں کہ آوازوں کے لیے ہوا درکار ہوتی ہے جو کہ پھیپھڑوں اور حلق سے ہو کر منہ اور پھر ناک کے ذریعے باہر آتی ہے۔ سمعیاتی آوازیں(Acoustic Phonetic)صوتیات کی یہ دوسری بڑی اہم شاخ ہے اس میں اس بات پر غور کیا جاتا ہے کہ آوازیں ہوا پر کس طرح سفر کرتی ہیں۔ کیوں کہ آوازیں خلا میں سفر نہیں کرتیں۔ آوازوں کو منتقل کرنے کے لیے ایک Medium کی ضرورت ہوتی ہے۔ سمعی آوازیں (Auditory Phonetic)یہ صوتیات کی وہ شاخ ہے جو آواز کے سننے کے طریقہ کار کا جائزہ پیش کرتی ہے۔اس میں اس بات کا مطالعہ کیا جاتا ہے کہ سننے کا عمل کس طرح شروع ہو کر مکمل ہوتا ہے، جو کہ تین حصّوں پر مشتمل ہوتا ہے۔کان کا بیرونی حصّہ، کان کا درمیانی حصّہ اور کان کا اندرونی حصّہ۔

لہٰذا ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ علم صوتیات انسانی آوازوں کا سائنسی مطالعہ ہے اس میں یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ انسانی کان کسی تکلمی آواز کو سننے کے لیے کس طرح وصول کرتا ہے۔اس حوالے سے تجربہ گاہ میں تجربے کے لیے مختلف آلات بھی استعمال کیے جاتے ہیں اور آوازوں کو تحریری طور پر ظاہر کرنے کے لیے بین الاقوامی صوتیاتی رسم الخط (International Phonetic Alphabet) کو بھی استعمال میں لایا جاتا ہے۔ بین الاقوامی صوتیاتی رسم الخط میں مصوتوں Vowels اور مصمتوں Consonants کے اظہار کے لیے علیحدہ علیحدہ حروف وضع کیے گئے ہیں جیسا کہ ”ای“ کے لیے ”i“، ”او“ کے لیے ”o“، ”ب“ کے لیے ”b“ اور ”ف“ کے لیے ”f“ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر عامر ظہیر نے International Phonetic Alphabet کے بین الاقوامی رسم الخط کا مطالعہ کرتے ہوئے پاکستان میں بولی جانے والی مقامی زبانوں کے لیے مستعمل مصوتوں اور مصمتوں پر مبنی چارٹ تیار کیا ہے جس کے مطالعے سے ہمیں اردو کے صوتی نظام کو سمجھنے میں بہت مدد ملتی ہے۔

Consonants					
Mode of Articulation	Symbol	Name	Description	Arabo-Persian Grapheme	Language
Plosi	P	Lower-case P	voiceless bilabial plosive	پ	All

	B	Lower-case B	voiced bilabial plosive	ب	All
	T	Lower-case T	voiceless dental or alveolar plosive	ط/ت	All
	D	Lower-case D	voiced dental or alveolar plosive	د	All
	ʈ	Right-tail T	voiceless retroflex plosive	ٹ/ټ/ٽ	All
	ɖ	Right-tail D	voiced retroflex plosive	ڊ/ډ/ڈ	All
	C	Lower-case C	voiceless palatal plosive	چ	Sindhi
	ɟ	Barred dot less J	voiced palatal plosive	ج	Sindhi
	K	Lower-case K	voiceless velar plosive	ک/ڪ	All
	g	Open tail G	voiced velar plosive	گ/ګ	All
	Q	Lower-case Q	voiced uvular plosive	ق	Ur & Pa
Nasal	M	Lower-case M	voiced bilabial nasal	م	All
	N	Lower-case N	voiced dental or alveolar nasal	ن	All
	ɲ	Left-tail N (at left)	voiced palatal nasal	ڃ	Sindhi
	Ŋ	Eng	voiced velar nasal	ڱ	Sindhi
	ɳ	Right-tail N	voiced retroflex nasal	ڻ/ڼ/ڹ	Pbi, Si & Pa
Trill	r	Lower-case R	voiced dental or alveolar trill	ر	All
Flap	ɽ	Right-tail R	voiced retroflex flap	ڙ/ړ/ڑ	All
Fricative	f	Lower-case F	voiceless labiodental fricative	ف	Borrowed
	S	Lower-case S	voiceless alveolar fricative	س، ث، ص	All
	Z	Lower-case Z	voiced alveolar fricative	ز، ذ، ظ، ض	Borrowed
	ʃ	Esh	voiceless postalveolar fricative	ش	All
	ʒ	Ezh/ Tailed Z	voiced postalveolar fricative	ژ	Pa &Ba
	X	Lower-case X	voiceless velar fricative	خ	Pa & Ba
	ɣ	Gamma	voiced velar fricative	غ	Pa & Ba
	H	Lower-case H	voiceless glottal fricative	ھ	All
Approximant	ʋ	Cursive V	Voiced labiodental approximant	و	Pbi, Si & Ur
	w	Lower-case W	Voiced labial-velar approximant	و	Pa & Ba
	j	Lower-case J	Voiced palatal approximant	ی	All

	l	Lower-case L	Voiced dental or alveolar lateral approximant	ل	All
	ɭ	Right-tail L	Voiced retroflex lateral approximant	ڵ	Punjabi only
Affricate	ʧ	T-Esh ligature	voicelss postalveloar affricate	چ	All except Si
	ʤ	D-Ezh Ligature	voiced postalveolar affricate	ج	All except Si
	ʦ	T-S Ligature	voiceless dental or alveolar affricate	څ	Pashto only
	ʣ	D-Z Ligature	voiced dental or alveolar affricate	ځ	Pashto only
Implosives	ɓ	Hooktop B	voiced bilabial implosive	ٻ	Si, Mul, Sar
	ɗ	Hooktop D	voiced dental or alveolar implosive	-	Parkari
	ᶑ	Hooktop right-tail D	voiced retroflex implosive (not IPA)	ڐ/ڏ	Si, Mul, Sar
	ʄ	Hooktop barred dotless J	voiced palatal implosive	ڄ	Si, Mul, Sar
	ɠ	Hooktop G	voiced velar implosive	ڳ	Si, Mul, Sar
Vowels					
Vowels	i	Lower-case I	Close front unrounded vowel	اِ	All
	e	Lower-case E	Close-mid front unrounded vowel	اے	All
	ɛ	Epsilon	Open-mid front unrounded vowel	اَے	Pbi, Si, Ur
	A	Lower-case A	Open front unrounded vowel	اَ	All
	U	Lower-case U	Close back rounded vowel	اُ	All
	O	Lower-case O	Close-mid back rounded vowel	او	All
	ɔ	Open O	Open-mid back rounded vowel	اوٗ	Pbi, Si, Ur
	ɘ	Schwa	Mid central vowel	ۀ	Pashto only

Other Symbols					
Other symbols	ʰ	Superscript H,	aspirated p^h	پھ، تھ،ٹھ، کھ	All except Pa & Ba
	ʱ	Superscript Hooktop H	Breathy voiced $b^ɦ$	بھ، دھ، ڈھ، گھ	All except Pa & Ba
	˜	Superscript Tilde	Nazalized (ã ũ ĩ)	اَں، اُں، اِں	All except Pashto
	ː	Length Mark	Long (aː uː iː)	آ، اُو، اِی	All
	à	Grave Accent	(pàː) Low tone	بھ، دھ، ڈھ، جھ، گھ	Punjabi only

	á	Acute Accent	High tone (pá:)	ھ	Punjabi only

(۱۵)

اُردو صوتی کمپوز کاری کے فوائد کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہو گا:

☆ کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ کام انجام دیا جا سکتا ہے۔

☆ زیادہ کام کرنے سے آپ کو تھکاوٹ کا احساس نہیں ہوتا۔

☆ املا کی بعض اغلاط خود بخود درست ہو جاتی ہیں۔

☆ صوتی کمپوز کاری کے بعد مواد کو کاپی کر کے کسی دوسری فائل یا ای میل میں منتقل کر کے مواد کہیں بھی آسانی سے بھجوایا جا سکتا ہے۔

☆ اُردو صوتی کمپوز کاری چوں کہ یونی کوڈ فارمٹ میں ہے، اس لیے اس مواد سے ایم ایس ورڈ کی فائل آسانی سے تیار کی جا سکتی ہے۔

☆ سفر کے دوران بھی صوتی کمپوز کاری کی سہولت سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے کام کیا جا سکتا ہے۔

☆ اس میں انگلیوں کا استعمال کم سے کم ہوتا ہے اس لیے غلطی کا امکان بھی کم ہوتا ہے۔

☆ اُردو صوتی کمپوز کاری کے ذریعے ہم دیگر زبانوں میں خود کار مشینی ترجمہ کر سکتے ہیں۔

☆ کتابوں اور زیادہ مقدار میں کمپوز کاری کے لیے نہایت مفید ہے کیونکہ اس سے زیادہ کام کم وقت میں کیا جا سکتا ہے۔

☆ گوگل اُردو کی بورڈ نہ صرف اُردو بلکہ دنیا کی تمام زبانوں کے لیے کار آمد ہے۔

اُردو صوتی کمپوز کاری کے نقصانات

☆ ہم اپنے مواد کو کسی دوسرے فرد سے صیغہ راز میں نہیں رکھ سکتے۔

☆ اُردو میں دیگر زبانوں کے الفاظ کی شمولیت کی وجہ سے بعض الفاظ درست نہیں لکھے جاتے۔

☆ لہجے کی مشکل پسندی کے باعث غلطیوں کا امکان بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے جن کی درستی میں بہت سا وقت ضائع ہو جاتا ہے۔

☆ صوتی کمپوز کاری میں حروف پر اعراب نہیں لگائے جاتے جو بعد میں لگائے جاتے ہیں۔اس سے مشکل پیدا ہوتی ہے۔

☆ صوتی کمپوز کاری کے بعد مواد کی پروف خوانی لازمی ہے، ورنہ اس میں بہت سی اغلاط رہ جائیں گی۔

iii۔ ورڈ پروسیسر اور اُردو کمپوز کاری

ورڈ پروسیسنگ ایک ایسا عمل ہے جس میں ہم کسی اطلاع، معلومات (Information) کو ٹائپ فارم میں تبدیل کرتے ہیں۔ جس قدر ہمارے پاس انفارمیشن ہوتی ہے وہ تمام الفاظ اور وہ تمام فقرے جنھیں ہم ٹائپ کرنے کے بعد اُن میں تبدیلیاں کر سکتے ہیں۔اس طرح ورڈ کو پروسیسنگ کرنے کے عمل کو ورڈ پروسیسنگ کہا جاتا ہے۔اس کی وضاحت اس طرح سے کی جاسکتی ہے ہمارے پاس کمپیوٹر میں کام کرنے کے لیے مختلف قسم کی اپلی کیشنز ہوتی ہیں جس میں ہم ورڈ (الفاظ) لکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر جب ہم ایم ایس ورڈ میں کوئی نئی فائل کھولنے کے بعد اس میں کوئی پیرا گراف، کوئی بھی فقرہ لکھ سکتے ہیں یا ٹائپ کر سکتے ہیں۔ کوئی فقرہ لکھنے یا ٹائپ کرنے کے بعد اگر ہم یہ محسوس کریں کہ ہم نے اس میں کوئی لفظ غلط لکھ دیا ہے تو ہم اس میں تبدیلی کر کے اس فقرے کو درست کر سکتے ہیں۔اس کے بعد اس کے سائز میں کمی بیشی کر سکتے ہیں۔ اگر ہم اس کو بڑا یا چھوٹا کرنا چاہیں تو آسانی کے ساتھ کر سکتے ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ لکھے ہوئے الفاظ کو اٹالیک یا فقرے کے کچھ حصّے کو چھوٹا اور کچھ حصّے کو بڑا کرنا چاہیں تو بھی کر سکتے ہیں۔اس سارے عمل کو ورڈ پروسیسنگ کہا جاتا ہے اور اس کے لیے جو ہم سافٹ ویئر استعمال کرتے ہیں اُسے ہم ورڈ پروسیسر کہتے ہیں۔ اسی طرح ایم ایس ورڈ بھی کمپیوٹر کی ایک اپلی کیشن ہے اور اس اپلی کیشن کو ورڈ پروسیسر کہتے ہیں۔ کمپیوٹر میں ورڈ پروسیسر ہمارے پاس وہ سافٹ ہے جو ورڈ کو پروسیسر کرنے میں ہماری مدد کرتا ہے۔ اگر ورڈ پروسیسر کا تاریخی حوالے سے جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت کھل کر ہمارے سامنے آئے گی کہ ورڈ پروسیسنگ کا عمل ۱۰۶۰ء سے اُس وقت شروع ہوا جب ہمارے ہاں ٹائپ رائٹر مشین کی ایجاد ہوئی۔ ٹائپ رائٹر مشین کے ذریعے جو الفاظ لکھے جاتے تھے اُس کو ہم ٹائپ رائٹر

کہتے تھے۔ ہمارے پاس کوئی بھی مواد (Document) ہوتا تھا، اُسے ہم ٹائپ کر لیتے تھے۔ اس ٹائپ رائٹر میں اور موجودہ دور کے ورڈ پروسیسر میں فرق یہ ہے کہ ٹائپ رائٹر میں ہم جو بھی تحریر لکھتے تھے، اُسے ہم تبدیل نہیں کر سکتے تھے۔ اُس میں Undo کی گنجائش بالکل بھی نہیں تھی۔ یعنی ایک دفعہ آپ نے جو کوئی لفظ لکھ لیا اب آپ اُسے مٹا نہیں سکتے تھے۔ جبکہ ہمارے ہاں اس وقت جو جدید ورڈ پروسیسر ہیں۔ ان میں کسی بھی لفظ کو مٹانا چاہیں تو ہم کلیدی تختے (کی بورڈ) پر لگے ہوئے ایک بٹن بیک اسپیس کو استعمال کرتے ہوئے اُسے مٹا سکتے ہیں۔ تبدیلی کے اس پروسیسر کو ایڈیٹنگ کہا جاتا ہے۔ یعنی کسی بھی Document میں کوئی تبدیلی لانا چاہیں تو ہم بڑی آسانی کے ساتھ تبدیلی لا سکتے ہیں۔ کسی پرانے لفظ کی جگہ ہم کوئی نیا لفظ استعمال کر سکتے ہیں۔ اسے ایڈیٹ کہتے ہیں۔ اسی طرح اگر آپ نے کوئی فقرہ (ٹیکسٹ) لکھا ہے اُسے بالکل ختم بھی کر سکتے ہیں۔ اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ آپ تمام مواد کو ایک دفعہ کنڑول +اے کا بٹن (Ctrl+A) دبا کر پورا مواد منتخب (سلیکٹ) کر سکتے ہیں اور بڑی آسانی کے ساتھ ختم (Delete) کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ اپنے لکھے ہوئے پورے مواد کو کاپی کر کے ایک فائل سے دوسری فائل میں آسانی کے ساتھ منتقل کر سکتے ہیں۔

ورڈ پروسیسر کے حوالے سے بہت بنیادی معلومات ہیں۔ ورڈ پروسیسر کے علاوہ کمپیوٹر میں ہمارے پاس اور ورڈ پروسیسر ہوتے ہیں جن میں ورلڈ پیڈ بھی شامل ہے۔ ورڈ پیڈ کا بھی وہی کام ہے جو ایم ایس ورڈ کا ہے۔ اس میں آپشن کی کمانڈز ایم ایس ورڈ کے مقابلے میں سادہ اور کم ہوتی ہیں۔ اس لیے اسے ایم ایس ورڈ پروسینگ کے مقابلے میں قدرے آسانی سے سمجھا اور استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس میں بھی اگر کوئی مواد ٹائپ کرنا چاہیں تو آسانی کے ساتھ کر سکتے ہیں۔ اس لیے کمپیوٹر میں ورلڈ پیڈ اپلی کیشنز بھی ایک ورڈ پروسیسر ہے۔ ورڈ پروسیسر کے حوالے سے ایک بات بہت ضروری ہے کہ کمپیوٹر کی کوئی بھی اپلی کیشنز یا سافٹ ویئر جو آپ کو یہ سہولت فراہم کرتی ہے، اس کے ذریعے آپ کمپیوٹر پر ٹائپ کر سکتے ہیں، سائز کو بڑا یا چھوٹا کر سکتے ہیں، کوئی مواد اس میں سے نکال سکتے ہیں یا کسی قسم کا مواد شامل کر سکتے ہیں تو وہ سافٹ ویئر ہمارا ورڈ پروسیسر کہلاتا ہے۔

پاکستان کے بہت سے علاقوں میں اُردو بولی، لکھی، پڑھی اور سمجھی جاتی ہے اس لیے انفارمیشن ٹیکنالوجی کے ماہرین کی دیرینہ خواہش اور تمنا تھی کہ اُردو بھی دنیا کی دوسری زبانوں کی طرح کمپیوٹر اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کی زبان بن جائے اور کمپیوٹر کے زمانہ سے ہم آہنگ ہو جائے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو ہمارے معاشرے کا ایک بڑا حصّہ انٹرنیٹ، ای میل اور اطلاعیات (انفارمیشن ٹیکنالوجی) کی دوڑ میں بہت پیچھے رہ جائے گا جس سے بہت بڑا خلا پیدا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اُردو زبان کی ترتیب اور تحریر کے لیے سافٹ ویئر تو ۱۹۸۰ء میں تیار کر لیا گیا لیکن افراد اور اداروں کے مابین رابطوں کے فقدان کے باعث اس میں بہت زیادہ رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑا۔ چنانچہ جلد ہی اس فقدان پر قابو پا لیا گیا اور ماہرین کی ایک ٹیم نے اطلاعیات سے متعلق مسائل کے حل کے لیے مشترکہ جدوجہد شروع کر دی۔ اُردو ورڈ پروسیسر کی اہمیت کے حوالے سے ممتاز سائنس دان ڈاکٹر محمد افضل کا کہنا ہے کہ:

> ''اُردو دنیا کی تیسری سب سے زیادہ بولی جانے والی زبان ہے، جس کو پاکستان کا ہر خواندہ فرد پڑھ سکتا ہے''۔(۱۶)

بنیادی وجہ یہ تھی کہ ہر اُردو پڑھنے والے فرد کو کمپیوٹر سے آگاہی ضروری ہے کیونکہ آنے والے وقت میں تمام روز مرہ ٹیکنالوجی کمپیوٹرائزڈ ہو رہی ہے جیسے آٹو میٹڈ ٹیلر مشین (ATMs)، ای کامرس اور انٹرنیٹ وغیرہ۔ پاکستان میں اُردو ورڈ پروسیسر اپلی کیشن کا دور ۱۹۸۰ء میں اس وقت شروع ہوا جب احمد مرزا جمیل کی تحریک پر نوری نستعلیق کے نام سے کمپیوٹر پر کتابت کا آغاز ہوا۔ یہ پروگرام اتنا گراں تھا کہ اُردو کمپیوٹر پر کتابت صرف چند بڑے اخبارات ہی اختیار کر سکتے تھے۔ اس مشکل کے حل کے لیے یہ کام اداروں نے اپنے ذمے لیا اور اُردو ورڈ پروسیسر کے حوالے سے افتخار عارف نے ایک موقع پر کہا تھا کہ:

> ''مقتدرہ قومی زبان نجی کمپنیوں اور کمپیوٹر ماہرین کے تعاون سے اُردو زبان کے تمام ورڈ پروسیسروں کے لیے ایک ایسا سٹینڈرڈ (معیار) وضع کر رہا ہے جس کے تحت اُردو کمپیوٹر سافٹ ویئر میں مرتب کی جانے والی اُردو سافٹ ویئر دستاویزات کسی بھی دوسرے اُردو سافٹ ویئر میں پڑھی جا سکیں گی اور ان میں حسبِ ضرورت ردوبدل بھی کیا جا سکے گا''۔(۱۷)

اُردو سافٹ ویئر کی تیاری اور اس کے نفاذ کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ یہ تھی کہ اس وقت کوئی سٹینڈرڈ کوڈ پلیٹ برائے انفارمیشن انٹر چینج موجود نہیں تھی جس کو استعمال میں لاتے ہوئے ایک کمپنی کے سافٹ ویئر کے ذریعے محفوظ کیا جانے والا مواد (Data) کسی دوسری کمپنی کے سافٹ ویئر میں کھولا جا سکے۔ کیونکہ دنیا میں کمپیوٹر کے لیے استعمال ہونے والی ہر زبان ایک سٹینڈرڈ کوڈ پلیٹ کے تحت کام کرتی ہے جس میں ایک کمپیوٹر کا مواد دوسرے کمپیوٹر پر آسانی سے منتقل کیا جا سکتا ہے۔ پھر معیاری کوڈ پلیٹ نہ ہونے کی وجہ سے دوسرا سب سے بڑا نقصان یہ تھا کہ اُردو کے سافٹ ویئر انٹرنیٹ پر پہلے سے موجود نہیں تھے جب کہ دیگر تمام زبانوں کے سافٹ ویئر انٹرنیٹ پر پہلے سے موجود تھے۔ اُردو سے متعلق افراد صرف تصویر کی صورت میں اُردو کو سکرین پر دیکھ کر پڑھ سکتے تھے۔ اس صورتِ حال کو بہتر کرنے کے لیے جب مقتدرہ قومی زبان نے اس ذمے داری کا بیڑا اٹھایا تو افتخار عارف نے مزید کہا کہ :

> ''یہ ادارہ نفاذِ اُردو کے سلسلہ میں اقدامات اور مختلف علمی، تحقیقی اور تعلیمی اداروں کے مابین رابطہ کے ساتھ ساتھ تکنیکی خدمات بھی انجام دے رہا ہے۔ مقتدرہ قومی زبان نے اُردو ٹائپ مشین کا ''کلیدی تختہ'' تیار کیا ہے جس کی بنا پر ٹیلی فون انڈسٹریز پاکستان نے ٹائپ مشین تیار کی ہے''۔ (۱۸)

۱۹۹۷ء میں اُردو کے حوالے سے یہ تبدیلی دیکھنے میں آئی کہ اُردو کا کوئی سافٹ ویئر یا پلگ اِن اسی ویب سائٹ پر دیا جائے جس کو استعمال کنندہ ایک دفعہ اخذ (Download) کرتا اور اس کے بعد انٹرنیٹ پر اُردو کو تصویر کی بجائے الفاظ (Font Base) میں دیکھ سکتا۔ اُردو کی اگر کسی اور ویب سائٹ کو دیکھنا ہوتا تو پہلے اس کا سافٹ ویئر ڈاؤن لوڈ کرنا پڑتا۔ اس طرح اُردو کمپیوٹر پر معیار بندی میں کلیدی تختے کی بورڈ کے بھی بہت سے مسائل درپیش ہوتے جیسے :

> ''انگریزی کے کسی کلیدی تختہ (Key Board) کی مثال لیں۔ امریکا ہو یا برطانیہ یا کوئی اور انگریزی بولنے والا ملک، اسی طرح کمپیوٹر ہو، ٹائپ رائٹر ہو، ڈیجیٹل ڈائری ہو، ہم دیکھتے ہیں کہ کلیدی تختہ (Key Board) بالکل یکساں ہے۔ اگر فرق ہو گا تو کرنسی کی

علامت میں کہ برطانیہ کے بنے ہوئے کلیدی تختہ میں پونڈ کا نشان بنا ہے تو امریکا کے بنے ہوئے کلیدی تختے میں $ ڈالر کا نشان ہو گا لیکن یہ دونوں بھی ایک ہی کلید پر ایک دوسرے کے متبادل ہوں گے''۔ (۱۹)

اُردو ورڈ پروسیسر کی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ معیاری کوڈ پلیٹ کی عدم دستیابی تھی۔ جب بھی کوئی کمپیوٹر کو اُردو میں استعمال کا منصوبہ تیار کرتا تو اسے معلوم ہوتا کہ موجودہ تمام اُردو سافٹ ویئر کسی دوسرے اُردو سافٹ ویئر سے مواد کا تبادلہ نہیں کر سکتے اور ابھی کوئی ایسا سافٹ ویئر بھی موجود نہیں کہ جو اُردو کمپوزنگ، ڈیٹا بیس وغیرہ میں ایک ساتھ کام کر سکتا ہو۔ یہ اس لیے بھی ممکن نہیں تھا کہ ہر سافٹ ویئر بنانے والوں کو اپنے علاقے کی ضرورت کے مطابق سافٹ ویئر تیار کرنا پڑتا تھا۔ اس لیے جب تک کوئی معیاری کوڈ پلیٹ نہ ہو تو اُردو کے مواد کی باہمی مماثلت ناممکن ہے۔ اس حوالے سے سب سے بڑی مشکل یہ تھی اگر کوئی انفرادی طور پر یا کوئی کمپنی معیاری کوڈ پلیٹ بنانے کا کام کرتی تو دوسرے لوگ اسے اپنانے میں طرح طرح کے مسائل پیدا کرتے۔ اس کا واحد حل صرف یہ تھا کہ :

''کوڈ پلیٹ کا معیار ہو یا کلیدی تختہ (Key Board) کا بنیادی نظام حکومت کی ذمہ داری ہے، نہ کہ کسی سوسائٹی کی۔ حکومت کو اپنی ذمہ داری کو سمجھتے ہوئے اسٹینڈرڈ بنانا چاہیے تھا اور ان پر عمل درآمد کروانا چاہیے تھا''۔ (۲۰)

ان مسائل کا جائزہ لیتے ہوئے ماہرینِ اُردو کمپیوٹر نے اس کمی کو شدت سے محسوس کیا اور اس پر تحقیق کا عمل شروع کرتے ہوئے ڈاکٹر اے کیو خان لیبارٹریز کے ڈاکٹر محمد افضل نے رضاکارانہ طور پر اُردو کی معیاری کوڈ پلیٹ برائے تبادلہ اطلاعات (Information Interchange) (USCII) پر کام شروع کیا اور کمپیوٹر سوسائٹی آف پاکستان نے اس کے لیے ہر ممکن تعاون کی یقین دہانی کرائی۔ اس حوالے سے پہلا سیمینار ''اُردو اسٹینڈرڈائزیشن'' کے نام سے فاسٹ کے تحت ستمبر ۱۹۹۸ء کو لاہور میں منعقد ہوا جس میں غور و فکر کیا گیا کہ اُردو کمپیوٹر کو عوامی حلقوں تک پہنچانے کے لیے اُردو کی معیاری ضابطۂ تختی کی فوری ضرورت ہے۔ اس سیمینار میں ایک کمیٹی کا قیام عمل میں لایا گیا جس نے اُردو کوڈ پلیٹ کے منصوبہ پر کام کرتے ہوئے پہلی اُردو کوڈ پلیٹ کی

معیار بندی کا تعین کیا اور ایک ''اسٹینڈرڈ کوڈ پلیٹ'' کو حتمی کرتے ہوئے مقتدرہ قومی زبان کو اپنی سفارشات پیش کیں۔ اس کوڈ پلیٹ میں کچھ ضروری تبدیلیاں تجویز کی گئیں اور ۱۸/ ستمبر ۱۹۹۹ء کو کمپیوٹر سوسائٹی آف پاکستان نے کراچی میں ''اُردو سافٹ ویئر کی معیار بندی'' کے موضوع پر ایک روزہ سیمینار کا انعقاد کروایا۔ اس سیمینار میں اطلاعیات کے ماہرین نے بڑی تعداد میں شرکت کی اور آئی بی ایم پاکستان کے نمائندے ہمایوں قریشی بھی اس سیمینار میں شریک ہوئے۔ انھوں نے اطلاعیات کے مستقبل کے حوالے پیش گوئی کرتے ہوئے بتایا:

> ''یہ انفارمیشن ٹیکنالوجی کے عجائبات کا دور ہے۔ اب آپ کو لکھنے کی ضرورت نہیں، آپ بولیں اور کمپیوٹر اسے ریکارڈ کر کے معلوماتی متن میں تبدیل کر دے گا۔ دنیا کی ساری اہم زبانوں میں اس طریقے سے الفاظ کو سن کر معلومات متن میں تبدیل کرنے والے سافٹ ویئر موجود ہیں جب کہ اُردو میں ایسا کرنا ابھی ممکن نہیں۔ دراصل ہر وہ کمپنی جو آواز کی ریکارڈنگ کا کام کرے گی، وہ دیکھے گی کہ ہر سافٹ ویئر کا الگ اسٹینڈرڈ ہے۔ آخر کس کو اپنانا بہتر رہے گا۔ دوسری طرف رقم فراہم کرنے والی خود کار مشینیں ہیں جو کہ آواز کو محسوس کر کے رقم ادا کریں گی۔ اس طرح کی بے شمار ایجادات ہیں جو کہ کمپیوٹر ٹیکنالوجی پر انحصار کرتی ہیں۔ یہ صرف دو چار سال کی بات ہے۔ ان کا سیلاب پاکستان جیسے ممالک میں در آئے گا''۔[۲۱]

آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہمایوں قریشی کی اتنا عرصہ پہلے کہی ہوئی بات کس حد تک سچ ثابت ہو چکی ہے۔ اگر اُردو اطلاعیات کے میدان میں اس رفتار سے کام نہ کیا جاتا تو آج وہ لوگ جن کو انگریزی نہیں آتی یا جو کم پڑھے لکھے لوگ ہیں، وہ ٹیکنالوجی کے میدان میں بہت پیچھے رہ جاتے۔ یہ صرف اُردو اطلاعیات ہی ہے کہ جس کی بدولت آج کے دور میں کم پڑھا لکھا انسان بھی وقت کے ساتھ چلنے کی سکت رکھتا ہے۔ اُردو کی معیاری کوڈ پلیٹ ہماری بنیادی ضرورت ہے، اگر ہم کمپیوٹر بنانے والی کسی کمپنی کو اپنا کوئی معیار طے کر کے نہیں دیں گے تو وہ اپنے معیارات طے کر کے ہم پر لاگو کریں گے۔ اس طرح ان کی اجارہ داری قائم ہو

جائے گی۔ یاد رکھیے کسی بھی میدان میں اگر کسی کی اجارہ داری قائم ہو جائے تو وہ اپنی من مرضی کرتا ہے اور وہ کسی کو بھی خاطر میں نہیں لاتا۔

آج اُردو کی معیاری کوڈ پلیٹ کے نفاذ کے بعد بھی اطلاعیات کے میدان میں اُردو کو بہت سے مسائل کا سامنا ہے۔ اگر ہم بتدریج ان مسائل کے حل نہیں نکالیں گے تو پھر ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اطلاعیات کے میدان میں ہم آگے بڑھنے کی بجائے پیچھے کی طرف سفر کر رہے ہیں۔

موجودہ دور میں کمپیوٹر اس حد تک ترقی کر چکا ہے کہ اب محققین مسائل کے حل پر غور کر رہے ہیں کہ:

۱۔ ایک ایسا خود کار نظام وضع کیا جائے جس سے تمام نئے اور پرانے ریکارڈ اور الفاظ کے معیاری مشینی ترجمہ کو ممکن بنایا جاسکے۔

۲۔ خود کار صوتی کمپوز کاری اور صوتی ترجمہ کا سافٹ ویئر تشکیل دیا جائے۔

۳۔ ہزاروں کی تعداد میں ہاتھ سے لکھی ہوئی، ٹائپ کی ہوئی اور طبع شدہ کتابوں کو ڈیجیٹل شکل میں تبدیل کر کے کمپیوٹر سافٹ ویئر کے ذریعے تحقیق کے عمل میں سہولت فراہم کر کے دور رس نتائج حاصل کیے جاسکیں۔

۴۔ کمپیوٹر سافٹ ویئر پر مصنوعی ذہانت جیسے جدید ٹولز کے ذریعے ایسے پروگرام وضع کیے جا سکیں جن میں اُردو زبان میں دفتری مسودات اور دستاویزات تیار کی جاسکیں۔ اس سے وقت اور افرادی قوت کی بھی بچت ہو گی اور کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ اُمور انجام دیے جاسکیں گے۔

۵۔ ایسا سافٹ ویئر تشکیل دیا جائے جس کے باعث صوتی کمپوز کاری اور خود کار ترجمہ کاری کے عمل میں املا کی درستی خود بخود ممکن ہو سکے۔

۶۔ کمپیوٹر سافٹ ویئر میں معیاری آواز کے ذریعے کمپیوٹری لغات میں الفاظ کی تلاش کے عمل

کو ممکن اور سہل بنایا جاسکے۔

۷۔ کمپیوٹر پر کوئی ایک ایسا ڈیٹا بیس قائم کیا جائے جس میں آواز کے ذریعے مواد اور تصاویر کی تلاش کے عمل کو ممکن بنایا جاسکے۔

۸۔ سافٹ ویئر میں آوازوں پر مبنی ایسے فارمولے تیار کیے جائیں جو صوتیاتی عمل کے استعمال سے کام کر سکیں۔

۹۔ یونیورسٹیوں کے طالب علموں اور اسکالرز حضرات کے لیے تحقیق کے عمل میں درپیش دشواریوں کو حل کرنے کے لیے کمپیوٹر کے نظام میں تبدیلی لا کر آسانی مہیا کی جائے۔

۱۰۔ جدید ٹیکنالوجی کے باعث ٹیلی فون کالز کے ذریعے اصلاحات کی تلاش اور الفاظ کے تراجم کا خودکار نظام وضع کیا جاسکے جس سے ہر فرد کو معیاری معلومات تک رسائی حاصل ہو۔[۲۲]

حوالہ جات

۱۔ عطش درانی، ڈاکٹر، مرتبہ، اُردو اطلاعیات (جلد دوم)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۸ء ص ۱۳۴

۲۔ ایضاً، ص ۱۴۱

۳۔ ایضاً، ص ۱۶۶

۴۔ محبوب بگٹی، ڈپٹی ڈائریکٹر آئی ٹی، (انٹرویو) از عارف حسین، ادارہ فروغ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۱/مئی ۲۰۲۱ء، دن ۲ بجے

۵۔ طارق عزیز، ڈاکٹر، اُردو ٹائپ مشین کے کلیدی تختے، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، اپریل ۱۹۸۷ء، ص ۹۔۱۰

۶۔ ایضاً، ص ۱۸۴

۷۔ ایضاً، ص ۷

۸۔ اکبر سجاد، اُردو ٹائپ رائٹر اور کمپیوٹر کے لیے معیاری کلیدی تختہ اور مقتدرہ قومی زبان، مشمولہ، اخبار اُردو، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، جلد ۱۵، شمارہ ۱۰، اکتوبر ۱۹۹۸ء، ص ۹

۹۔ ایضاً، ص ۱۰

۱۰۔ عطش درانی، ڈاکٹر، مرتبہ، اُردو اطلاعیات (جلد دوم)، ص ۱۸۶

۱۱۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، اُردو زبان کیا ہے، ص ۱۶

۱۲۔ https://www.bbc.com/urdu/vert-cap-48763120 on 5-6-21,at 4.pm

۱۳۔ https://www.bbc.com/urdu/vert-cap-48763120 on 5-6-21,at 4.pm

۱۴۔ سید احمد دہلوی، مولوی، فرہنگ آصفیہ، (جلد اوّل)، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۲، ص ۵۲

۱۵۔ عامر ظہیر، ڈاکٹر، (انٹرویو) از عارف حسین، شعبہ فرنچ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد، ۲۹/اپریل ۲۰۲۱ء، شام ۶ بجے

۱۶۔ عطش درانی، ڈاکٹر، مرتبہ، اُردو اطلاعیات (جلد دوم)، ص ۲۰۸

۱۷۔ افتخار عارف، نگران، اخبارِ اُردو، (مشمولہ)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، جلد ۵۱، شمارہ ۱۰، اکتوبر ۱۹۹۸ء، ص ۱

۱۸۔ ایضاً، ص ۲

۱۹۔ عطش درانی، ڈاکٹر، مرتبہ، اُردو اطلاعیات (جلد دوم)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۸ء ص ۲۱۰

۲۰۔ عرفان احمد، اُردو سافٹ ویئر کی معیار بندی، (مشمولہ)، اخبار اُردو، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، جلد ۸۱، شمارہ ۱، ۲، جنوری، فروری ۲۰۰۲ء، ص ۴۰

۲۱۔ عطش درانی، ڈاکٹر، مرتبہ، اُردو اطلاعیات (جلد دوم)، ص ۲۱۱

۲۲۔ عظمت زہرا، مدیرہ، اخبار اُردو، (انٹرویو) از عارف حسین، ادارہ فروغ قومی زبان، اسلام آباد، مورخہ یکم جون ۲۰۲۱ء، ۲ بجے۔

باب: پنجم

الف۔ مجموعی جائزہ

''اطلاعیات اور اُردو زبان: اُردو کمپوز کاری کے فنی مباحث، مسائل اور امکانات کا تجزیہ'' کو پی ایچ ڈی کے مقالے کے لیے منتخب کیا گیا ہے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں جدید دور میں اطلاعیات کی ضرورت اور اہمیت کس قدر اہم ہو چکی ہے۔ وقت کے تقاضوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ضرورت اس بات کی ہے کہ اطلاعیات کو اُردو زبان سے مربوط کیا جائے تاکہ مستقبل میں ان رکاوٹوں کو دور کیا جاسکے جو اُردو کی ترویج و ترقی میں حائل ہیں۔ اس مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے مذکورہ موضوع کا انتخاب کیا گیا ہے۔ یہ مقالہ پانچ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ زیرِ نظر مقالہ میں بتایا گیا ہے کہ اُردو اطلاعیات زندگی کے بہت سے شعبوں میں کس قدر اہم اور بنیادی ضرورت بن چکی ہے۔ موجودہ دور کمپیوٹر ٹیکنالوجی کا دور ہے جس کے پیشِ نظر ضرورت اس بات کی ہے کہ اطلاعیات کے ذریعے اُردو کمپوز کاری کو فروغ دیا جائے تاکہ اس کا استعمال زیادہ سے زیادہ بڑھ سکے۔ اس طرح عام آدمی بھی اس ٹیکنالوجی سے مستفید ہو سکے گا۔ موجودہ صورتِ حال میں جو لوگ موبائل، کمپیوٹر یا انٹرنیٹ پر اُردو لکھنا چاہتے ہیں وہ بھی مسائل کا شکار ہیں اور انگریزی میں رومن الفاظ کا سہارا لیتے ہیں جبکہ اُردو کمپوز کاری کو مشکل سمجھتے ہیں۔ انھیں اس فن سے متعارف کرایا جائے اور انھیں بتایا جائے کہ جس کام کو وہ مشکل سمجھتے ہیں، اگر اس میں تھوڑی سی بھی مہارت حاصل کر لی جائے تو وہ بہت آسانی سے یہ کام انجام دے سکتے ہیں۔ اس طرح جتنا اس فن کا استعمال زیادہ ہو گا اُردو اطلاعیات میں کمپوز کاری کا فن خود بخود معاشرے میں عمومی فروغ کا باعث ہو گا۔

اُردو زبان کے معرضِ وجود میں آتے ہی اس کی تحریری صورتیں بھی وجود میں آ گئی تھیں، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کے لکھنے کے طریقہ کار میں تبدیلیاں رونما ہوتی رہی ہیں۔ زیرِ نظر مقالہ میں ان تحریری صورتوں کی وقت کے ساتھ تبدیلی اور ضرورت کو سامنے لا کر اس کا تذکرہ پیش کیا گیا ہے۔ کتابت،

ٹائپ رائٹر اور ٹائپ رائٹر سے کمپیوٹر تک کن مسائل کا سامنا رہا اور ان کے حل کے لیے کون سی کوششیں کی جاتی رہی ہیں۔

باب اوّل میں بتایا گیا ہے کہ اُردو اطلاعیات (Urdu Informatics) کمپیوٹر میں اُردو کے استعمال سے متعلق ایک تفصیلی بحث ہے جس میں اُردو کے حروف تہجی، ان کے فانٹ اور ڈیزائن وغیرہ کے متعلق تمام تر معلومات کو جمع کر کے اُردو تحریر کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔ اُردو اطلاعیات میں کمپیوٹری لسانیات سے متعلق بحث کی جاتی ہے اور اُردو میں لسانیات کی آمد اور ترسیل کے بارے میں وضاحت کی جاتی ہے۔ ایک وقت تھا کہ کمپیوٹر کے حوالے سے اُردو اطلاعیات کا تصور ایک خواب لگتا تھا مگر مسلسل تحقیق و جستجو نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ یہ خواب ایک حقیقت کا رُوپ بھی دھار سکتا ہے۔ انسان پتھر کے ابتدائی دور سے لے کر آج کے جدید دور تک ہمیشہ اپنی زندگی کو آسان، سہل، خوبصورت، اس میں بہتری اور ترقی کی جانب سفر پر گامزن رہا ہے۔ وقت اور حالات کے ساتھ اس نے اپنی محنت اور مسلسل کوشش کے بعد بہت سی ایسی ایجادات کی ہیں جن کے باعث جدید ٹیکنالوجی کے دور میں داخل ہوا اور یہ ترقی کا دور کہلاتا ہے۔

اُردو اطلاعیات کو سب سے پہلے مقتدرہ قومی زبان (ادارۂ فروغِ قومی زبان) میں ۱۹۹۸ء میں متعارف کرایا گیا۔ اطلاعیات کے میدان میں اُردو زبان پر زیادہ سے زیادہ تحقیق کر کے اسے کار آمد اور معیاری بناتے ہوئے اطلاعیات کے شعبہ میں ہونے والی تحقیق کو آگے بڑھایا گیا۔ چنانچہ اُردو زبان کا کمپیوٹر کے لیے کلیدی تختہ بنانے کے بعد مرکز فضیلت برائے اُردو اطلاعیات کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس طرح کمپیوٹر پر اُردو اور مقامی زبانوں کی ترقی کے لیے کام کرتے ہوئے اُردو کی معیار بندی کے تمام متعلقہ اُمور نیز تحقیقی اور ترقیاتی سرگرمیوں پر توجہ مرکوز رکھی گئی۔ پاکستان میں اُردو کو سرکاری طور پر دفتری، عدالتی اور قومی زبان کی حیثیت سے تمام اداروں میں نافذ کرنے اور حکومتی اداروں میں اُردو کے حوالے سے معیار بندی اور علمی معاونت میں تحقیق و ترقی کے فریضے کو انجام دیتے ہوئے مختصر المدتی اور طویل المدتی منصوبے اور ذرائع مہیا کرنے کے لیے مقتدرہ قومی زبان میں یہ شعبہ قائم کیا گیا تھا جس کے مثبت نتائج سامنے آئے ہیں۔

کمپوزکاری کا بنیادی تعلق تحریر سے ہے اور اس کے بنیادی مباحث کے حوالے سے اگر بات کی جائے تو انسان آج تک اس تحقیق میں کامیاب نہیں ہو سکا کہ انسان نے لکھنا کب شروع کیا؟ اس بارے میں کوئی بات یقین سے نہیں کہی جا سکتی البتہ ایک بات تحقیق شدہ ہے کہ لکھنے کے لیے جو بنیادی اور اہم ضرورت ہے، وہ علامات ہیں۔ علامات کے بغیر کسی بھی تحریر کے وجود کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ابتدا میں انسان نے جب تصویری خط کو ذریعہ اظہار بنایا تو تحریر کو صوری صورت دی گئی اور انسان نے کہانیوں کا بیان بھی تصویروں کے ذریعے کیا اور تصویر نے ہی انسان کی بصری معاونت کی۔ یہ تصویریں کسی نہ کسی مقصد یا مفہوم کو ظاہر کرتی تھیں۔ رفتہ رفتہ تصویری خط ایک فن کی شکل اختیار کر گیا۔ تحریر کا تعلق بولنے سے بھی ہے۔ اس کو ہائرو گرافی کا مرحلہ بھی کہتے ہیں کہ جس طرح ہم اپنے منہ سے کوئی آواز نکالتے ہیں تو سننے والا اس آواز کی ادائی کے ساتھ اس کی شکل بناتا ہے۔ ابلاغ ہی انسانی زندگی کا وہ اہم جزو ہے جو ابتدا سے ہی انسانی ضرورت رہا ہے۔

کمپوزکاری کی تاریخ کے بارے حتمی طور پر بتانا تو بہت مشکل ہے البتہ قرآن کریم کی اس آیت سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے، جتنی بنی نوع انسان کی۔ جیسا کہ قرآن الکریم کی سورۃ العلق، آیت ۱-۴ میں فرمایا گیا ہے:

پڑھ کہ تیرا ربّ بڑا کریم ہے
جس نے قلم کے ذریعہ تجھے پڑھنا سکھایا

حدیث کے حوالے سے اگر جائزہ لیا جائے تو تحریر کی اہمیت ہمارے سامنے کتنی مسلم ثابت ہوتی ہے۔ صحیح ابی داؤد، حدیث نمبر ۴۷۰۰ میں فرمایا گیا ہے:

”سب سے پہلی چیز جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، قلم ہے، اللہ تعالیٰ نے اس سے کہا: لکھ، قلم نے کہا: اے میرے رب! میں کیا لکھوں؟ اللہ تعالیٰ نے کہا: قیامت تک ہونے والی ساری چیزوں کی تقدیریں لکھ“۔

حروف اور رسم الخط کے تعارف کی اگر بات کی جائے تو سب سے پہلے ہمارے سامنے جو حقیقت نمایاں ہوتی ہے کہ کسی ایک حرف سے کوئی بھی لفظ وجود میں نہیں آتا۔ایک حرف کو جب دوسرے حرف سے ملا کر لکھا جاتا ہے تب کوئی قابل قدر لفظ ہمارے سامنے نمایاں ہوتا ہے۔رسم الخط کا مطلب ہے کسی زبان کو تحریری صورت میں لکھنا۔اس حوالے سے ماہرین تحریر نے ہر زبان کے رسم الخط کے لیے کوئی نہ کوئی ضابطے اور طریقہ کار وضع کیے ہیں۔اس متعلقہ زبان کو اُسی کے خط میں لکھنا رسم الخط کہلاتا ہے۔بعض زبان بائیں سے دائیں لکھی جاتی ہیں اور بعض دائیں سے بائیں لکھی جاتی ہیں۔اُردو حروف تہجی تحریر میں کئی کئی شکلیں اختیار کرتے ہیں اور دورانِ تحریر ان میں طرح طرح کی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ایک حرف کے دوسرے حرف سے ملنے کے اس عمل کو ترکیب کہتے ہیں۔ترکیب کی تین صورتیں ہیں۔عجیب بات یہ ہے کہ اُردو میں بعض الفاظ اور تراکیب کا غلط املا اتنا مشہور ہو گیا ہے کہ درست املا لکھا جائے تو لوگ اسے غلط سمجھ کر مذاق اڑاتے ہیں۔بعض الفاظ کا املا دو طرح سے کیا جاتا ہے اور وہ دونوں طرح درست ہوتے ہیں مثلاً ٹھہرانا، ٹھیرانا، ٹھہرنا، ٹھیرنا۔اُردو حروف تہجی اور رسم الخط کی تاریخ بہت پرانی ہے کیونکہ اس سلسلے کا تعلق قدیم مصری تصویری رسم الخط سے شروع ہوتا ہے جس میں فنیقی، حمیری اور کوفی خطوں کے سلسلے سے شروع ہوتا ہوا خط نسخ اور نستعلیق تک پہنچ جاتا ہے۔اُردو رسم الخط کو یہاں تک لانے کے لیے ہمارے اسلاف نے بہت زیادہ کوشش اور محنت کی ہے۔

اُردو رسم الخط ایک تحریری ذریعہ ہونے کے ساتھ ساتھ ہماری مصوری اور جمالیاتی ذوق کی بھی تسکین کا موجب ہے جسے دنیا قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔اس کی دوسری بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں عربی، فارسی، ہندی، ترکی، انگریزی اور دیگر زبانوں کے الفاظ بھی بکثرت پائے جاتے ہیں۔اس لیے اُردو تحریر کو درست املا کا نمائندہ ہونا چاہیے۔اسی لکھنے کے عمل کو رسم الخط کا نام دیا جاتا ہے اور اس کا تعلق اصوات کے بعد تحریر سے ہے۔

مفرد اور مرکب کے حوالے سے مرکب ناقص اور مرکب تام کو ہم دو مثالوں کے ذریعے واضح کر سکتے ہیں مثلاً احمد کا گھوڑا، لاہور، کراچی وغیرہ کو مرکب ناقص کہا جائے گا کیونکہ ان کے بولنے سے سننے والا کچھ بھی

نہیں سمجھ پائے گا کہ کہنے والا کیا کہنا چاہتا ہے جبکہ اس کے مقابلے میں اگر مرکب تام کے تحت یہی الفاظ استعمال کیے جائیں گے تو سننے والا فوراً سمجھ جائے گا کہ کہنے والا اپنی آواز سے کیا پیغام دینا چاہ رہا ہے۔ مثلاً: احمد کا گھوڑا تیز دوڑتا ہے، لاہور مغل بادشاہوں کی یادگار ہے، کراچی کی مشہور بندرگاہ کا نام کیماڑی ہے وغیرہ۔ ان الفاظ کے سننے سے کوئی بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ کہنے والا کیا کہنا چاہتا ہے۔ یعنی اس فقرے یا ان الفاظ میں ایک پورا پیغام ہے جو کوئی دوسرا شخص آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔

مرکب تام کو عام طور پر جُملہ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس کے بولنے سے سننے والے کو پوری بات سمجھ میں آجاتی ہے۔

رموزِاوقاف کے حوالے سے بحث کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ کسی تحریر کے لیے رموزِ اوقاف کیا اہمیت رکھتے ہیں؟ کسی عبارت میں تحریری علامتوں کے حوالے سے بحث کی جائے تو اوقاف ان علامتوں کو کہتے ہیں جن کی مدد سے جملے کو اور جملے کے اجزا کو صحیح طور پر سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ اضافت کے زیر اور کا ما کو اگر صحیح طور پر استعمال کیا جائے تو اکثر اوقات پڑھنے والے کو عبارت اور اشعار کے مطالب و مفاہیم کے سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔ تحریر میں ان علامتوں کا خیال رکھنا چاہیے۔ اُردو میں اعراب سے مراد ہے، زیر، زبر، پیش اور جزم، زبر، زیر، پیش کو ''حرکات'' بھی کہتے ہیں اور اعراب بھی کہا جاتا ہے۔ اُردو میں لفظوں پر زیر، زبر لگانے کا رواج عام نہ تھا اور نہ ہے۔ لیکن وقت کے ساتھ ساتھ کچھ ایسی صورت حال پیدا ہو گئی کہ بہت سے لفظوں پر اعراب کی ضرورت محسوس کی جانے لگی۔ عام الفاظ کے علاوہ، بعض مقامات یقیناً ایسے ہیں جہاں اعراب نگاری کو لازمی قرار دینا چاہیے۔ ان میں سب سے زیادہ اہمیت اضافت کے زیر کی ہے۔ اضافت کے زیر کو لازماً لگایا جانا چاہیے، جیسے: موسمِ بہار، دہلی مرحوم، دیوِ سفید، زندگیِ فانی وغیرہ۔ اِسی طرح اُس، اِس، اُن، اِن، اَدھر، اِدھر، ان حروف میں الف پر زیر یا پیش ضرور لگانا چاہیے۔

مشینی رسم ہائے خط کے ضمن میں تحقیق کی گئی ہے کہ کمپیوٹر کے اجرا کے ساتھ ہی مختلف زبانوں کو کمپیوٹر پر لکھنے کا رواج شروع ہو گیا تھا۔ اس وقت تمام مشینی رسم ہائے خط یونی کوڈ کی طرف سے جاری شدہ ہگسا کوڈ

(Hexa Code)کو استعمال کیا جا رہا ہے۔ اس سے قبل ایسکی کوڈ یا اپنی ضرورت کے تحت ذاتی کوڈ پلیٹ کا سیٹ استعمال کیا جانا معمول کی بات تھی۔ مشینی رسم ہائے خط کی بات کرتے ہوئے اگر ہم اُردو زبان کے بارے میں گفتگو کریں تو نستعلیق فانٹ کو استعمال کرنے کا سہرا احمد مرزا جمیل (۲۱/فروری ۱۹۱۲ء تا ۱۷/فروری ۲۰۱۴ء) کے سر جاتا ہے۔ احمد مرزا جمیل نے اپنے والد جناب نور محمد جو کہ نستعلیق خطاط تھے، کے نام سے نوری نستعلیق فانٹ کی کتابت ۱۹۸۱ء میں شروع کی جس کی وجہ سے اخبارات اور پرنٹنگ کی دنیا میں نوری نستعلیق فانٹ کو اب تک استعمال کیا جا رہا ہے اور ان پیج سافٹ ویئر اسی فانٹ کو بنیاد بنا کر تیار کیا گیا، جسے اب تک استعمال کیا جا رہا ہے۔ احمد مرزا جمیل کو ان کی خدمات کے اعتراف میں حکومت پاکستان نے ۱۹۸۲ء میں تمغہ امتیاز سے نوازا۔ احمد مرزا جمیل نے ''Revolution in Urdu Composing'' کتاب بھی لکھی، جس میں انھوں نے اُردو کمپوزنگ کے حوالے سے اپنے حاصلات کا ذکر کیا ہے۔

احمد مرزا جمیل نے مشینی اُردو فانٹ کے لیے ترسیمہ جاتی طرز کو استعمال کیا ہے۔ مثلاً: لفظ ''پاکستان'' سات حروف پر مشتمل ہے مگر اس میں ترسیمے صرف تین ہیں یعنی: پا-کستا-ن تین الگ الگ ترسیمہ جات مل کر لفظ پاکستان کو بنا رہے ہیں۔ یک حرفی، دو حرفی سے لے کر آٹھ حروفی ترسیمے ترتیب دیے گئے ہیں اور بڑی ''ے'' کے لیے ترسیموں کو ایک الگ زمرے کے طور پر مرتب کیا گیا ہے۔

کسی بھی خطاط کے خطاطی شدہ متذکرہ ترسیمہ جات کو سکین کر کے کمپیوٹر پر منتقل کیا جاتا ہے اور اس کے بعد انہیں ویکٹر بیس تصویری صورت میں محفوظ کیا جاتا ہے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ ویکٹر بیس تصویر کو چھوٹا بڑا کرنے سے ان کی شکل و صورت خراب نہیں ہوتی اور فانٹ چھوٹے اور بڑے سائز میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ لہٰذا خطاطی شدہ فانٹ کو ویکٹر کی بنیاد پر محفوظ کرنے سے نہ صرف اس کی خوبصورتی برقرار رہتی ہے بلکہ مختلف مشینوں پر ریزولیشن میں فرق کی وجہ سے حروف خراب نظر نہیں آتے۔

ورڈ پروسیسر کمپیوٹر کے نظام طباعت کا ایک اہم جزو ہے جو کمپیوٹر کی دنیا میں دستاویزات کو بنانے، ترتیب دینے یہاں تک کہ ایک مکمل کتاب کو اشاعت سے قبل متن، جدولیں، تصاویر اور دیگر مواد کو استعمال

کرنے کے لیے ورڈ پروسیسر سافٹ ویئر کی ضرورت رہتی ہے۔ مزید یہ کہ ورڈ پروسیسر ایک پبلشنگ لیول سافٹ ویئر ہے، جس میں ایک عام استعمال کنندہ اسے استعمال میں لاتا ہے۔ اس وقت ہم کمپیوٹر کی رنگین دنیا میں زندگی بسر کر رہے ہیں مگر اس سے قبل ایم ایس ڈاس(MS Doss)اور UNIX Operating System کو صارف کے لیے نظر آنے والی سکرین Black & White ہوتی تھی۔ ۱۹۷۸ء میں اِسے ورلڈ سٹار کے نام سے ایم ایس ڈاس اور ونڈوز کے لیے پیش کیا گیا تھا بعدازاں Word Perfect جیسا مشہور وعام ورڈ پروسیسر قابل ذکر ہے۔ جہاں تک اردو زبان میں دستاویزات کی تیاری کے لیے ورڈ پروسیسر کا تعلق ہے تو اس میں سرخاب، نظامی بعد ازاں ان پیج قابل ذکر ہیں۔ پرانے زمانے کے ورڈ پروسیسر میں سادہ متن ٹائپ کرنا ممکن تھا یعنی ورڈ پروسیسر کی ایجاد سے کمپیوٹر نے ٹائپ رائٹر کی جگہ لے لی تھی۔ اگر موجودہ دور کے ورڈ پروسیسر کی بات کریں تو اس وقت دو قسم کے سافٹ ویئر موجود ہیں جن میں سے ایک وہ ہیں جو کسی شخص یا ادارے کی ملکیت ہیں مثلاً ایم ایس ورڈ اس کی ایک بہترین مثال ہے۔ جب کہ اس کے متوازی Open Source Word Processor کی بات کریں تو Star Word, Libre Office اور Latex وغیرہ شامل ہیں۔ جہاں تک Latex جیسا ورڈ پروسیسر قدیم زمانے کے مساوی رسم الخط سے لے کر آج کی دنیا کے موجودہ رسم الخط میں دستاویزات تیار کرنے کی صلاحیت کا حامل ہے۔ موجودہ ورڈ پروسیسر نہ صرف اس کو استعمال کرنے والے کو ٹائپ کرنے کی سہولت دیتے ہیں بلکہ اس کے پس منظر میں شاید ایک سے زیادہ لغات کی مدد سے لفظوں کے صحیح ہجے بھی درست کرنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں اور کسی ایک جملے کو گرائمر کے لحاظ سے جانچنے کے قابل بھی ہوتے ہیں۔ ۱۹۹۰ء سے پاکستان میں کتابت کا دور تھا۔ خاص طور پر سرشام سے لے کر آدھی رات تک اخبارات کے دفاتر میں کاتب حضرات اگلے دن کی اخبار کو چھاپنے سے پیشتر کتابت کا کام کرتے تھے۔ کتابت کے دوران انسانی غلطیاں عام تھیں۔

انفارمیشن ٹیکنالوجی کی دنیا میں اس وقت انقلاب آیا جب کمپیوٹر انسانی ہتھیلی پر سمارٹ فون کی صورت میں منتقل ہو گیا۔ آئی بی ایم، سونی ایرکسن جیسی کمپنیوں نے اکیسویں صدی کے آغاز سے قبل ہی سمارٹ فون

مارکیٹ میں لانا شروع کر دیے تھے۔ ایرکسن کمپنی کے R380 کو پہلا سمارٹ فون سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ اس میں Symbian Operating System کا استعمال ہوا تھا۔ ہم جانتے ہیں کہ سمارٹ فون میں تمام قسم کی ہدایات اسکرین پر انگلی کے ذریعے دی جاتی ہیں۔ اس طرح سمارٹ فون کی دنیا میں یا تو بول کر خاص طور پر موجودہ دہائی میں یا پھر انگلی کے ذریعے سے ٹائپنگ کا عمل مکمل کیا جاتا ہے۔

مزید برآں یونی کوڈ کی وجہ سے تمام برقی آلات میں انگریزی کے علاوہ دیگر زبانوں کی سہولت میسر ہے۔ ان تمام آلات کی بدولت دنیا کی بیشتر زبانوں میں یہ سہولت موجود ہے لیکن تیز ترین ٹائپنگ کے لیے سمارٹ فون کی اسکرین زیادہ موزوں نہیں ہے۔ لٰہذا وقت کے ساتھ ساتھ آواز سے متن میں بدلنے والے سافٹ وئیر کی مدد سے سمارٹ فون میں ٹائپنگ کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے۔ Android Operating System کے حامل سمارٹ فونوں میں مائیکرو سافٹ کی طرف سے متعارف کردہ سافٹ وئیر کی عبارت انگریزی زبان کے ساتھ ساتھ دنیا کی دیگر زبانوں میں ٹائپنگ کی سہولیات مہیا کرنے میں پیش پیش ہے مگر اس کے علاوہ بھی مختلف زبانوں میں مختلف قسم کی عبارت سمارٹ فون پر ٹائپنگ کے مقاصد کے لیے موجود ہے اور استعمال کی جا رہی ہیں۔ سمارٹ فون کو جب بھی استعمال کیا جائے تو یہ یاد رہے کہ سمارٹ فون اور اس کے استعمالات کسی بھی سافٹ وئیر کے لیے اسے بطور کلائنٹ مشین استعمال کرنے کے لیے ہیں۔ یعنی اس کا استعمال ایک پرسنل کمپیوٹر یا لیب ٹاپ کے مقابلے میں بہر حال محدود ہے مگر اپنی Portability کی وجہ سے اس کا استعمال روز بروز بڑھتا جا رہا ہے اور اس کو زیادہ قابلِ استعمال بنانے کے لیے مزید تحقیق ہو رہی ہے۔ ہمیں عہد کرنا ہو گا کہ اپنی قوم اور اس کی قومی زبان کی حفاظت کے لیے ہر وہ قدم اٹھائیں گے جو اس ملک کی بہتری اور بقا کے لیے ضروری ہو۔

باب دوم میں اُردو کمپوز کاری کی روایت کے حوالے سے بحث کی گئی ہے کہ جب کاتب حضرات کو اجارہ داری حاصل تھی تو زیادہ سے زیادہ پروف خوان کاتب کی غلطیوں کی نشاندہی کر سکتے تھے۔ اس کے علاوہ املا کا معیار بھی کاتب حضرات کا ہی مرہون منت تھا۔ گو کہ اُردو ادب میں اس حوالے سے کئی لطیفے بھی مشہور ہیں کہ

کاتب حضرات نے کتابت کرتے ہوئے اپنے ذخیرۂ الفاظ کا استعمال کرتے ہوئے مصنف کے متن کو کچھ سے کچھ میں تبدیل کر دیا۔ یعنی وہی محرم سے مجرم والا قصہ۔ اس صورت حال میں اگر موجودہ دور کو دیکھا جائے تو مشینی آلات کی دستیابی کی وجہ سے اُردو کمپوزکاری کی روایت میں ایک جدت آتی گئی جس میں املا کے معیار کی پابندی سے لے کر درست الفاظ کے استعمال تک مختلف ورڈ پروسیسر میں دستیاب سہولیات کی وجہ سے بہتر معیار سامنے آنے لگے ہیں۔ کسی ایک ورڈ پروسیسر میں ایک سے زیادہ ڈکشنریاں پس منظر میں استعمال کرتے ہوئے صرف کمپوزکاری کے ذخیرہ الفاظ پر بھروسا نہیں کیا جا سکتا۔ انفارمیشن ٹیکنالوجی کے اس دور میں کسی حد تک ہر شخص ہی کمپوزنگ کا کام آسانی سے سرانجام دے سکتا ہے مگر پیشہ ورانہ کمپوزر کی ضرورت اپنی جگہ برقرار ہے۔ اس لیے کہ مشینیں کسی بھی انسان کو آسانیاں تو مہیا کرتی ہیں مگر کسی بھی چیز کا ماہر بنانے کے لیے وقت اور تجربہ کا کوئی بھی نعم البدل نہیں ہے۔ پیشہ ورانہ کمپوزر جس قدر مہارت اور غلطیوں سے پاک مسودات کو بنانے میں جو وقت صرف کرتا ہے عام آدمی اس کے عشر عشیر تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔ صرف کسی دور میں موجود سافٹ ویئر کی مدد سے ایک عام استعمال کنندہ تھوڑا بہت کام ضرور کر سکتا ہے۔

کمپیوٹر پر اُردو ورڈ پروسیسر (لفظ کار) تیار کرنے کی کوششوں کا آغاز اَسّی (۸۰) کی دہائی میں شروع ہو گیا تھا بلکہ مونوٹائپ اور لائنوٹائپ کمپنیوں نے اس کام کا آغاز اس سے بھی پہلے کر رکھا تھا، لیکن نتیجہ ۱۹۸۰ء میں سامنے آنا شروع ہوا۔ روزنامہ ''جنگ'' کراچی نے اپنے دفاتر میں پہلا کمپیوٹر نصب کیا جس نے کئی دہائیوں کی تاریخ بدلی اور کاتبوں کی جگہ آہستہ آہستہ کمپیوٹر نے لے لی۔ اس کمپیوٹر کی قیمت اُس وقت تقریباً ۵۰ لاکھ روپے تھی۔ اس کے بعد ''نوائے وقت'' میں بھی ہاتھ سے کتابت کا دور کمپیوٹر پر منتقل ہوا۔ کتابت کی خوبصورتی کے حوالے سے مونوٹائپ کا تیار کردہ نوری نستعلیق فانٹ لائنوٹائپ کی نسبت زیادہ خوبصورت تھا اور یہی فانٹ کمپیوٹر کے زمانے میں اُردو کی کمپوزنگ کے لیے بہتر ثابت ہوا۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ مختلف کمپنیوں نے اُردو ٹائپ رائٹر کی تیاری کے لیے کوششیں شروع کیں مگر ہر مشین ساز کمپنی نے اپنے ماہرین کی آرا کو سامنے رکھتے

ہوئے اپنے اپنے کلیدی تختے تیار کیے، جو ایک دوسرے سے مشابہ نہیں تھے۔ یوں کئی مختلف کلیدی تختے مارکیٹ میں آ گئے۔

اُردو کمپوزکاری کے لیے ٹائپ رائٹر کی ایجاد کے حوالے سے اگر تحقیق کی جائے تو اس سلسلے میں یہ بات واضح ہے کہ کمپوزکاری کا بنیادی ماخذ کتابت سے لیا گیا تھا۔ جس طرح کتابت میں لفظوں کے جوڑ، شوشے، دائرے اور لائنوں کی ترتیب کو مدِ نظر رکھ کتابت کی جاتی ہے۔ بالکل اسی طرح کمپوزکاری کے لیے اُردو ٹائپ رائٹر ایجاد کرتے وقت بھی ماہرین نے اس بات کا خیال رکھا کہ ٹائپ کرتے وقت لفظوں کو کتنے حصّوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

کتابوں کی خفی خطاطی کو کتابت کہتے ہیں جو عموماً کتابوں کو لکھنے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ اس میں چھوٹی چھوٹی نبیں استعمال ہوتی ہیں جن کے مختلف سائز اور نمبر ہوتے ہیں اور یہ تمام نبیں ایک ملی میٹر سے کم ہوتی ہیں۔ اس کے ذریعے آرٹ پیپر اور ٹریسنگ پیپر پر براہ راست کتابت کی جاتی ہے۔ کتابت میں خطاطی کا مکمل معیار برقرار نہیں رکھا جاسکتا۔ تاہم اس میں سطری اصولوں کو مدِ نظر رکھا جاتا ہے۔ جب وحی کا نزول ہوا تو اس وقت کتابت کی ضرورت محسوس کی گئی۔ لہٰذا آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں کم و بیش چالیس کاتبان کو وحی لکھنے پر مامور کیا گیا جن میں خاص طور پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ زود نویس خطاط مشہور تھے۔ یہاں علم تحریر سے مراد کسی زبان کا لکھنا نہیں بلکہ اس کو خوش خط تحریر کرنا مراد لیا جاتا تھا۔ یعنی زبان کے ساتھ ساتھ سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں خطاطی کے حوالے سے بھی اپنے صحابہ کرام کو خاص ہدایات جاری فرمائی تھیں اور اس کے فروغ کے لیے آپ نے کاتبان وحی کو ایک خصوصیت عطا فرمائی۔

خطاطی ہمارے اسلاف کی پہچان کا ایک تاریخی حوالہ ہے جس میں قرنِ اوّل اسلام سے لے کر دورِ حاضر تک تمام اصحاب فن اور اُن کے فن پاروں کی قدر افزائی کی جاتی تھی۔ خطاطی ہماری تاریخ کا وہ حوالہ ہے جس کے باعث ہماری تہذیب کا ایک خوبصورت تصور ذہن میں ابھرتا ہے۔ ایک وقت تھا کہ ہمارے معاشرے میں مرد حضرات کے ساتھ ساتھ اعلیٰ گھرانوں کی خواتین شاعری اور خطاطی میں اعلیٰ ذوق کی مالک ہوتی تھیں۔

خطاط کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ شاہ ایران نے خطاط میر خلیل اللہ شاہ کی شان میں قصیدہ لکھا اور شہزادی زیب النساء نے آقا عبد الرشید دیلمی کے اعزاز میں تعریفی اشعار کہے۔ آقا عبد الرشید دیلمی جو اپنے عہد کے استاذ الاساتذہ تھے اور شہزادوں اور شہزادیوں کے اتالیق تھے۔

ایک وقت تھا جب میکانی ٹائپ رائٹر پر ٹائپ کرتے ہوئے نہ صرف ٹائپ کرنے والا بلکہ اس کے ارد گرد کے لوگ بھی اس مشینی آواز کو سن سکتے تھے۔ اس کے علاوہ اس میں ٹائپ کرنے کے لیے انگلیوں کو اپنی پوری طاقت کے ساتھ استعمال کرنا پڑتا تھا۔ کمپیوٹر کے آنے سے پیشتر میکانی ٹائپ رائٹر کسی حد تک برقی ٹائپ رائٹروں سے بدل دیے گئے۔ تاریخی حوالے سے اگر جائزہ لیا جائے تو اس بات کی گواہی ملتی ہے۔ مذکورہ حوالوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ٹائپ کی ضرورت و اہمیت کو بہت پہلے محسوس کیا جانے لگا تھا۔ چنانچہ اس حوالے سے کی گئی کوششیں آخر کار بار آور ثابت ہوئیں اور ۱۹۶۳ء میں پاکستان میں غالباً پہلی مرتبہ مرکزی لینگویج بورڈ نے ٹائپ رائٹر کی بورڈ کی معیار بندی کا کام سرانجام دیا۔

دوسری مرتبہ ۱۹۷۴ء میں ٹائپ رائٹر کو انگلیوں پر دباؤ کے لحاظ سے زیادہ استعمال ہونے والے حروف کی بنیاد پر ترتیب دیا گیا۔ ۱۹۸۰ء میں مقتدرہ قومی زبان نے نسخ خط کی بنیاد پر ۴۴ کلیدوں پر مشتمل اُردو حروف اور اعراب کے ساتھ ساتھ گرامر کی علامتوں اور اکیس (۲۱) ریاضی کی علامتوں اور ہندسے لکھنے کی سہولت مہیا کر دی گئی تھی۔ بعد ازاں ۱۹۹۸ء میں مقتدرہ قومی زبان سے اُردو ضابطہ تختی کو ترتیب دیا گیا جس پر برقی اور کمپیوٹر کی بنیادوں پر کی بورڈ کی معیار بندی کا کام مکمل کیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے بعد نادرا اور مائیکروسافٹ جیسے اداروں نے بھی مذکورہ معیار کے تحت کی بورڈ کے استعمال کو متعارف کرایا۔

ایک وقت تھا جب میکانی ٹائپ رائٹر پر ٹائپ کرتے ہوئے نہ صرف ٹائپ کرنے والا بلکہ اس کے ارد گرد کے لوگ بھی اس مشینی آواز کو سن سکتے تھے۔ اس کے علاوہ اس میں ٹائپ کرنے کے لیے انگلیوں کو اپنی پوری طاقت کے ساتھ استعمال کرنا پڑتا تھا۔ کمپیوٹر کے آنے سے پیشتر میکانی ٹائپ رائٹر کسی حد تک برقی ٹائپ رائٹروں سے بدل دیے گئے۔ مذکورہ حوالوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ٹائپ کی ضرورت و اہمیت کو بہت

پہلے محسوس کیا جانے لگا تھا۔ چنانچہ اس حوالے سے کی گئی کوششیں آخر کار بار آور ثابت ہوئیں اور ۱۹۶۳ء میں پاکستان میں غالباً پہلی مرتبہ مرکزی لینگویج بورڈ نے ٹائپ رائٹر کی بورڈ کی معیار بندی کا کام سرانجام دیا۔

موجودہ دور میں ہمارے استعمال میں جو پرسنل کمپیوٹر موجود ہیں یہ حساب کتاب کرنے کی ایک مشین کے طور پر ایجاد ہوئے تھے۔ بعدازاں وقت کے ساتھ ساتھ اس میں جدت آتی گئی اور اسے مختلف مقاصد کے لیے استعمال کرنے کا آغاز ہوا۔ وقت کے ساتھ ساتھ دنیا کی مختلف زبانوں کے اسکرپٹ بھی اس میں شامل ہوتے گئے اور متن پر کام کرنے کے سلسلے میں مختلف سافٹ ویئر بھی Develop ہوتے رہے۔ یوں گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ ایک ہی پروگرام ایک سے زیادہ زبانوں میں کام کرنے کی اہلیت کا حامل ہونے لگا جس کی وجہ سے ایک ہی قسم کے کمپیوٹر ہارڈ ویئر اور سافٹ ویئر دنیا کے مختلف ممالک میں اپنی اپنی زبانوں میں استعمال ہونے لگے۔ پاکستان میں بیسویں صدی کے آخری عشرے میں کمپیوٹر کے استعمال کا آغاز ہوا اور اکیسویں صدی کے آغاز سے ہی اسے مختلف مقاصد کے لیے استعمال کرنے کا سلسلہ تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔ قومی زبان اُردو میں کمپیوٹر کا استعمال سب سے زیادہ اخبارات نے شروع کیا۔ بعدازاں تمام شعبوں میں اسے استعمال کیا جانے لگا۔ مقتدرہ قومی زبان میں مائیکروسافٹ کے تعاون سے ونڈو ایکس پی اور آفس ایکس پی کو اُردو میں تبدیل کیا گیا جس کی وجہ سے سسٹم کی سطح پر مختلف سافٹ ویئر میں اُردو کی سپورٹ حاصل ہو گئی۔

علم کی تاریخ میں پرنٹنگ پریس کو ایک بنیادی اور اہم حیثیت حاصل ہے کیونکہ اس کی بدولت انسان نے علمی میدان میں جس قدر ترقی کی ہے وہ زمانۂ قدیم کے انسان کے لیے ایک خواب کی حیثیت رکھتی تھی۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ پرنٹنگ پریس ٹیکنالوجی کی دنیا میں ایک انقلابی ایجاد ہے جس کے باعث یورپی دنیا میں بہت سی عظیم کتابوں کی اشاعت کو ممکن بنایا گیا اور یہ ایجاد علم کے پھیلاؤ کا ذریعہ ثابت ہوئی۔ تاریخی حوالے سے اگر پرنٹنگ پریس کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ایجاد پندرھویں صدی میں جوہانس گوٹن برگ، ایک سنار کی بدولت ہوئی، جس کا تعلق جرمنی سے تھا۔ بعض تاریخ نگار جوہانس گوٹن برگ کو پرنٹنگ

پریس کی ایجاد کا موجد ماننے سے انکار کرتے ہیں کیونکہ ان کی تحقیق کے مطابق جوہانس گوٹن برگ کی پرنٹنگ پریس کی ایجاد سے چھے سو سال پہلے پریس کی ایجاد ہو چکی تھی جو کہ چینی راہبوں نے کی تھی۔

اُردو کتابت کو جدید سائنسی دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے نوری نستعلیق کی ایجاد کی گئی جو اس وقت بہت زیادہ مہنگا ہونے کی وجہ عام پریسوں کے لیے خریدنا ممکن نہ تھا۔ جس کے باعث خطاطی کے اُصول وضوابط طے کیے گئے تاکہ طباعت میں سہولت اور نفاست پیدا کی جاسکے۔

اُردو ٹائپ کے ذریعے طباعت کے حوالے سے اگر بات کی جائے تو یہ موضوع دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ عربی رسم الخط کی بہت ساری پیچیدگیوں کے باوجود یورپ میں سولہویں صدی کی ابتدا میں عربی کتب ٹائپ میں شائع ہونا شروع ہو گئی تھیں۔ اس صدی کے شروع میں خطِ نسخ اتنی زیادہ تیزی سے ترقی کرتا گیا کہ بہت بڑی ضخیم کتابیں بھی خطِ نسخ میں شائع ہونے لگیں۔ پھر ہندوستان میں جب اٹھارھویں صدی کے آخری عشرے میں کتابوں کی طباعت کا سلسلہ شروع ہوا تو فارسی اور اُردو کے لیے سب سے پہلے ٹائپ رائٹر ہی استعمال کیا گیا۔

فورٹ ولیم کالج کے زیرِ اہتمام نستعلیق ٹائپ میں بہت سی کتابیں شائع کی گئیں جن میں کلیاتِ میر، باغ و بہار، آرائشِ محفل، انتخابِ غزلیات، کلیاتِ سودا، منتخب اشعار از شعرائے ہند وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ اگرچہ حرفوں کی غیر مانوس نشست اور ان کے درمیان خلا، خوبصورتی اور فن شناسی کے حوالے سے زیادہ موزوں نہ سہی مگر فورٹ ولیم کالج کا یہ بہت بڑا احسان تھا کہ اس نے اُردو زبان کو دنیا کی دیگر ترقی یافتہ زبانوں کے مقابل کھڑا کر کے کتابت کی جگہ ٹائپ کو اختیار کیا۔ آج اگر اُردو کو تکنیکی اور سائنسی اعتبار سے یہ مقام حاصل ہے تو اسے یہاں تک پہنچانے کے لیے صدیوں کا سفر طے کرنا پڑا ہے جس میں فورٹ ولیم کا کردار بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ ٹائپ کا فن کب ایجاد ہوا اس بارے میں حتمی طور کچھ کہنا مشکل ہے البتہ ۱۴۵۲ء میں جرمنی کے قصبہ منیز (Mainz) میں ایک چھاپہ خانہ موجود تھا جس کا مالک جوہانز گوٹن برگ (Johannes Gutenberg) نامی ایک شخص تھا۔ اس چھاپہ خانے میں سانچوں کے ذریعے حروف ڈھالے جاتے تھے اور کچھ دستاویزات چھاپی جاتی تھیں۔ منیز سے ٹائپ کی چھپائی یورپ کے دوسرے ملکوں میں پھیلی اور مختلف

زبانوں کے حروف ڈھالے گئے۔ برصغیر پاک و ہند میں طباعت کا فن پرتگیزوں کے ذریعے ۱۵۳۵ء میں متعارف ہوا۔ سترہویں صدی کے وسط میں ایک پارسی بھیم جی پارکھ نے گجراتی رسم الخط کا ٹائپ تیار کرنے کی خاطر انگلستان سے اس فن کے ماہر منگوائے جن کی نگرانی میں مقامی دستکاروں نے گجراتی زبان کا ٹائپ تیار کیا۔ اس کے بعد بنگالی زبان کا ٹائپ ۱۷۷۸ء میں ہوگلی میں سر چارلس ولکنز(Sir Charlas Wikins)نے تیار کرایا۔ انیسویں صدی میں کلکتہ میں ایسے چھاپہ خانے وجود میں آچکے تھے جن میں اُردو ٹائپ کا خاطر خواہ انتظام تھا کیونکہ مارچ ۱۸۲۲ء کو کلکتہ سے اُردو اخبار ''جام جہاں نما'' کا اجرا ہوا۔ اس اخبار کا ٹائپ فورٹ ولیم کالج کی کتابوں کے ٹائپ سے مختلف، نہ خطِ نستعلیق تھا اور نہ ہی خطِ نسخ تھا۔

عصر حاضر میں سمارٹ فون نے لوگوں کو اپنا عادی بنا دیا ہے اس کا فائدہ اردو زبان کو بھی ہوا ہے۔ کیونکہ موبائل میں بھی اردو کی بورڈ استعمال کر کے کسی بھی ویب سائٹ سے ہم تمام معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف اردو موبائل ایپس کی تیاری میں بھی پروگرامر حضرات کی دلچسپی کی بدولت صارفین کو بہت سے مفید ذرائع میسر آئے جن میں اُردو زبان سیکھنے کے علاوہ کئی بہترین لغات، تفریح اور معلوماتی ایپس شامل ہیں۔ اطلاعیات کا یہ شعبہ بھی ہر ممکن حوالے سے اردو زبان کی ترویج و ترقی میں معاون و مددگار ثابت ہو رہا ہے۔ سوشل میڈیا جس میں فیس بک، وٹس اپ، ٹویٹر، بلاگ اور گوگل ٹرانسلیٹر وغیرہ ایسی ایپلی کیشنز ہیں جو اردو کی ترقی میں عصر حاضر میں اہم رول ادا کرتے ہیں۔ ان کے ذریعے دنیا کے کسی بھی حصّے میں رہ کر اپنی بات دوسروں تک پہنچائی جا سکتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ کمپیوٹر سافٹ ویئر کی مدد سے لغات کی تیاری اور مشینی ترجمہ ممکن ہو پایا۔ اس کے لیے مختلف سافٹ ویئر مرتب کیے گئے جن کی مدد سے اردو سے انگریزی ترجمے کی محدود صلاحیت موجود تھی۔

سمارٹ فون، موبائل فون جس کو سیل فون(Cell Phone)اور دستی فون بھی کہا جاتا ہے۔ یہ جدید ٹیکنالوجی سے تیار کی جانے والی ایک الیکٹرانک ڈیوائس ہے جس کے ذریعے سمارٹ فون کو آزادانہ طور پر دوران سفر یا کسی بھی جگہ کسی تار کے بغیر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ جدید دور میں جو موبائل فون تیار کیے جا رہے ہیں ان

میں انٹرنیٹ کی سہولیات بھی دستیاب ہیں۔ اس کے علاوہ ان میں پیغامات، تصاویر، ویڈیوز بھیجنے اور موصول کرنے، تصاویر اور ویڈیو بنانے کی بھی خصوصی سہولیات میسر ہیں۔ موبائل فون اصل میں ایک مواصلاتی نظام سے ہی تیار کیا گیا ہے۔ اسے لوگوں کے درمیان ایک دوسرے کے ساتھ بہترین انداز میں رابطوں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ موبائل فون نے رابطوں کے طریقہ کار کو دنیا میں یکسر تبدیل کر دیا ہے۔ ایس۔ ایم۔ ایس، ایم۔ ایم۔ ایس، ای میل، آڈیو اور ویڈیو کال جیسی سہولیات بھی موبائل فون میں دستیاب ہیں۔ موبائل فون نے رابطوں میں حائل رکاوٹوں کو بھی یکسر ختم کر دیا ہے اور اب آپ پوری دنیا میں کسی بھی جگہ اپنے عزیز و اقارب اور کاروباری سلسلے میں اپنے مطلوبہ شخص سے پلک جھپکنے سے پہلے رابطہ کر کے نہ صرف بات کر سکتے ہیں بلکہ اس کی سرگرمیوں کو پوری طرح دیکھ بھی سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ موبائل فون کی وجہ سے پوری دنیا ایک عالمی گاؤں (گلوبل ویلیج) کی شکل اختیار کرتے ہوئے دوریاں اور فاصلے ختم ہو گئے ہیں۔ یہ ایک انقلابی ٹیکنالوجی ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ بہتر سے بہتر ہوتی چلی جا رہی ہے۔ موبائل فون نے انسانی زندگی میں ایک بہت سی سہولتیں اور تبدیلی پیدا کی ہے جو اس سے پہلے میسر نہیں تھی۔

باب سوم میں کمپوز کاری کی تاریخ کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ یہ کسی نہ کسی صورت میں انسان کے زیرِ تصرف رہی ہے مگر اس وقت ہمارا موضوع اُردو کتابت، اُردو ٹائپنگ کے بعد اگلا مرحلہ کمپیوٹر پر اُردو کمپوز کاری پر بحث کرنا ہے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ اس سے پہلے کمپوز کاری کے متعلق سارا کام کاتب اور خوش نویس حضرات انجام دیتے تھے۔ ہر کاتب اپنی صلاحیتوں اور تجربہ کے مطابق یہ کام کرتا تھا۔ ان میں سے کچھ بہت اچھے خوش نویس تھے جن کے معاوضے انتہائی زیادہ ہوتے تھے اور کچھ خوش نویس جو اپنے فن میں اتنے ماہر نہیں ہوتے تھے کم معاوضہ پر بھی کام کرنے کو تیار ہوتے تھے۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ اپنی مہارت اور لیاقت کے مطابق خوش نویسوں کے اپنے اپنے معاوضے تھے۔ بہر حال کاتب یا خوش نویس جتنا بھی اچھا ہو انسانی تقاضا ہے کہ وہ کام کی کثرت کے سبب اپنے کام کے معیار کو چند صفحات کے بعد اپنے جذبے کو برقرار نہیں رکھ سکتا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ کسی کتاب کی کتابت میں ہمیں کہیں بہت اچھی تحریر دیکھنے کو ملتی اور کہیں کمزور تحریر سے

بھی ہمارا واسطہ پڑتا تھا۔ عام طور پر کتاب کے ابتدائی صفحات کی کتابت تو بہت خوبصورت ہوتی لیکن جیسے جیسے کاتب آگے بڑھتا جاتا اس کی کتابت کمزور ہوتی چلی جاتی۔ ہزاروں کاتبوں میں سے کوئی ایک ماہر فن کار ہوتا جو اوّل سے آخر تک اپنے معیار کتابت کو برقرار رکھتا تھا۔

ضرورت محسوس کی گئی کہ اس مسئلے کا حل نکالا جائے کہ کسی کتاب کی کتابت میں شروع سے لے کر آخر تک ایک ہی معیار کو برقرار رکھا جاسکے۔ کتابت کے معیار کو برقرار رکھنے کے لیے اس کا آسان اور مناسب حل یہ نکالا گیا کہ اُردو نسخ میں ٹائپ کو فروغ دیا جائے۔ اس حوالے سے ایک طویل عرصہ تک نسخ ٹائپ پر کتابت ہو کر کتابیں طبع کی جاتی رہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ نستعلیق کی مقبولیت اور عوامی حلقوں میں اس کی طلب کے باعث، اِسے فروغ دینے کے لیے بہت کوششیں کی گئیں۔ ایک عرصہ نستعلیق میں ٹائپ کو فروغ دینے کے تجربات میں گزر گیا مگر یہ مسئلہ حل نہ ہو سکا۔ آخر کار انسان کمپیوٹر کی ایجاد میں کامیاب ہو گیا اور اس ٹیکنالوجی کی مدد سے اس نے کوشش کی کہ نستعلیق میں ٹائپ کے مسئلے کو حل کیا جائے۔ کمپیوٹر نے جہاں انسانی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کیے وہاں اُردو کمپوز کاری کی دنیا میں بھی جدّت پیدا کی اور جدید سائنسی علوم و فنون کی ترویج و اشاعت بھی انگریزی میں کمپیوٹر پر ہونے لگی۔ اُردو کے لیے یہ مسئلہ اب بھی سنگین صورتِ حال کا حامل تھا۔ اس مسئلہ پر بہت غور و فکر کیا گیا کہ جدید ٹیکنالوجی نے جہاں دنیا کے تمام شعبوں کو متاثر کیا ہے وہاں اُردو کمپوز کاری کے حوالے سے بھی کام ہونا چاہیے۔ انھی کوششوں کے نتیجے میں آخر کار نوری نستعلیق فانٹ کے نام سے اُردو کمپیوٹر کی ایجاد میں ماہرین کو کامیابی حاصل ہوئی۔

کمپیوٹر پر اُردو پروگرام کا اگر جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ مقتدرہ قومی زبان کے قیام کے بعد اُردو ادب کے حلقوں نے اس ضرورت کو شدت سے محسوس کیا کہ اُردو کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے اس کی ترقی میں حائل رکاوٹوں کو دور کیا جائے۔ اُردو کمپیوٹر کے رواج کی دوسری وجہ یہ تھی کہ پاکستان کے بڑے اشاعتی ادارے کاتبوں کے غیر معیاری کام اور اچھے کاتبوں کے بڑھتے ہوئے معاوضوں سے

تنگ ہو کر مشینی کتابت پر توجہ مرکوز کیے ہوئے تھے۔ان کی کوشش تھی کہ کم سے کم وقت میں کتابت کا زیادہ سے زیادہ معیاری کام کر کے وقت کی بچت کی جاسکے۔

اُردو کمپوزکاری کے حوالے سے اگر بات کی جائے تو یہ مختلف سافٹ ویئر میں کی جاتی ہے مگر ان میں سے دو قسم کے سافٹ ویئر زیادہ مؤثر اور کارآمد ہیں۔ایک ''اِن پیج'' اور دوسرا ''ایم ایس آفس''۔ دونوں سافٹ ویئر کے استعمال کے ضمن میں اپنے اپنے مسائل ہیں۔ موجودہ دور میں یونیورسٹیوں اور علمی و تحقیقی اداروں کی سطح پر زیادہ تر مائیکروسافٹ آفس میں اُردو کمپوزکاری کو ترجیح دی جاتی ہے۔مائیکروسافٹ ورڈ میں اُردو حروف کاری کے مروج ہونے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس میں مسائل کے ساتھ ساتھ بہت سی خصوصیات بھی پائی جاتی ہیں جو کہ اب تک کسی دوسرے سافٹ ویئر میں کم دیکھنے میں آتی ہیں۔مائیکروسافٹ ورڈ نے کمپیوٹر پر اُردو ٹیکنالوجی کو فروغ اور اس کے استعمال کو آسان بنانے کے لیے ایک معاون انسٹالر پروگرام بھی تیار کیا جس سے عام آدمی بھی اِسے کمپیوٹر میں انسٹال کر کے ایم ایس ورڈ میں اُردو زبان منتخب کر کے اُردو حروف کاری کر سکتا ہے۔ یہ ایک مفید اور معاون سافٹ ویئر ہے۔اُردو مواد کو اِن پیج سے ورڈ اور ورڈ سے اِن پیج میں لے جانے کے لیے معاون سافٹ ویئر یونی کوڈ سیلوشن کے نام سے بھی موجود ہے جو معاونت فراہم کرتا ہے۔اس کے علاوہ ان پیج کا بول بالا ہے۔ لیکن ان پیج میں تحریر کردہ مواد کو انٹرنیٹ کے سرچ انجن سے تلاش نہیں کیا جاسکتا۔اس کے برعکس پاک اردو انسٹالر ایک یونی کوڈ سافٹ ویئر کی حیثیت رکھتا ہے جس کی مدد سے سرچ انجن میں اُردو میں اپنی پسند کے مواد تک رسائی حاصل کی جاسکتی ہے۔یونی کوڈ کی خاصیت یہ ہے کہ یہ ایم ایس ورڈ میں بھی کام کرتا ہے۔

مائیکروسافٹ ورڈ کمپیوٹر پر سب سے زیادہ استعمال ہونے والا سافٹ ویئر ہے۔ اس میں اِن پیج کے مقابلے میں کافی آسانیاں ہیں۔اس کے باوجود اُردو کمپوزنگ کے لیے عام طور پر ان پیج سافٹ ویئر کو ترجیح دی جاتی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اُردو مواد پر مشتمل کتاب کی تزئین و ترتیب میں سہولیات زیادہ پائی جاتی ہیں۔کمپوزکاری کے عمل میں بعض اوقات ہم اپنا کمپوز کیا ہوا مواد کسی دوسری جگہ منتقل کرنا چاہتے ہیں یا کسی دوسرے شخص کو کسی

سافٹ ویئر کے ذریعے یہ مواد بھجوانا چاہتے ہیں تو اس کے لیے ہم ای میل کا سہارا لیتے ہیں۔ اگر ہم کوئی مواد کسی شخص کو یونی کوڈ فارمٹ کی صورت میں بھجواتے ہیں تو ممکن ہے کہ اُسے مطلوبہ مواد اِن پیج میں ضرورت ہو۔ اس کے برعکس اگر ہم اُسے اِن پیج فارمٹ میں بھجواتے ہیں تو ممکن ہے کہ اُسے یہ مواد یونی کوڈ فارمٹ میں درکار ہو۔ اس طرح ایک فارمٹ سے دوسرے فارمٹ میں مواد کی تبدیلی بھی بہت بڑا مسئلہ ہے۔ کیونکہ مواد کو تبدیلی کرتے وقت کئی ایک سہولیات بھی میسر آئی ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ کچھ مسائل کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اِس لیے اُردو زبان کو جدید ٹیکنالوجی سے ہم آہنگ کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

کمپیوٹر پر اُردو کمپوز کاری کی بات کی جائے تو اس میں بہت سے سافٹ ویئرز کے آنے سے بہت سے مسائل حل ہوگئے ہیں اور جس کام کے لیے کاتب مہینوں لگاتا تھا وہاں اُردو کمپوزر نے یہ کام گھنٹوں اور دنوں میں کرنا شروع کر دیا۔ اس سے طباعت کے نظام میں تیزی پیدا ہونے کے ساتھ وقت میں بھی بچت ہوئی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وقت کے ساتھ ساتھ اُردو کمپوز کاری کی وجہ سے اُردو طباعت نے ترقی کی۔ اس کی ابتدا کچھ ایسے پروگراموں سے ہوئی تھی جو ڈاس کے ذریعے کام کرتے تھے اور جو صفحہ کمپوز کر لیا جاتا تھا اس کو سکرین پر دیکھنے کی سہولت میسر نہ تھی۔ ان پروگراموں میں کاتب، شاہکار اور سقراط وغیرہ جیسے پروگراموں میں کمپوز کاری کی جاتی تھی۔ کمپوز کیے ہوئے مواد کے سکرین پر ظاہر نہ ہونے سے کئی ایک مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ جو مواد کمپوز کیا جاتا تھا جب اس کا پرنٹ آؤٹ لیا جاتا تو صورتِ حال کچھ اور ہوتی تھی۔ اس کمی کو دُور کرنے کے لیے ہندوستان میں اُردو کمپوز کاری کے لیے پہلا اِن پیج پروگرام تیار کیا گیا جس کے باعث مواد کو سکرین پر دیکھنے کی سہولت میسر ہوئی۔ موجودہ اُردو کمپوز کاری میں بھی کئی ایک مسائل کا سامنا ہے جنھیں ماہرین کے نزدیک دور کرنا ازحد ضروری ہے۔ ان میں سرِفہرست مسئلہ عبارت پر اعراب لگانے کا ہے۔

روزمرّہ تحقیق و تجربات کی بنیاد پر اُردو کمپوز کاری کے حوالے سے بہتر سافٹ ویئر کا اگر ذکر کیا جائے تو ہم نوری نستعلیق فونٹ اور فارسی رسم الخط کو ہی ترجیح دیتے ہیں تو پھر فونٹ کے اوپر مذکورہ مسائل، جن کا ذکر کیا گیا ہے، انھیں حل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ مائیکروسافٹ ورڈ نے جہاں اُردو کمپوز کاری

کے بہت سے مسائل کو حل کیا ہے وہاں اس میں بہت سی خامیاں ابھی باقی ہیں مثلاً مائیکروسافٹ ورڈ میں کمپوز کیے گئے مواد کے درمیان غیر مناسب وقفہ پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ مائیکروسافٹ ورڈ میں تحریر کی سب سے بڑی خامی ہے جو دیکھنے اور پڑھنے میں بھی اچھی نہیں لگتی۔ اس کے علاوہ ایسے دو الفاظ کا مرکب جنھیں ایک ہی جگہ ہونا چاہیے آپ اپنی مرضی سے جوڑ نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ کچھ لوگ واپس اِن پیج سے رجوع کرنے لگے ہیں جس میں الگ قسم کے مسائل ہیں اور بہت سی سہولیات بھی نہیں، جیسے اشاریہ بنانا، فہرست بنانا، الفاظ کی سٹائل شیٹ لگانا، تصاویر شامل کرنا وغیرہ۔اس کے باوجود اِن پیج میں تحریر کی خوبصورتی اپنی ایک الگ انفرادیت رکھتی ہے۔

دنیا میں بولی جانے والی زبانیں ہماری آوازوں کا مجموعہ ہیں۔ جب ہم اس زبان کو لفظوں کا جامہ پہناتے ہیں تو اسے ہم ان آوازوں کا لباس کہہ سکتے ہیں کیونکہ ہم ان الفاظ کے ذریعے ہی آوازوں کی شناخت کرتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں یہ الفاظ آواز کی شناخت ہیں۔ جو زبان رسم الخط کے بغیر ہوتی ہے اِسے تصوری زبان (Ideograph) کہہ سکتے ہیں۔ کسی بھی زندہ زبان کا رسم الخط ضرور ہوتا ہے۔اس لیے جیسے جیسے وہ زبان ترقی کرتی ہے اس میں اصلاحات کی گنجائش بھی ہوتی ہے اور اس کے لیے نئے نئے الفاظ بھی وضع ہوتے رہتے ہیں۔ اسے دو مثالوں کے ذریعے مزید واضح کیا جاسکتا ہے کہ عربی زبان کے رسم الخط میں ضرورت محسوس ہونے پر بہت سی اصلاحات کی گئیں، جیسے عربی کا پرانا رسم الخط نقطوں کے بغیر پڑھا جاتا تھا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس پر نقطوں کی ضرورت کو محسوس کیا گیا۔ دوسری قسم کی اصلاحات میں اس پر زیر، زبر، پیش، کششوں اور شوشوں کا استعمال کیا گیا جس کا آج بھی ہماری زبان اُردو میں استعمال کیا جارہا ہے۔

مشینی رسم الخط کے دور میں اس ضرورت کو شدت سے محسوس کیا جانے لگا کہ اُردو زبان کی معیار بندی ہونا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ کمپیوٹر کے ایک سسٹم پر لکھی گئی عبارت کسی دوسرے سسٹم پر کھولی جاسکے، پڑھی جاسکے اور اس میں تبدیلیاں کی جاسکیں۔ لہٰذا ماہرین نے فیصلہ کیا کہ اس بنیادی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ایک یونی کوڈ پلیٹ بنائی جائے جس پر اُردو کے تمام حروف کو نمبر دیے جائیں۔ جب بھی ہم

کسی کمپیوٹر پر کوئی زبان لکھتے ہیں تو اس زبان کو کچھ مخصوص نمبر دیے جاتے ہیں۔ کمپیوٹر کوئی زبان نہیں پڑھتا بلکہ وہ نمبر پڑھتا ہے جو اسے کسی حرف کے لیے دیا گیا ہوتا ہے۔ کمپیوٹر اسے اپنے حافظے میں محفوظ کرتا ہے، اس پر عمل کاری کر کے اس کے مطابق نتیجہ یا شکل سکرین پر دکھاتا ہے۔

اُردو کلیدی تختوں کی تاریخ کے حوالے سے اگر ہم جائزہ لیں تو یہ سفر کمپیوٹر کی ایجاد سے بھی پہلے شروع ہوا تھا یعنی میکانکی ٹائپ مشینوں کے ذریعے اُردو کو ٹائپ کرنے کا آغاز بیسویں صدی کے وسط سے برصغیر پاک و ہند میں استعمال میں آیا۔ ذیل میں ہم ایک مختصر سا جائزہ پیش کریں گے کہ کس طرح کلیدی تختے اُردو ٹائپ مشین سے آج کے کمپیوٹر تک کا سفر کرتے ہوئے آئے ہیں۔ ایک فرق کی وضاحت ضروری ہے کہ میکانکی ٹائپ رائٹر مشین سے نستعلیق یا نسخ خط فکس تھا مگر بعد ازاں کمپیوٹر میں کلیدی تختے صرف حروف کو ٹائپ کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں جب کہ خط کی شکل و صورت کے لیے الگ سے فانٹ کی فائلیں استعمال ہوتی ہیں یعنی ایک ہی کلیدی تختے سے کمپیوٹر پر ٹائپ کیا ہوا متن خط نسخ یا نستعلیق دونوں میں یا ایک سے زائد فانٹ کے طرز میں تبدیل کیا جا سکتا ہے لیکن ہمارا موضوع اس وقت کلیدی تختوں پر مشتمل ہے لہٰذا اس جائزے کے سفر کو آغاز سے دیکھا جائے تو ابتداً اُردو ٹائپ مشین کی تیاری کے امکانات کا جائزہ لینے کے لیے میر عثمان علی خان نے جامعہ عثمانیہ کے طالب علموں کے ایک وفد کو یورپ بھیجا گیا۔

ایک حقیقت جس پر تمام اہل علم کا اتفاق تھا کہ اُردو ٹائپ رائٹروں کی عدم موجودگی میں اُردو زبان کی ترقی اور فروغ کے خواب کو شرمندہ تعبیر نہیں کیا سکتا تھا۔ دوسری طرف اُردو رسم الخطوں کی بحث جس میں نسخ اور نستعلیق کے جھگڑوں کی وجہ سے یہ کام بہت مشکل نظر آ رہا تھا۔ قومی زبان اُردو کو فروغ دینے والے خیر خواہوں کے دلوں میں یہ خواہش مسلسل پیدا ہو رہی تھی کہ کسی نہ کسی طرح ان مشکلات پر قابو پا کر کوئی ایسا مشترکہ لائحۂ عمل اور فارمولا تیار کیا جائے جس پر سب کا اتفاق ہو۔ دور جدید میں ٹی آئی پی نے مقتدرہ قومی زبان کے تعاون سے برقی ٹائپ رائٹر کا ایک خاکہ تیار کیا جس میں نستعلیق یا اس کے قریب کے خط کو برقی ٹائپ رائٹر کے ذریعے ٹائپ کرنے کی کوشش کی گئی۔ ۱۹۸۶ء میں کثیر استعمال اور قلیل استعمال کی کلیدوں کے مطابق

مذکورہ برقی ٹائپ رائٹر کے کلیدی تختوں کو ترتیب دیا گیا۔ ۱۹۹۸ء میں نادرا کے قیام کے ساتھ ہی مقتدرہ قومی زبان نے کثیر استعمال اور قلیل استعمال کی کلیدوں کی بنیاد پر ایک کلیدی تختہ وضع کر کے پیش کیا جسے نہ صرف نادرا نے اپنایا بلکہ بعد ازاں کمپیوٹر کی دنیا کی اہم کمپنی مائیکروسافٹ نے بھی اپنالیا۔

ورڈ پروسیسر کمپیوٹر سافٹ وئیر کی ایک ایسی قسم ہے جس میں دستاویز کی تیاری کا کام انجام دیا جاتا ہے۔ موجودہ دور میں ایک ورڈ پروسیسر کسی بھی ایک دستاویز میں متن کے ساتھ ساتھ چارٹ، جدول، دستاویزات، خاکے، تصویریں، غرض کہ ہر قسم کی معاونت، لے آؤٹ، فارمٹ کو اس میں شامل کرنے کی سہولت مہیا کرتے ہوئے اس وقت دو قسم کے ورڈ پروسیسر سافٹ وئیر کے زمرہ جات موجود ہیں۔ ایک وہ جو نجی/پرائیویٹ کمپنیوں نے بنا کر قیمتاً لوگوں کو مہیا کیے مثلاً ایم ایس ورڈ پروسیسر اس کے علاوہ اوپن سورس سافٹ وئیر بھی موجود ہیں جو مارکیٹنگ کے لوگوں نے تیار کر کے مفت استعمال کے لیے فراہم کیے ہیں اور Apache Office، Star Office وغیرہ ایک سادہ دستاویز سے لے کر پوری کتاب یا رپورٹ کی تیاری کے سافٹ وئیر بھی موجود ہیں۔ مزید یہ کہ موجودہ دور کے سافٹ وئیر میں ایک سے زیادہ زبانوں کے متن کو ٹائپ کرنے اور انھیں مختلف وضع میں ترتیب دینے کا Tamplate کے تحت سہولیات موجود ہیں۔ غرض ہم کہہ سکتے ہیں کہ آج کے دور کی کوئی بھی متنی دستاویزات ورڈ پروسیسر کے بغیر تیار کرنا ممکن نہیں تو آسان بھی نہیں۔

اس سافٹ وئیر کے مارکیٹ میں آنے سے اُردو ورڈ پروسیسنگ کے لیے راستے ہموار ہونا شروع ہو گئے اور کئی ایک کمپنیوں نے اپنے اپنے سافٹ وئیر تیار کیے جن میں شاہکار، خطاط، سرخاب، گلوبل، اور ہمالہ نامی سافٹ وئیر تیار ہو کر عوامی حلقوں میں پیش کیے گئے۔ یہ تمام سافٹ وئیر ڈاس کے تحریری ماحول میں کام کرتے تھے۔ اس کے بعد ''کاتب'' کے نام سے ایک اُردو سافٹ وئیر مارکیٹ میں آیا جو ڈاٹ میٹرکس پرنٹر پر پرنٹ کرنے کی سہولت فراہم کرتا تھا جبکہ اس کے مقابلے میں باقی تمام لیزر پرنٹر پر ہی پرنٹ ہو سکتے تھے۔ ''کاتب'' میں ایک اور خوبی بھی پائی جاتی تھی کہ اس کے ذریعے ڈاس میں نستعلیق طرزِ تحریر ٹائپ کرنے کی سہولت تھی۔ اُردو ورڈ

پروسیسنگ کے اس تجربہ نے ترقی کی طرف ایک اور قدم بڑھایا جس کے بعد انگریزی ورڈ پروسیسر (Word) کے ورژن پانچ کو اُردو کے مزاج میں ڈھال کر ''نقاش'' کے نام سے ایک سافٹ ویئر تیار کیا گیا۔

کمپیوٹر سافٹ ویئرز میں تحریر کا سارا نظام انگریزی زبان لکھنے کے لیے تیار کیا گیا ہے، اس لیے اُردو، عربی جیسی زبانوں کو تحریر کرنا مشکل ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ ماہرین نے سافٹ ویئرز میں یہ تبدیلیاں کیں کہ دنیا بھر میں مختلف زبانیں بولنے والے افراد بھی اپنے خیالات کو کمپیوٹر پر منتقل کر سکیں۔ اس وقت دنیا کے کم و بیش دو سو ممالک میں مختلف زبانیں استعمال کی جا رہی ہیں۔ ہر زبان کے بہت سے حروف ہیں۔ اس وقت مروجہ حرفی سیٹ مثلاً ASCII میں صرف ۲۵۶ حروف استعمال ہوتے ہیں۔

باب چہارم میں اُردو کمپوز کاری کے امکانات، مسائل اور ان کے ممکنہ حل کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ آج کے اس مشینی دور میں بذریعہ کمپیوٹر کمپوز کاری کے میدان میں کتابت کو جو فروغ حاصل ہوا ہے، اس سے پہلے شاید انسان نے اس کا تصور بھی نہیں کیا ہوگا۔ انسان کی یہ عظیم جدوجہد کسی فوری عمل کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے کم و بیش دو صدیوں پر محیط محنت اور کوشش کا عمل دخل ہے۔ یہ کوششیں نہ صرف انفرادی، اجتماعی اور اداروں کی سطح پر کی گئیں بلکہ اس میں ایسے افراد کا بھی حصّہ ہے جنھوں نے بہت کم وقت میں اپنے ذاتی مفادات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ملی و قومی جذبہ سے سرشار ہو کر ترقی کے اس کام میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ ماضی کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ اُردو کمپوز کاری کا یہ مسئلہ کب کا حل کر لیا گیا ہوتا، اگر خطِ نسخ اور خطِ نستعلیق کی بحث سے بالاتر ہو کر اس کو حل کرنے کی کوشش کی گئی ہوتی۔

اس وقت یہ ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی ہے کہ قومی زبان کو جدید ٹیکنالوجی کا حصّہ بنا کر اپنی ثقافت میں شامل کیا جائے تاکہ کمپیوٹر ٹیکنالوجی سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جا سکے۔ اس سلسلے میں کمپیوٹر کے استعمال کو فروغ دیتے ہوئے اسے قومی زبان اُردو میں رائج کرنا نہایت ضروری ہے۔ اس سلسلے میں جناب حسام الدین نے پاکستان ڈیٹا مینجمنٹ سروسز (Ajustable /data Management Services) کے تحت ۱۹۷۸ء میں ابتدائی کوششیں شروع کیں۔ اس ادارے نے ایسے سافٹ ویئر متعارف کروائے جن سے اُردو کا

استعمال آسان ہو سکے اور انگریزی میں استعمال ہونے والے سافٹ ویئر بھی اُردو زبان میں استعمال ہو سکیں۔ اس سلسلے میں ''اُردو ماہر''، '''اُردو ۹۸''، ''رقعہ''، ''اُردو ای میل''، ''اُردو کمپیوٹر نظام'' اور ''نستعلیق نظامی'' جیسے پروگراموں کو متعارف کرایا گیا۔

اُردو کے اس پروگرام ''ماہر'' کے منظرِ عام پر آنے سے تحقیق کی مزید راہیں ہموار ہونا شروع ہو گئیں۔ دراصل کمپیوٹر ایک ایسا آلہ ہے جس میں مواد جمع کرنے، یاد رکھنے اور اس کی مدد سے بہت سے کام کرنے کی ایک بڑی صلاحیت موجود ہے۔ اسے ہدایت دے کر بہت سے مخصوص کام لیے جا سکتے ہیں جیسا کہ لفظ کاری (ورڈ پروسیسنگ)، سپریڈ شیٹ، ڈیٹا بیس مینجمنٹ، پیش کاری (پریزنٹیشن) اور صفحہ سازی (پیج میکنگ) جیسے اہم کام شامل ہیں۔ اُردو ماہر کے آنے سے یہ سہولت ہو گئی کہ انگریزی زبان میں پروگراموں کے ساتھ ساتھ اُردو زبان میں بھی اپنی پسند کے خط (نستعلیق) کو شامل کر کے اُردو میں کمپوز کاری کی جا سکتی ہے۔

پاک نستعلیق فانٹ میں نقطہ جات اور علامات کو اُردو متن میں ٹائپ کیا جا سکتا ہے لیکن اس کے لیے ایک خاص قسم کا کلیدی تختہ درکار ہوتا ہے جس میں نقطوں کو ٹائپ کرنے کی سہولت موجود ہوتی ہے۔ اس فانٹ کے ساتھ آپ کو یہ خاص کلیدی تختہ بھی فراہم کیا گیا ہے جس کے ذریعے خالی کشتیاں اور پھر ان پر اپنی خواہش کے مطابق نقطہ جات ٹائپ کیے جا سکتے ہیں۔ اُردو تو عمومی کلیدی تختے سے بھی ٹائپ ہو سکتی ہے لیکن اگر ٹائپ کرتے ہوئے کسی دوسری زبان کے الفاظ بھی اس میں شامل کرنے ہوں تو ان کے لیے کشتیوں اور نقطوں کے امتزاج کے مطابق خصوصی کلیدوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔

پاک نستعلیق فانٹ کے ذریعے عربی، اُردو اور دائیں سے بائیں رسم الخط میں لکھی جانے والی زبانوں کو کمپیوٹر پر ٹائپ کرنے کے لیے ہمیں سب سے پہلے کمپیوٹر پر اس فانٹ کو انسٹال (تنصیب) کرنا ہو گا۔ اس کے لیے کمپیوٹر میں یو ایس بی یا نستعلیق فانٹ کی سی ڈی سے پاک نستعلیق فانٹ انسٹال کریں۔ کمپیوٹر پر موجود تمام فانٹس کی فہرست میں پاک نستعلیق فانٹ کو بھی کاپی کریں۔ اس طرح پاک نستعلیق فانٹ آپ کے کمپیوٹر میں فانٹس کی فہرست میں شامل ہو جائے گا اور اب آپ اسے کسی بھی پروگرام میں استعمال کر سکتے ہیں۔ اس کے

علاوہ آپ کو کلیدی تختہ کی بھی ضرورت ہوگی۔ یہ کلیدی تختہ بھی آپ کی بورڈ لے آؤٹ کی مدد سے اپنے کمپیوٹر میں انسٹال کر سکتے ہیں۔ اس طرح کلیدی تختہ از خود آپ کے کمپیوٹر میں نصب ہو جائے گا۔ اسے استعمال کرنے کے لیے تین شفٹوں کو ملاحظہ کریں۔ عام حالتوں میں تختہ کلید ہمیشہ پہلی شفٹ پر موجود ہوتا ہے۔ جب کہ دوسری شفٹ (کلید) دبانے سے ظاہر ہوگی۔ اس طرح تیسری شفٹ داہنی (Alt) کلید دبانے سے ظاہر ہوگی۔ اس طرح آپ کو انگریزی، اُردو اور عربی تین حالتوں میں کی بورڈ کی سہولت حاصل ہو جائے گی۔

اُردو زبان میں کمپیوٹر سافٹ ویئر کی تیاری کا کام گذشتہ تین دہائیوں سے زائد عرصہ پر مشتمل ہے۔ اس بات کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا ہے کہ انگریزی زبان کے لیے بنائے گئے ایسکی (ASCII) معیارات کی طرز پر اُردو میں ضابطہ بندی کے کوئی بھی صنعتی معیارات موجود نہ تھے۔ اس لیے انفرادی اور صنعتی پیمانے پر کی جانے والی تمام تر کوششیں اُردو حروف ثنائی کوڈز کی بنیاد پر عارضی نقشہ سازی کے باعث ایک دوسرے سے بالکل الگ تھلگ اور غیر مربوط تھیں۔ ہر تحقیق کار اپنے الگ انداز سے ضابطہ معیارات استعمال کر رہا تھا۔ ان میں حرفی سیٹ اور ان کی نقشہ کاری ثنائی کوڈ پر مبنی تھی اس کا مقصد دوسروں کے مقابلے میں اپنا جداگانہ تشخص قائم کرنا تھا۔ دوسرا یہ کہ کمپیوٹر کی صنعت میں مقابلے کے رجحان کے باعث ان مخصوص ضابطوں کو راز میں رکھ کر زیادہ منافع کمانے کے چکر میں ایک معیاری اُردو سافٹ ویئر کی تیاری اور اس کا فروغ اُردو کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ تھی۔ ان حالات میں اُردو کے فروغ کے لیے کمپیوٹر کی معیار بندی کی اشد ضرورت تھی تاکہ ایک یکساں معیار تشکیل دیا جائے جس کی ہر ایک فرد پیروی کرے۔ معیار بندی کی اس فوری اور اہم ضرورت کے پیشِ نظر ماہرین نے اُردو کی معیاری ضابطہ تختی (Standard Code Plate) کی ضرورت پر زور دیا اور حکومت پاکستان سے اس کی باقاعدہ منظوری کروانے میں کامیاب ہو گئے۔

اس وقت اُردو دنیا میں کمپوز کاری کے لیے دو قسم کے پلیٹ فارم موجود ہیں:

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ اُردو ٹائپ رائٹر کی ایجاد کا زمانہ بیسویں صدی کے اوائل سے شروع ہوتا ہے۔ اُردو ٹائپ رائٹر کی تیاری کا سہرا جامعہ عثمانیہ (حیدر آباد دکن) کے سر ہے۔ ۱۹۱۷ء میں جامعہ عثمانیہ کا قیام عمل

میں آیا تو میر عثمان علی خان نے جامعہ کے بعض طلبہ کو وظائف دے کر یورپ بھیجا تاکہ وہ اُردو ٹائپ رائٹر کی ایجاد کے امکانات کا جائزہ لے سکیں۔ اس سے قبل تجرباتی سطح پر اس سلسلے میں جو کوششیں کی گئیں، ان کی حیثیت محض کاغذی نقشوں یا ڈائیا گراموں کی تھی اور باقاعدہ ٹائپ رائٹر کا کوئی بھی نمونہ دستیاب نہیں تھا۔ میر عثمان علی نے جن طلبہ کو یورپ بھیجا تھا، انھوں نے انگریزی ٹائپ مشین کو بنیاد بنا کر اُردو ٹائپ مشین بنانے پر غور و فکر کیا اور عملی تجربات کے ذریعے اس کے میکانکی نظام کو دائیں سے بائیں تحریر کے قابل بنایا۔ ان کوششوں کے نتیجے میں اُردو ٹائپ رائٹر کی ایجاد ممکن ہو سکی۔

مقتدرہ قومی زبان کے کلیدی تختے ۱۹۸۰ء میں گزشتہ بننے والے کلیدی تختوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ایک ایسے کلیدی تختے کی داغ بیل ڈالی گئی جو ہر لحاظ سے مکمل، جامع اور تمام افراد، اداروں، سرکاری دفاتر اور علمی حلقوں میں یکساں مقبول ہوا۔ اس مسئلے کی فوری اہمیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مقتدرہ قومی زبان نے ذیلی مجلس کو یہ ذمہ داری سونپی کہ جس قدر جلد ممکن ہو، اُردو ٹائپ رائٹر کا ایک معیاری کلیدی تختہ مرتب کیا جائے۔ اس مراسلے میں جو تختہ تجویز کیا گیا، وہ ۴۶ کلیدوں پر مشتمل تھا جو اکہتر (۷۱) حروفِ صحیح، حروفِ علت و علاماتِ اعراب اور اکیس ۲۱ نشانات ہندسہ و علاماتِ ریاضی کے لیے مخصوص تھیں۔ یہ کلیدی تختہ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے مرتب کیا۔ یہ امر قابلِ افسوس ہے کہ یہ تقریباً وہی تختہ ہے جو وہ اس سے پہلے ترقی اُردو بورڈ، کراچی کو پیش کر چکے تھے اور خود وہ تختہ اولمپیا کے تختے میں معمولی ردّ و بدل کے بعد تیار کیا گیا تھا۔ اس مجوزہ کلیدی تختے کی اہمیت، کیفیت اور اصلیت کا اندازہ مجلس کو بہت جلد ہو گیا۔ چنانچہ کچھ ہی عرصے بعد ایک اور تختہ قوم کے سامنے پیش کر دیا جو پہلے تختے سے یکسر مختلف تھا۔

حکومتی منظوری کے بعد اُردو ٹائپ مشین بنانے والی تمام کمپنیوں نے اس کلیدی تختے کے مطابق مشینیں تیار کرنا شروع کر دیں۔ ان کمپنیوں میں ٹی آئی پی نے اُردو ٹائپ رائٹر عین اسی کلیدی تختہ کے مطابق تیار کیا۔ آئی بی ایم نے اس کلیدی تختے میں ایک بار پھر سے ردوبدل کر دیا لیکن آئی بی ایم کی اُردو برقی ٹائپ مشین میں حروف کی ساخت مزید بہتر اور خوبصورت ہو گئی۔ خصوصاً حروف کے جوڑوں میں خلا کا مسئلہ بھی کافی حد تک حل ہو گیا۔

اس پیچیدہ صورتِ حال کے پیشِ نظر ضرورت اس بات کی تھی کہ کوئی ایک ایسا معیاری کلیدی تختہ تیار کیا جائے جس سے یہ سارے مسائل حل ہو سکیں۔ اس لیے ۱۹۶۳ء میں وزارتِ تعلیمات کے تحت قائم کردہ مرکزی اُردو بورڈ (موجودہ اُردو سائنس بورڈ) قائم کیا گیا اور اس کو یہ ذمہ داری تفویض کی گئی کہ وہ اُردو ٹائپ مشین کے فروغ کے لیے یہ اہم کام کرے اور اُردو کا ایک معیاری کلیدی تختہ تیار کرے جو عوام الناس کے لیے قابل قبول ہو۔ بورڈ کی کوششوں سے بالآخر ۱۹۶۴ء میں ایک معیاری کلیدی تختہ وضع کر لیا گیا۔ بعد میں حکومت پاکستان نے ایک حکم نامے کے ذریعے اُردو ٹائپ مشین بنانے والی تمام کمپنیوں کو اس بات کا پابند کر دیا کہ آئندہ بننے والی تمام اُردو ٹائپ مشینیں حکومت کے اسی منظور کردہ کلیدی تختے کے مطابق تیار کی جائیں گی۔

۱۹۸۰ء میں جب مقتدرہ قومی زبان کا قیام عمل میں لایا گیا تو اس کے فرائض کار میں نفاذِ اُردو کے ساتھ اُردو ٹائپ مشین کے کلیدی تختے کی تیاری کا کام بھی اِسے تفویض کیا گیا۔ اس دفعہ حکومت پاکستان نے اس کلیدی تختے کو آئندہ بننے والی تمام اُردو ٹائپ مشینوں کے لیے منظور کر لیا۔ اس کے بعد ٹی آئی پی نے پاکستان میں تیار ہونے والی اُردو کی مینوئل ٹائپ مشین اور برقی ٹائپ مشین کے لیے بھی کلیدی تختوں کی منظوری دی مگر اب تک کسی معیاری کلیدی تختے پر اتفاق نہیں ہو سکا۔

مذکورہ مسائل کے حل اور اس سلسلے میں پیدا ہونے والے خلا کو دور کرنے کے لیے مقتدرہ قومی زبان نے ایک کمیٹی کے ذریعے ۱۹۸۰ء میں ایک ایسا کلیدی تختہ تیار کیا جس نے مذکورہ بالا مسائل کا مکمل حل پیش کیا۔ اس کلیدی تختہ کو شروع میں ٹی آئی پی نے اُردو مینوئل ٹائپ رائٹر کے لیے اور آئی بی ایم نے الیکٹرک ٹائپ رائٹر کے لیے استعمال کیا۔ اُردو کمپیوٹر سافٹ ویئر متعارف ہونے کے بعد اب تک متعدد کمپیوٹر فرمیں اس کلیدی تختے کو استعمال کر رہی ہیں۔ ۱۹۸۰ء میں اسے حکومت پاکستان نے اپنے مراسلہ نمبر ۱۴۶/سی ایف/۸۰ کے تحت منظور کیا۔ مقتدرہ کا کلیدی تختہ ٹائپ کے اُصول و ضوابط، حروف کے فی صد استعمال اور انگریزی ٹائپ کرنے والوں کی ممکنہ سہولت کو مد نظر رکھ کر تیار کیا گیا کیونکہ اس میں ہندسے انگریزی ٹائپ رائٹر/کمپیوٹر کی طرح اپنی

اصل جگہ پر موجود ہیں۔ اس کلیدی تختے میں حروف کی ترتیب بھی انگریزی کے متبادل آواز دینے والے اُردو حروف ایک جگہ پر رکھنے کی کوشش کی گئی ہے اور خالی کلیدوں پر زائد الفاظ رکھے گئے ہیں۔

ان حقائق کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ مقتدرہ قومی زبان کے تیار کردہ کلیدی تختے کو اُردو کا معیاری کلیدی تختہ (Urdu Standard Key Board) تسلیم کر کے انٹرنیٹ اور دوسرے سافٹ ویئرز میں استعمال کرنے کی سفارش کی جائے۔

انسانی زندگی کا تاریخی حوالے سے اگر مطالعہ کیا جائے تو ہمیں صوتی سطح پر ایک سکوت نظر آتا ہے۔ اگر مزید تحقیق کی جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ انسان کے اس دنیا میں آنے کے بعد آوازوں کا کوئی باقاعدہ نظام مروج نہیں تھا کہ جس کو سامنے رکھتے ہوئے آپس میں گفتگو کی جائے۔ لیکن آج کے دور کا اگر سرسری جائزہ لیا جائے تو صوتیات کے حوالے سے لاؤڈ اسپیکر، مائیکروفون، ہیڈ فون، ریڈیو، ٹیلی ویژن، ٹیلی فون، موبائل اور دیگر صوتیاتی ٹیکنالوجی کے میدان میں جتنی ترقی انسانی زندگی میں ہو چکی بلاشبہ شاید اس کا تصور بھی نہیں تھا۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ آج کے انسان کے لیے آوازوں کے بغیر زندگی گزارنے کا تصور بھی محال نظر آتا ہے۔ ابتدا میں انسان کے پاس زبان سے الفاظ ادا کرنے کا تصور بھی نہیں تھا۔ اسے فکر تھی تو بس یہی کہ اس نے اپنے پیٹ کی بھوک کیسے مٹانی ہے اور اپنا تن کیسے ڈھانپنا ہے؟ جب کہ دیگر مخلوقات اپنی جبلی کیفیات کے باعث مختلف آوازیں نکالنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ رفتہ رفتہ اس نے اپنے ارد گرد کی مخلوقات چرند پرند کی آوازیں سنی ہوں گی تو اپنے اوپر ایسی کیفیت طاری کی ہو گی کہ وہ بھی ان کی طرح آواز نکالے تاکہ دوسرے اس کی طرف متوجہ ہوں۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ ایک انسان کو اگر دنیا سے الگ تھلگ کر دیا جائے تو کبھی بھی کچھ نہیں بول سکے گا۔ البتہ جب اس کے ساتھ کسی دوسرے انسان کو رکھا جائے گا تو وہ اس کے سامنے اپنی کیفیت کا اظہار کرے گا اور اپنے دل کی بات اس تک منتقل کرنے کی کوشش کرے گا۔ ماضی میں بھی انسان نے جب اپنے کسی اظہار کے لیے ابلاغ کی کوشش کی ہو گی تو اشاروں میں یا صوتی ذرائع کو استعمال کیا ہوگا۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ ابتدائی زندگی محض من اور تو کے گرد ہی گھومتی رہی ہو گی۔ شعور انسانی نے جب غور و فکر شروع کیا تو زبان پر عبور حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اس لیے کہا

جاسکتا ہے کہ زبان کی نشوونما میں معجزاتی یا کسی روحانی یا غیر مرئی قوت کا عمل دخل بھی ہوگا جس سے انسان نے اپنے جذبات دوسروں تک پہنچانے کی کامیاب کوشش کی ہوگی۔

زبان الفاظ کا مجموعہ ہے اور انسانی حلق سے نکلنے والی مخصوص آوازیں جب املا کے سانچے میں ڈھل جاتی ہیں تو الفاظ جنم لیتے ہیں۔اس طرح مختلف الفاظ کے تلفظ،ان کی صوتی انفرادیت کا تعین کرتے ہیں۔

علم صوتیات لسانیات کی ایک اہم شاخ ہے جس میں اعضائی تکلم Organs of Speech کے ذریعے آوازوں کو ادا کیا جاتا ہے۔ہم نے کبھی سوچا ہے کہ آوازوں کی ادائیگی کے لیے ہمیں جسم کے کون کون سے اجزا کو حرکت دینا پڑتی ہے۔اس کے لیے ہم آوازوں کی درجہ بندی کرتے ہیں۔ضروری ہے کہ صوتیات سے متعلق دیگر اصطلاحوں سے ہمیں واقفیت حاصل ہونی چاہیے۔زبان کو سمجھنے کے لیے اسے دو حصّوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ اس میں ایک حصّہ انسان کی نفسیات سے تعلق رکھتا ہے جب کہ دوسرا حصّہ میکانکی نظام کے تابع ہے۔

ورڈ پروسیسنگ ایک ایسا عمل ہے جس میں ہم کسی اطلاع، معلومات (Information) کو ٹائپ فارم میں تبدیل کرتے ہیں۔ جس قدر ہمارے پاس انفارمیشن ہوتی ہے وہ تمام الفاظ اور وہ تمام فقرے جنھیں ہم ٹائپ کرنے کے بعد اُن میں تبدیلیاں کر سکتے ہیں۔اس طرح کے عمل کو ورڈ پروسیسنگ کہا جاتا ہے۔اس کی وضاحت اس طرح سے کی جاسکتی ہے ہمارے پاس کمپیوٹر میں کام کرنے کے لیے مختلف قسم کی اپلی کیشنز ہوتی ہیں جس میں ہم ورڈ (الفاظ) لکھتے ہیں۔مثال کے طور پر جب ہم ایم ایس ورڈ میں کوئی نئی فائل کھولنے کے بعد اس میں کوئی بھی پیرا گراف، کوئی فقرہ لکھتے یا ٹائپ کرتے ہیں۔کوئی فقرہ لکھنے یا ٹائپ کرنے کے بعد اگر ہم یہ محسوس کریں کہ اس میں کوئی لفظ غلط لکھ دیا ہے تو ہم اس میں تبدیلی کر کے اس فقرے کو درست کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد اس کے سائز میں کمی بیشی کر سکتے ہیں۔اگر ہم اس کو بڑا یا چھوٹا کرنا چاہیں تو آسانی کے ساتھ کر سکتے ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ لکھے ہوئے الفاظ کو اٹالیک کرنا چاہیں یا فقرے کے کچھ حصّے کو چھوٹا اور کچھ حصّے کو بڑا کرنا چاہیں تو بھی کر سکتے ہیں۔اس سارے عمل کو ورڈ پروسیسنگ کہا جاتا ہے اور اس کے لیے ہم جو سافٹ ویئر استعمال کرتے ہیں اُسے ہم ورڈ پروسیسر کہتے ہیں۔اسی طرح ایم ایس ورڈ بھی کمپیوٹر کی ایک اپلی کیشن ہے اور

اس اپلی کیشن کو ورڈ پر وسیسر کہتے ہیں۔ کمپیوٹر میں ورڈ پر وسیسر وہ سافٹ ہے جو ورڈ کو پر وسیسر کرنے میں ہماری مدد کرتا ہے۔ اگر ورڈ پر وسیسر کا تاریخی حوالے سے جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت کھل کر ہمارے سامنے آئے گی کہ ورڈ پر وسیسنگ کا عمل ۱۹۶۰ء سے اُس وقت شروع ہوا جب ہمارے ہاں ٹائپ رائٹر مشین کی ایجاد ہوئی۔ ٹائپ رائٹر مشین کے ذریعے جو الفاظ لکھے جاتے تھے اُس کو ہم ٹائپ رائٹر کہتے تھے۔ ہمارے پاس کوئی بھی مواد (Document) ہوتا، اُسے ہم ٹائپ کر لیتے تھے۔ اس ٹائپ رائٹر میں اور موجودہ دور کے ورڈ پر وسیسر میں فرق یہ ہے کہ ٹائپ رائٹر میں جو بھی تحریر لکھتے تھے، اُسے ہم تبدیل نہیں کر سکتے تھے۔ اُس میں Undo کی گنجائش بالکل بھی نہیں تھی۔ یعنی ایک دفعہ آپ نے جو کوئی لفظ لکھ لیا اب آپ اُسے مٹا نہیں سکتے تھے۔ جبکہ ہمارے ہاں اس وقت جو جدید ورڈ پر وسیسر ہیں۔ ان میں کسی بھی لفظ کو مٹانا چاہیں تو ہم کلیدی تختے (کی بورڈ) پر لگے ہوئے ایک بٹن بیک اسپیس کو استعمال کرتے ہوئے اُسے مٹا سکتے ہیں۔ تبدیلی کے اس پر وسیسر کو ایڈیٹنگ کہا جاتا ہے۔ یعنی کسی بھی Document میں کوئی تبدیلی لانا چاہیں تو ہم بڑی آسانی کے ساتھ تبدیلی لا سکتے ہیں۔ کسی پرانے لفظ کی جگہ ہم کوئی نیا لفظ استعمال کر سکتے ہیں۔ اسے ایڈیٹ کہتے ہیں۔ اسی طرح اگر آپ نے کوئی فقرہ (ٹیکسٹ) لکھا ہے تو اُسے بالکل ختم بھی کر سکتے ہیں۔ اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ ہم تمام مواد کو ایک دفعہ کنٹرول+اے کا بٹن (Ctrl+A) دبا کر پورا مواد منتخب (سلیکٹ) کر سکتے ہیں اور بڑی آسانی کے ساتھ ختم (Delete) کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ اپنے لکھے ہوئے پورے مواد کو کاپی کر کے ایک فائل سے دوسری فائل میں آسانی کے ساتھ منتقل کر سکتے ہیں۔

اُردو ورڈ پر وسیسر کی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ معیاری کوڈ پلیٹ کی عدم دستیابی تھی۔ جب بھی کوئی کمپیوٹر کو اُردو میں استعمال کا منصوبہ تیار کرتا تو اسے معلوم ہوتا کہ موجودہ تمام اُردو سافٹ ویئر کسی دوسرے اُردو سافٹ ویئر سے مواد کا تبادلہ نہیں کر سکتے اور ابھی کوئی ایسا سافٹ ویئر بھی موجود نہیں کہ جو اُردو کمپوزنگ، ڈیٹا بیس وغیرہ میں ایک ساتھ کام کر سکتا ہو۔ یہ اس لیے بھی ممکن نہیں تھا کہ ہر سافٹ ویئر بنانے والے کو اپنے

علاقے کی ضرورت کے مطابق سافٹ ویئر تیار کرنا پڑتا تھا۔اس لیے جب تک کوئی معیاری کوڈ پلیٹ نہ ہو تو اُردو کے مواد کی باہمی مماثلت ناممکن ہے۔

آج اُردو کی معیاری کوڈ پلیٹ کے نفاذ کے بعد بھی اطلاعیات کے میدان میں اُردو کو بہت سے مسائل کا سامنا ہے۔ اگر ہم بتدریج ان مسائل کے حل نہیں نکالیں گے تو پھر ہمیں سمجھ لینا چاہیے کہ اطلاعیات کے میدان میں ہم آگے بڑھنے کی بجائے پیچھے کی طرف سفر کر رہے ہیں۔

باب پنجم میں پہلے چاروں ابواب کا احاطہ کرتے ہوئے مجموعی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔اس باب میں نتائج، سفارشات اور کتابیات شامل کی گئی ہیں۔

ب۔ نتائج

۱۔ موجودہ دور اطلاعیات (انفارمیشن ٹیکنالوجی) کا دور ہے اور اطلاعیات کی بنیادی اکائی کمپیوٹر ہے۔ دنیا کی تقریباً ہر قوم نے اپنی زبان کو کمپیوٹر سے ہم آہنگ کرنے کے لیے حتی المقدور کوششیں کی ہیں۔ اُردو زبان کے ضمن میں یہ کام قدرے تاخیر سے شروع ہوا اور اس کی کوئی جامع اور منظم سرپرستی بھی نہیں کی گئی، تاہم اُردو نے اپنے مزاج کے مطابق یہاں بھی راستے پیدا کر لیے۔ آج انفارمیشن ٹیکنالوجی کے لیے اُردو ایک موزوں زبان ہے اور بعض تکنیکی مسائل کے علاوہ اس کی مزید ترقی کی راہ میں فقط سیاسی، معاشی عناصر حائل ہیں۔

۲۔ شعبہ اطلاعیات میں اردو کمپوزکاری کی چیدہ چیدہ مشکلات یہ ہیں:

(۱) اُردو کمپوزکاری میں اِملا کے مسائل۔

(۲) اُردو کمپوزکاری میں حروف پر اعراب کے مسائل۔

(۳) اُردو کمپوزکاری کے لیے یکساں کلیدی تختہ (کی بورڈ) کی یکسانیت کے مسائل۔

(۴) اُردو کمپوزکاری کی تربیت کے لیے سافٹ ویئر کا فقدان۔

(۵) یونی کوڈ سے اِن پیج اور اِن پیج سے یونی کوڈ میں مواد کی منتقلی کے مسائل۔

(۶) مواد کی سیٹنگ کے مسائل۔ کمپوزکاری کے دوران بعض الفاظ میں مناسب سیٹنگ کا موجود نہ ہونا بھی باعث خرابی ہے۔

ان مشکلات کو یوں حل کیا جاسکتا ہے:

(۱) غلط اِملا لکھنے سے لفظوں کی شکل بگڑ جاتی ہے۔ اُردو میں اِملا کے مسائل موجود ہیں اور ادارۂ فروغِ قومی زبان نے حال ہی میں یکساں اِملا کی سفارشات پر ایک سیمینار کے بعد اس کی روداد کو کتابی صورت میں شائع کیا ہے۔ لہٰذا اگر اِملا میں یکسانیت پیدا ہو جائے تو کمپوزکاری میں بھی بہتری ممکن ہے۔

(۲) خط نسخ میں اِعراب کے مسائل نہ ہونے کے برابر ہیں البتہ نستعلیق میں اس پر مزید کام کی ضرورت ہے۔

(۳) اُردو کمپوز کاری کے لیے یکساں کلیدی تختہ (اسٹینڈرڈ کی بورڈ) کا ہونا ضروری ہے۔تاہم یہ کام سرکاری سطح پر ہی ممکن ہے۔

(۴) کمپوز کاری کی تربیت حاصل کرنے والوں کے لیے معیاری سافٹ ویئر (ٹائپنگ ٹیوٹر) تیار کیے جائیں۔

(۵) کمپیوٹر اپیلی کیشنز کے ذریعے مواد کو منتقل کرنے کا عمل ممکن ہے تاہم اس میں موجود خامیوں کو دور کرنے کی ضرورت ہے۔

(۶) ایم ایس ورڈ میں بعض الفاظ ایسے ہیں جن کو ملا کر لکھنا ضروری ہے، اِن کی انفرادی طور پر سیٹنگ کرنا پڑتی ہے۔اس کا مستقل حل تلاش کرنا ضروری ہے۔

۳۔ اِطلاعیات کے شعبے میں اُردو کمپوز کاری کا مستقبل اُردو زبان کے مستقبل سے وابستہ ہے یعنی اگر اُردو زبان بولنے والے بدستور اس کو اپناتے رہیں اور جو محبت اُردو سے کل رکھتے تھے اور آج جو دعوی کرتے ہیں، وہ اگر مستقبل میں بھی قائم رہے تو اِطلاعیات کے شعبے میں بھی اس کی ترقی بام عروج تک پہنچے گی وگرنہ لوگ رومن خط میں لکھتے ہوئے آج کل سہولت محسوس کرتے ہیں۔

ج۔ سفارشات

۱۔ اُردو زبان وادب کے ڈگری پروگراموں میں اُردو اطلاعیات کا لازمی مضمون متعارف کرایا جائے تاکہ طلبہ اس مضمون میں کسبِ فیض کے ساتھ تحقیق و تنقید کی راہیں کھولیں۔

۲۔ اُردو املا میں یکسانیت کے لیے اِملا کے مسائل پر توجہ دیتے ہوئے تحقیقی و تربیتی ورکشاپوں کا انعقاد کیا جائے۔

۳۔ دورِ حاضر میں استعمال ہونے والی ٹیکنالوجی خصوصاً موبائل ایپس کو زیادہ سے زیادہ متعارف کرایا جائے تاکہ عوامی سطح پر اُردو کا استعمال عام کیا جا سکے۔

۴۔ پاکستانی زبانوں کو اُردو سے ہم آہنگ کرنے پر خصوصی توجہ دی جائے تاکہ اُردو زبان میں شامل ہونے والی نئی اصطلاحات عوامی سطح پر مروج ہو سکیں۔

۵۔ جدید ٹیکنالوجی پر مبنی درسی نصاب میں اُردو کمپیوٹر کے حوالے سے غیر رسمی تربیت کو متعارف کرایا جائے تاکہ کمپیوٹر کے تمام طلبہ اُردو میں بھی تحقیق کر سکیں

۶۔ رومن اِملا کی حوصلہ شکنی کرتے ہوئے اُردو رسم الخط کی مروجہ اِملا کے ساتھ تحقیق کو فروغ دیا جائے۔

۷۔ کمپوزنگ کی معروف ایپلی کیشن مثلاً ایم ایس ورڈ میں اُردو لغت کو لازمی شامل کیا جائے تاکہ کمپوزکاری کی دوران غلط اِملا کی نشاندہی ہو سکے۔

۸۔ دور جدید کے تقاضوں کے مطابق ابتدائی اور ثانوی تعلیمی سطح سے اُردو اطلاعیات کو پہلے سے موجود کمپیوٹر کے مضمون میں بطور باب شامل کرایا جائے تاکہ ابتدائی سطح پر بھی اِس مضمون سے آگاہی مل سکے۔

۹۔ انگریزی کی بورڈ کے ساتھ ساتھ یکساں اُردو معیاری اور صوتی کی بورڈ کے عملی استعمال پر توجہ دی جائے تاکہ رومن کی بجائے اُردو رسم الخط کو فروغ دینے کے لیے مختلف تکنیکی آلات (ڈیوائسس) پر استعمال میں آسانیاں بہم پہنچائی جاسکیں۔

۱۰۔ ادارۂ فروغِ قومی زبان (مقتدرہ) جیسے معروف اداروں کو معیاری اُردو ٹائپنگ ٹیوٹر اور عملی مشق کے اسباق پر مشتمل سافٹ ویئر متعارف کرانے چاہئیں تاکہ تربیت حاصل کرنے والے اُردو کمپوزنگ میں مہارت حاصل کر سکیں۔

کتابیات

قرآن وحدیث

☆ القرآن کریم، سورۃ العلق، آیت ۱-۴

☆ صحیح ابی داؤد، حدیث نمبر ۴۷۰۰

بنیادی مآخذ

اعجاز راہی، ڈاکٹر، تاریخ خطاطی، ادارہ ثقافت پاکستان، اسلام آباد، مئی ۱۹۸۶ء

حیدر علی ملک، اُردو ٹائپ اور ٹائپ کاری (منتخب مقالات)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ستمبر ۱۹۸۹ء

خورشید عالم گوہر قلم، خطاط مشرق، اعجازِ خطاطی، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۴ء

خورشید عالم گوہر قلم، مخزنِ خطّاطی، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۵ء

سہیل بخاری، ڈاکٹر، اُردو رسم الخط کے بنیادی مباحث، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۸ء

شفقت علی، پریکٹیکل اِن پیج، اُردو کمپوزنگ سیکھیے، ۲۷۵-ریواز گارڈن، لاہور، ستمبر ۲۰۰۲ء

طارق عزیز، ڈاکٹر، اُردو رسم الخط اور ٹائپ، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، اگست ۱۹۸۷ء

عرفان صدیقی، نور علی نور، ادارہ فروغ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۱۹ء

عطش درانی، ڈاکٹر، برقی فرہنگ برائے کمپیوٹر (انگریزی-اُردو)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، اپریل ۲۰۰۵ء

عطش درانی، ڈاکٹر، مرتبہ، اُردو اطلاعیات (جلد اوّل و دوم)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۸ء

علی حیدر ملک، مرتبہ، اُردو ٹائپ اور ٹائپ کاری (منتخب مقالات)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ستمبر ۱۹۸۹ء

متین خالد / مقصود شیخ، کمپیوٹر کے مسائل اور ان کا حل، علم و عرفان پبلشرز، اُردو بازار، لاہور، ۲۰۰۳ء

محمد اسحاق صدیقی، فن تحریر کی تاریخ، انجمن ترقی اُردو، علی گڑھ، ۱۹۶۲ء

محمد سلیم، پروفیسر، تاریخ خط و خطاطین، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، کراچی، ستمبر ۲۰۰۱ء

محمد عطاءاللہ خان، اُردو زود نویسی کا ارتقاء مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۶ء

مولوی عبدالقدوس ہاشمی، ہمارا رسم الخط، انجمن ترقی اُردو ہند، دہلی، س۔ن،

نذیر احمد ملک، اُردو رسم الخط - ارتقا اور جائزہ تاریخی، تہذیبی اور لسانیاتی تناظر میں، الوقار پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۸ء

ثانوی مآخذ

احسان دانش، تذکیر و تانیث، مرکزی اُردو بورڈ، لاہور، مارچ ۱۹۷۰ء

اعجاز راہی، ڈاکٹر، املا اور رموز و اوقاف کے مسائل، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء

افضال احمد، اُردو گنتی کے چند پہلو (پمفلٹ)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۶ء

امام خمینی، سید روح اللہ، جواہر الاصول، ج ا

انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر تاریخ، عالمی میڈیا پرائیویٹ لمٹڈ، دہلی، ۲۰۱۴ء

ایم ایل گوش / مرزا ہادی رسوا، فن زود نویسی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۶ء

پاکستان میں ابلاغیات (ترقی و مسائل)، مسکین علی حجازی، سنگ میل، لاہور، ۱۹۹۰ء

توحید احمد، اطلاعیات، کمپیوٹری انقلاب پر گفتگو، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد ۱۹۹۷ء

خواجہ طوسی، محمد بن حسن، شرح الاشارات والتنبیہات، ج ا،

خورشید یوسف، مشینی ترجمے کا ماضی اور مستقبل (پمفلٹ)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۶ء

رشید حسن خان، اُردو املا، نیشنل اکاڈمی، دریا گنج، دہلی، مئی ۱۹۷۴ء

رشید حسن خان، اُردو اِملا، مجلس ترقی ادب، کلب روڈ، لاہور، مئی ۲۰۰۷ء

رضا علی عابدی، قلم سے کمپیوٹر تک، الماس، ششماہی، جلد ۷، شمارہ - ا، شاہ عبداللطیف یونیورسٹی، خیر پور، سندھ ۲۰۰۴ء

رؤف پاریکھ، ڈاکٹر، لغات اور فرہنگیں، سٹی بک پوائنٹ، اردو بازار، کراچی، ۲۰۱۲ء

رؤف پاریکھ، ڈاکٹر، لغات: تحقیق و تنقید، رنگ ادب پبلی کیشنز، کراچی، ۲۰۲۰ء

رؤف پاریکھ، ڈاکٹر، لغوی مباحث، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۲۰۱۵ء

رؤف پاریکھ، ڈاکٹر، اولین اُردو سلینگ لغت، فضلی سنز (پرائیویٹ) لمٹڈ، اُردو بازار، کراچی، جنوری ۲۰۰۶ء

سلیم الدین قریشی، ڈاکٹر، اُردو کی پہلی مطبوعہ کتاب، (پمفلٹ)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۶ء

سہیل بخاری، ڈاکٹر، اردو زبان میں الفاظ سازی، (پمفلٹ)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، اپریل ۱۹۸۷ء
سہیل بلوچ، ڈاکٹر، بنیادی اُردو قواعد، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۱۰ء
سید احمد رام پوری، خط کی کہانی تصویروں کی زبانی، رام پور رضا لائبریری، قلعہ رام پور، یوپی، انڈیا، ۲۰۰۴ء
سید سلیمان اختر، الیکٹرونک میڈیل کی تاریخ، مشمولہ، کتابی دنیا، دہلی، ۲۰۱۰ء
سید قدرت نقوی، لسانی مقالات حصّہ اوّل و دوم، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۸ء
سید محمد سلیم، پروفیسر، اُردو کتابت کے لیے چند کار آمد اصول (پمفلٹ)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۹ء
شان الحق حقی، لسانی مسائل و لطائف، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۶ء
شفقت رضوی، سید، ہندسے اور ان کی تاریخ پمفلٹ، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۶ء
شفیق انجم، ڈاکٹر / ظفر احمد، ڈاکٹر، مصنفین، اُردو سیکھیے، ادارہ فروغ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۲۰ء
شیما مجید، مرتبہ، اردو رسم الخط (انتخاب مقالات)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۹ء
شیما مجید، لِسانی مذاکرات، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد ۲۰۰۶ء
صبان، محمد علی، حاشیۃ الصبان علی شرح الاشمونی علی الفیتہ ابن مالک، ج ا
عبد السلام خورشید، مرتبہ، اُردو صحافت میں ٹائپ کا مسئلہ، ادارہ مطبوعات نوائے وقت، لاہور ۱۹۵۹ء
عطش درانی، ڈاکٹر، اصلاحی مباحث منتخب مقالات، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۸ء
عطش درانی، ڈاکٹر، اُردو اصطلاحات سازی، انجمن شرقیہ علمیہ، (تنظیم و ترقی)، اسلام آباد، ۱۹۹۳ء
عقیل عباس جعفری، صحیح تلفظ، درست اِملا، اُردو لغت بورڈ، کراچی ۲۰۱۹ء
غلام حسین ذوالفقار، ڈاکٹر، پاکستان میں نفاذ اُردو کی داستان، پمفلٹ، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء
فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، اُردو املا و قواعد، (مسائل و مباحث)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۰ء
فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، اُردو املا اور رسم الخط (اصول و مسائل)، الوقار پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۴ء
کلکتہ کرانیکل، فائل، پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور، ۸۔ جولائی ۱۷۹۰ء
کلیم الٰہی امجد، اُردو قواعد المعروف مصباح القواعد، عبد اللہ اکیڈمی، اُردو بازار، لاہور، ۲۰۱۷ء
گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر، اُردو زبان اور لسانیات، رام پور رضا لائبریری، یوپی، انڈیا، ۲۰۰۶ء

گوہر نوشاہی، ڈاکٹر، اُردو املاء ور موزِ اوقاف، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۶ء

محمد سجاد مرزا، اُردو رسم الخط، عثمانیہ ٹریننگ کالج، حیدر آباد، دکن ۱۹۴۰ء

محمد سلیم، سید، پروفیسر، اُردو رسمُ الخط، مقتدرہ قومی زبان، کراچی، ۱۹۸۱ء

محمد عبدالسلام خاں، قواعد اُردو، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، ۱۹۹۲ء

محمد نجم الغنی خان، علامہ، تاریخ ریاست حیدر آباد دکن، مطبع نولکشور، لکھنؤ، ۱۹۳۰ء

محمد ہارون قادر، ابجدِ تحقیق، الوقار پبلی کیشنز، لاہور، اشاعت چہارم، ۲۰۱۴ء

محمد آفتاب احمد ثاقب، ڈاکٹر، اُردو قواعد واِملا کے بنیادی اُصول (خصوصی مطالعہ)، نقش گر، راولپنڈی، دسمبر ۲۰۰۶ء

مختار زمن، اُردو کی وسعت اور جامعیت، پمفلٹ مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء

مولوی عبدالحق، اردو گرائمر، اُردو محفل، انڈیا، مارچ ۲۰۱۰ء

میمن عبدالمجید سندھی، ڈاکٹر، لسانیات پاکستان، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۲ء

نفیس الدین سعدی، ابلاغ عام اور دور جدید، ڈیسنٹ پریس، کراچی ۱۹۸۶ء

یوزر مینول، ان پیج-۳، مرکز تحقیقات برائے ڈیجیٹل خطاطی، بمبئی، ۱۹۹۵ء

رسائل واخبارات

اخبار اردو، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، فروری ۱۹۹۰ء

اخبارِ اُردو، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، جلد ۱۵، شمارہ ۱۰، اکتوبر ۱۹۹۸ء

اخبار اُردو، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، جلد ۱۵، شمارہ ۶، جون ۱۹۹۹ء

اخبار اُردو، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، جلد ۱۸، شمارہ ۱، ۲، جنوری، فروری ۲۰۰۲ء

اخبار اردو، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، مارچ ۲۰۰۶ء

اُردو دنیا، انڈیا، اپریل ۲۰۲۰

اُردو ریسرچ جرنل، شعبہ اُردو، دہلی یونیورسٹی، دہلی، شمارہ نمبر ۷، جنوری تا مارچ ۲۰۰۷ء

اُردو نامہ، مجلس زبان دفتری، لاہور، اپریل ۱۹۸۶ء

اُردو، سہ ماہی، انجمن ترقی اُردو، جلد ۳، شمارہ ۱۲، بابت اکتوبر ۱۹۲۳ء

اُردو، سہ ماہی، انجمن ترقی اُردو، اکتوبر ۱۹۳۶ء، ص ۵۰۶

روزنامہ جسارت، ۷/ اکتوبر ۲۰۱۹ء

روزنامہ ۹۲ نیوز، جمعۃ المبارک ۵/ مارچ ۲۰۱۲ء

گلوبل سائنس، کراچی، ستمبر ۲۰۱۹ء

ماہنامہ، اُردو دنیا، انڈیا، فروری ۲۰۱۱ء

مخزنِ ادب، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی، ۲۰۱۸ء

ہماری زبان، انجمن ترقی اُردو ہند، دہلی، جون ۱۹۴۳ء

ہماری زبان، انجمن ترقی اُردو ہند، دہلی، یکم فروری ۱۹۴۰ء

قومی زبان، ماہنامہ، انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی، دسمبر ۲۰۱۵ء

لغات/فرہنگیں

اشرف ندیم، جدید اُردو لغت، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۰ء

جمیل جالبی، ڈاکٹر، مرتبہ، قومی انگریزی اُردو لغت، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۸ء

رفیق خاور، مرتبہ، اُردو تھیسارس، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۴ء

سید احمد دہلوی، مولوی، فرہنگ آصفیہ، (جلد اوّل)، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۲ء

شان الحق حقی، مرتبہ، فرہنگ تلفظ، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، طبع اوّل ۱۹۹۵ء

محمد اسحاق جلال پوری، تاج محمد، درسی اُردو لغت، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، طبع اوّل ۲۰۰۱ء

ویب سائٹس

http://bbcurdu.com

http://cle.org.pk

http://font.alqlm.org

http://pak.net/forums.php

http://urdumehfil.org

http://www.alqlm.org/forum/forum.php

http://www.cle.org.pk/urd/index.php

http://www.mbilalm.com

http://www.rekhta.org

http://www.nlpd.org.pk

http://www.urduweb.org/mehfil/forum.php

https://en.wikipedia.org/wiki/ENIAC

(https://en.wikipedia.org/wiki/Z1_(computer

https://ur.wikipedia.org/wiki

https://ur.wikipedia.org/wiki1

/https://urdunotes.com/lesson/murakkab-alfaz-in-urdu

https://urduraj.pk/science-and-technology

https://www.bbc.com/urdu/vert-cap-48763120

https://www.bbc.com/urdu/vert-cap-48763120

web.facebook.com

انٹرویوز

عامر ظہیر، ڈاکٹر، (انٹرویو) از عارف حسین، شعبہ فرنچ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد، ۲۹/اپریل ۲۰۲۱ء، شام ۶ بجے

عظمت زہرا، مدیر، اخبار اُردو، (انٹرویو) از عارف حسین، ادارہ فروغ قومی زبان، اسلام آباد، مورخہ یکم/جون ۲۰۲۱ء، دن ۲ بجے۔

محبوب بگٹی، ڈپٹی ڈائریکٹر آئی ٹی، (انٹرویو) از عارف حسین، ادارہ فروغ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۱/مئی ۲۰۲۱ء، دن ۲ بجے

نوازش علی، سینئر کمپوزر، (انٹرویو) از عارف حسین، ادارہ فروغ قومی زبان، اسلام آباد، ۶/مئی ۲۰۲۱ء، دن ۲ بجے

یاسر جواد، نامور محقق، مترجم (انٹرویو) از عارف حسین، بذریعہ ای میل، لاہور، ۲۸/اکتوبر ۲۰۲۰ء

تحقیقی مقالات

رضیہ نور محمد، اُردو زبان اور ادب میں مستشرقین کی علمی خدمات کا تحقیقی جائزہ، مقالہ برائے پی ایچ ڈی، پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور، ۱۹۷۵ء (غیر مطبوعہ)

ساجد حمید، اُردو زبان وادب کے ابلاغ میں اردو ویب سائٹس کا کردار، مقالہ برائے ایم فل اُردو، شعبہ اُردو، لیڈز یونیورسٹی، لاہور، ۲۰۱۸ء (غیر مطبوعہ)

ساجد عباس، اردو املا: منتخب اُمور، مقالہ برائے ایم اے اردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد، جون ۲۰۱۲ء (غیر مطبوعہ)

انگریزی کتب

Sarmad Hussain, Dr., Lexical Stress in Urdu, National language Authority, Islamabad, 2010

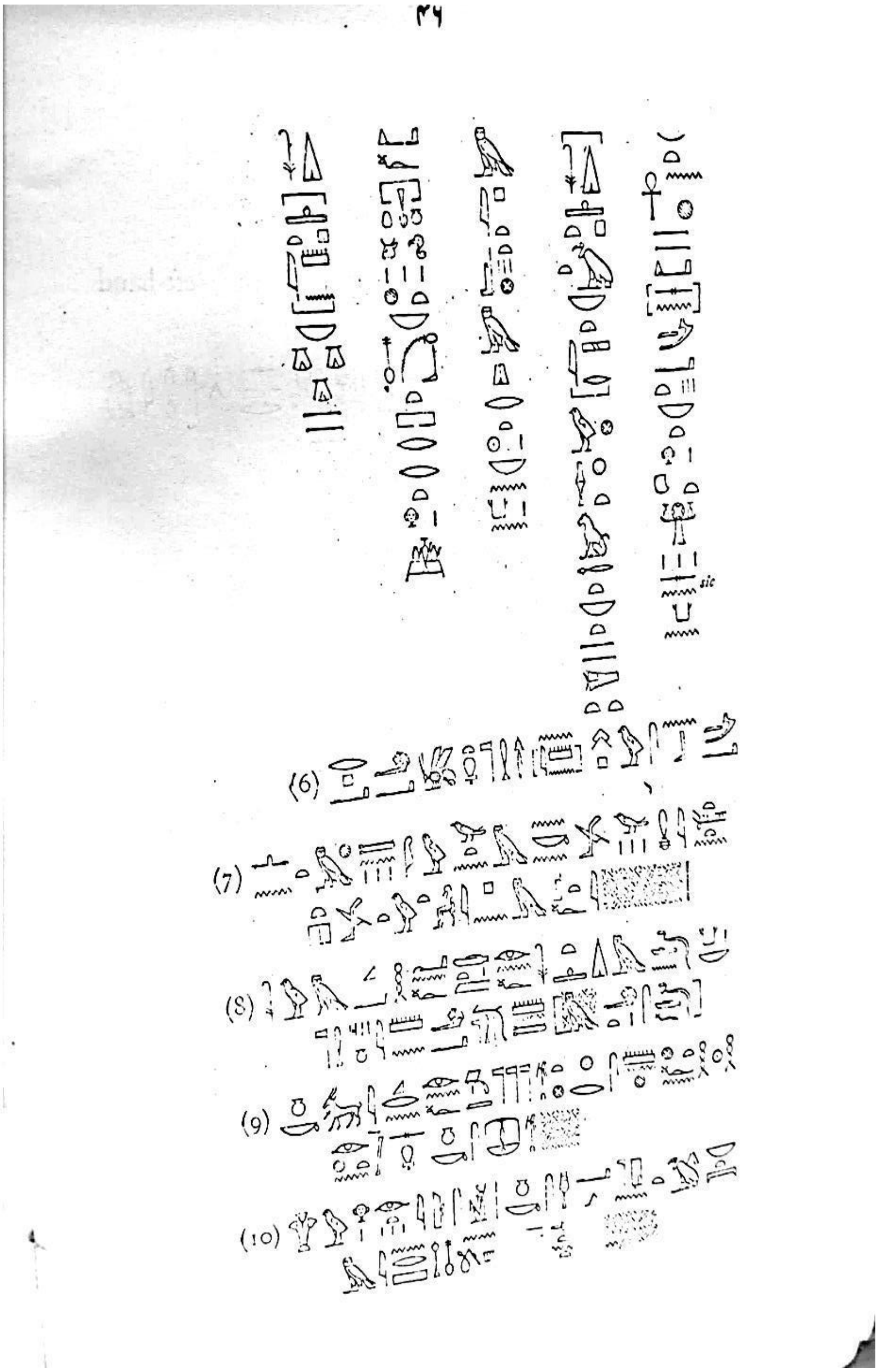

نمونہ کی بورڈ مقتدرہ قومی زبان

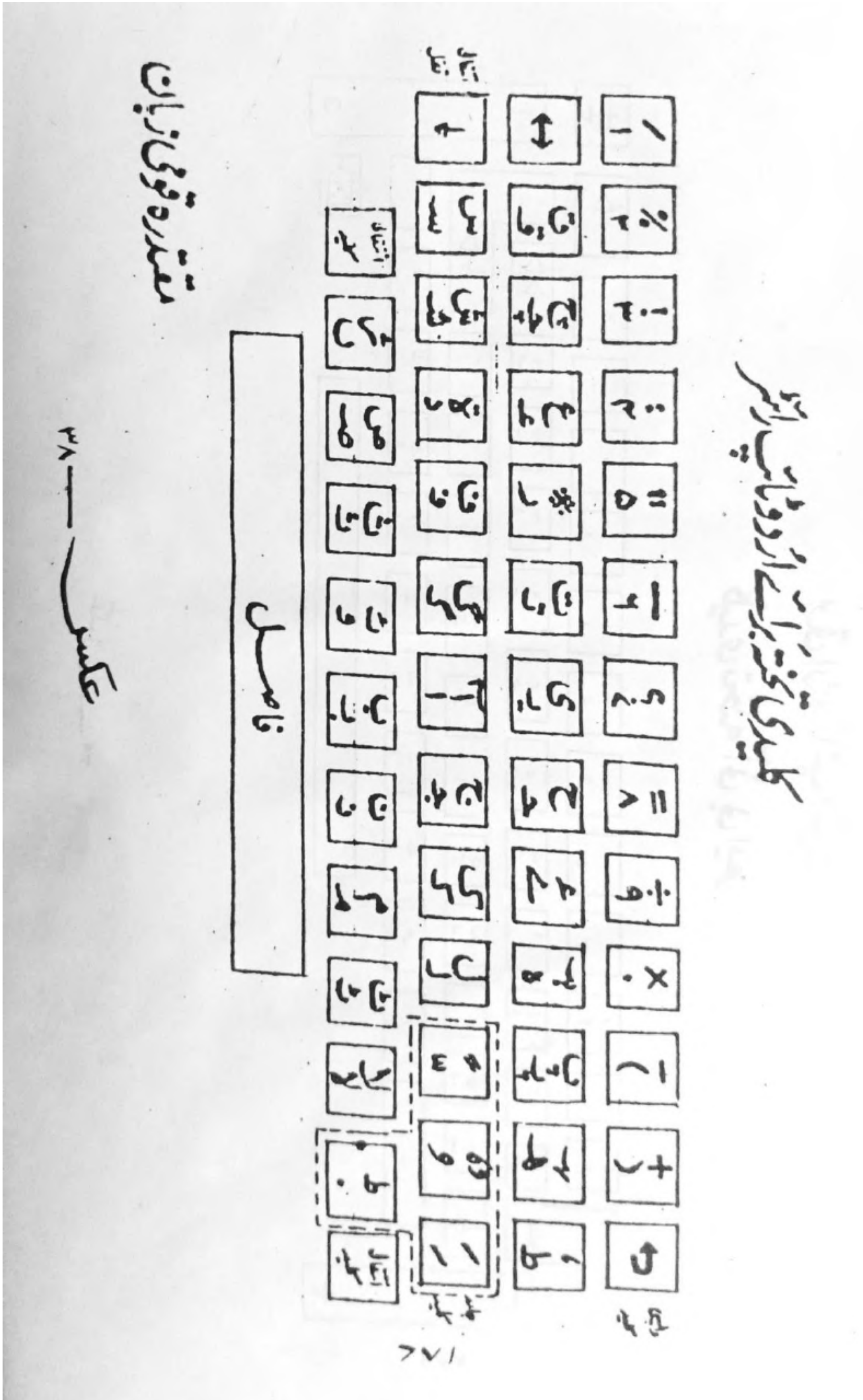

نمونہ ٹی آئی پی مینول ٹائپ رائٹر

... میہ

اسلام آباد ۔ الباکستان

ISLAMIC UNIVERSITY ISLAMABA...

Ref. No. ۱۰-۸۸/ ... /انتظامیہ ۔ آئی ۔ یو

Dated ...

بخدمت گرامی جناب ایم آئی خان صاحب

۔ مقتدرہ قومی زبان

مکان نمبر ۱۰ گلی نمبر ۳۲ ، ایف ۸/۱

اسلام آباد ۔

مکرمی اسلام علیکم !

بحوالہ چٹھی نمبر ص/۱۰/۸۳ (ایف) مورخہ ۸۸/۳/۱۵ اسلامی یونیورسٹی کے پی ایس ٹو وائس چانسلر اور پی اے ٹو وائس چانسلر مندرجہ ذیل درجہ میں ہیں اور اُن کو جو بنیادی تنخواہ اور دیگر الاؤنس دیے جاتے ہیں اُن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے :-

۱ ۔ پی ۔ ایس ۔ ٹو وائس چانسلر ۔ درجہ ۔ ۱۷

۱ ۔ بنیادی تنخواہ ۔ ۱۲۰۰ روپے

۲ ۔ کرایہ مکان ۔ بنیادی تنخواہ کا ۴۵ فیصد
یا
۱۵۰۰ روپے تک مکان کرایہ پر لے سکتا ہے ۔ اور ضروری

• کاروائی کی تکمیل کے بعد ۔ یونیورسٹی مالک مکان کو کرایہ کی ادائیگی کرتی ہے ۔

۳ ۔ میڈیکل الاؤنس ۔ ۱۵۰ روپے (شادی شدہ کے لئے)
غیر شادی شدہ کیلئے ۷۵ روپے ۔

۴ ۔ سواری الاؤنس ۔ ۱۵۰ روپے

۵ ۔ خصوصی تنخواہ ۔ ۲۰۰ روپے

۲ ۔ پی ۔ اے ٹو وائس چانسلر ۔ درجہ ۱۲

۱ ۔ بنیادی تنخواہ ۔ ۱۰۵۰ روپے

۲ ۔ کرایہ مکان ۔ بنیادی تنخواہ کا ۴۵ فیصد

نمونہ آئی بی ایم الیکٹرک ٹائپ رائٹر

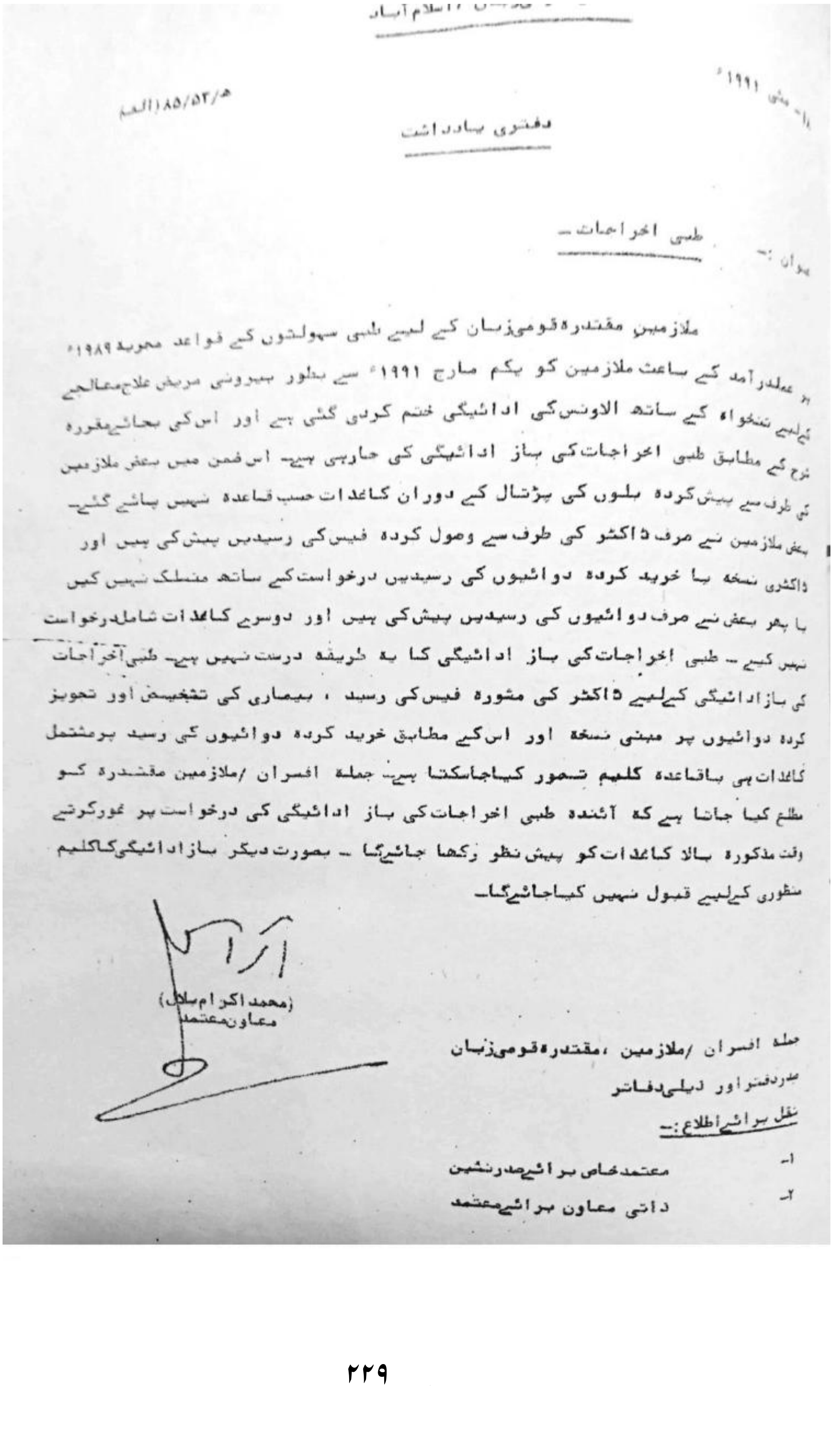

اسلام آباد

ھ/۵۲/۸۵(الف)

۱۱۔ مئی ۱۹۹۱ء

دفتری یادداشت

عنوان :- طبی اخراجات ۔

ملازمین مقتدرہ قومی زبان کے لیے طبی سہولتوں کے قواعد مجریہ ۱۹۸۹ء کے عملدرآمد کے باعث ملازمین کو یکم مارچ ۱۹۹۱ء سے بطور بیرونی مریض علاج معالجے کے لیے تنخواہ کے ساتھ الاونس کی ادائیگی ختم کردی گئی ہے اور اس کی بجائے مقررہ نرخ کے مطابق طبی اخراجات کی باز ادائیگی کی جارہی ہے۔ اس ضمن میں بعض ملازمین کی طرف سے پیش کردہ بلوں کی پڑتال کے دوران کاغذات حسب قاعدہ نہیں پائے گئے۔ بعض ملازمین نے صرف ڈاکٹر کی طرف سے وصول کردہ فیس کی رسیدیں پیش کی ہیں اور ڈاکٹری نسخہ یا خرید کردہ دوائیوں کی رسیدیں درخواست کے ساتھ منسلک نہیں کیں یا پھر بعض نے صرف دوائیوں کی رسیدیں پیش کی ہیں اور دوسرے کاغذات شامل درخواست نہیں کیے ۔ طبی اخراجات کی باز ادائیگی کا یہ طریقہ درست نہیں ہے۔ طبی اخراجات کی باز ادائیگی کے لیے ڈاکٹر کی مشورہ فیس کی رسید ، بیماری کی تشخیص اور تجویز کردہ دوائیوں پر مبنی نسخہ اور اس کے مطابق خرید کردہ دوائیوں کی رسید پر مشتمل کاغذات ہی باقاعدہ کلیم تصور کیا جاسکتا ہے۔ جملہ افسران /ملازمین مقتدرہ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آئندہ طبی اخراجات کی باز ادائیگی کی درخواست پر غور کرتے وقت مذکورہ بالا کاغذات کو پیش نظر رکھا جائے گا ۔ بصورت دیگر باز ادائیگی کا کلیم منظوری کے لیے قبول نہیں کیا جائے گا۔

(محمد اکرام بلال)
معاون معتمد

جملہ افسران /ملازمین ،مقتدرہ قومی زبان
صدر دفتر اور ذیلی دفاتر

نقل برائے اطلاع :-

۱۔ معتمد خاص برائے صدر نشین

۲۔ ذاتی معاون برائے معتمد

فونیٹک کی بورڈ برائے کمپیوٹر

NORMAL

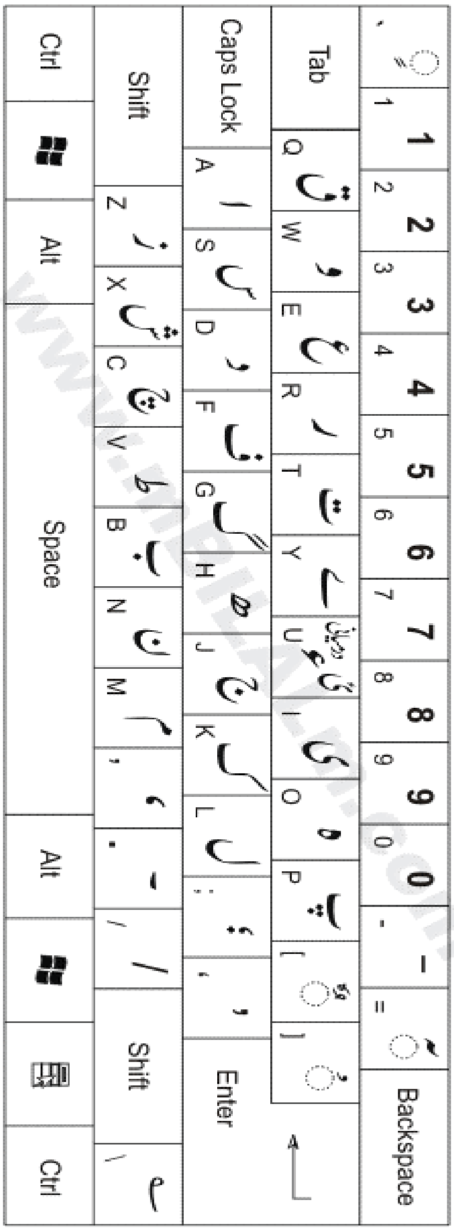

SHIFT

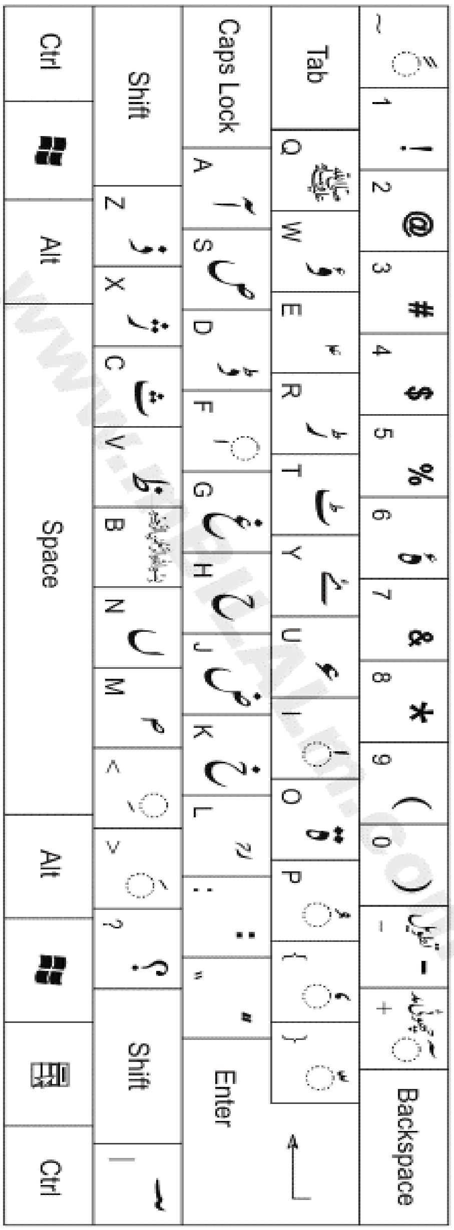

پاک اُردو انسٹالر کی بورڈ برائے ایم ایس آفس

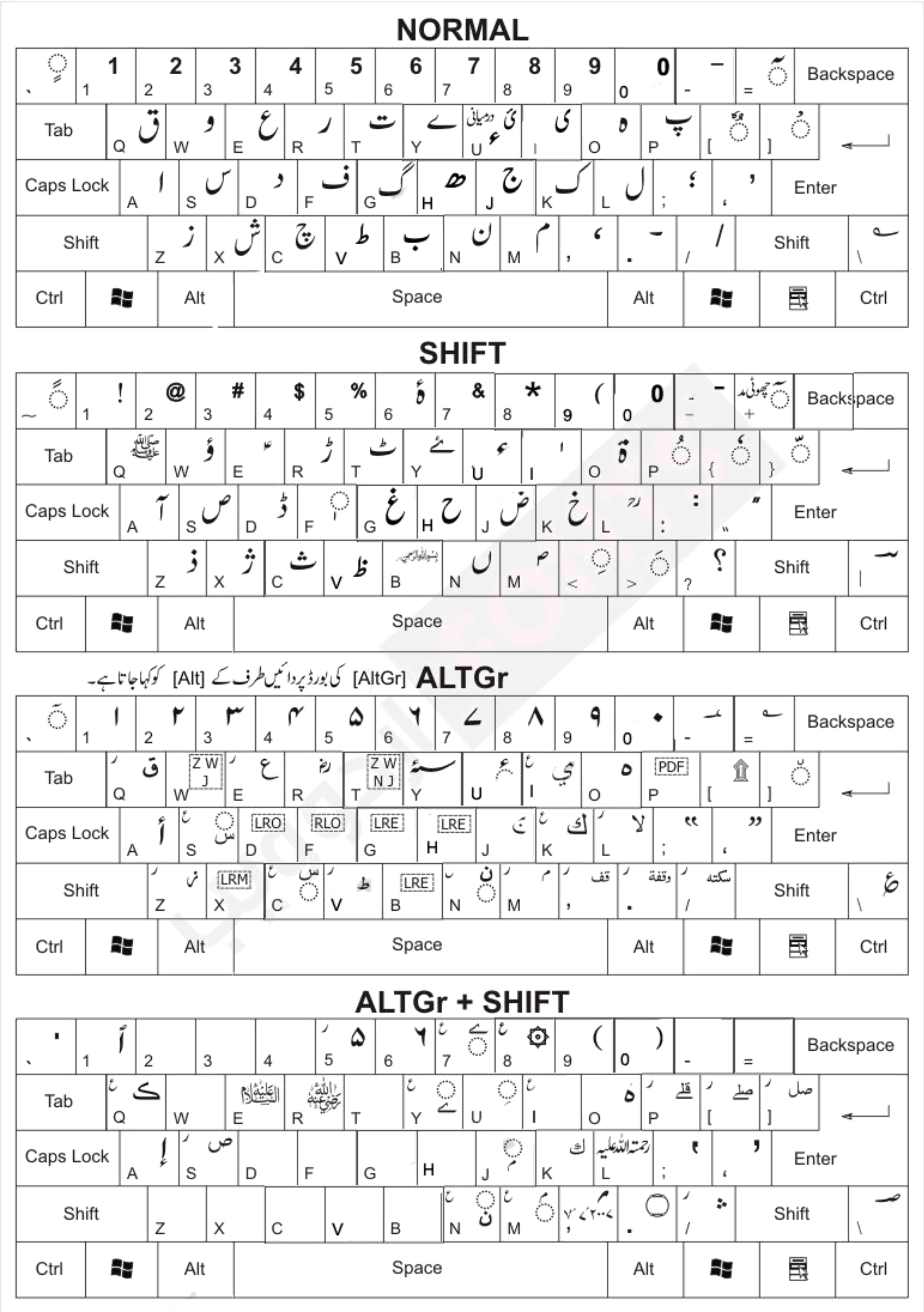

سوالنامہ برائے ماہرین

ماہرین لسانیات

سوال نمبر ۱: بطور ماہر لسانیات اُردو زبان کو جدید ٹیکنالوجی سے ہم آہنگ کرنے کے بارے میں آپ کا کیا مشاہدہ ہے؟

سوال نمبر ۲: اُردو کمپوز کاری کے موجودہ سافٹ ویئر میں لسانی و علمی اعتبار سے کیا مسائل درپیش ہیں، اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

سوال نمبر ۳: کمپیوٹر میں اُردو اِملا و رموز اور اُن کی یکسانیت کے حوالے سے کون سے خاص پہلوؤں کو نمایاں کرنا ضروری ہے؟

سوال نمبر ۴: لسانی و علمی تحقیق کے مطابق اُردو زبان کو کمپیوٹر پر کس طرح ترجمے کی زبان بنا کر اطلاعیات میں کمپوز کاری کے لیے آسانیاں فراہم کی جاسکتی ہیں۔ اس حوالے سے آپ کے تحقیقی تجربات کیا ہیں؟

سوال نمبر ۵: روزمرہ تحقیق و تجربات کی بنیاد پر کمپیوٹر کے کس سافٹ ویئر کو آپ اطلاعیات اور اُردو کمپوزی کاری کے حوالے سے بہتر اور مناسب سمجھتے ہیں اور مزید بہتری کے لیے آپ کی کیا تجاویز ہیں؟

ماہرین انفارمیشن ٹیکنالوجی (اطلاعیات)

سوال نمبر ۱: اُردو اطلاعیات میں اُردو کمپیوز کاری کو ماضی اور حال کے حوالے سے آپ کس تناظر میں دیکھتے ہیں؟

سوال نمبر ۲: اُردو سافٹ ویئر کی موجودگی میں رومن اُردو لکھنے کو کیوں ترجیح دی جاتی ہے؟

سوال نمبر ۳: جدید ٹیکنالوجی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کون سے طریقہ کار کو فروغ دے کر اطلاعیات میں اُردو کمپوز کاری کی حوصلہ افزائی کی جاسکتی ہے؟

سوال نمبر ۴: اُردو کو کمپیوٹر پر بین الاقوامی سطح تک پہنچانے کے لیے عملی طور پر کتنا کام ہو چکا اور کتنا ابھی باقی ہے؟

سوال نمبر ۵: اُردو اطلاعیات میں کمپوز کاری کی تربیت کے حوالے سے ہمارے ہاں آئی ٹی میں کون سی خامیاں موجود ہیں جو آپ سمجھتے ہیں کہ اطلاعیات کی ضمن میں اُردو کمپوز کاری کی ترقی میں حائل ہیں؟

ماہرین اُردو کمپوز کاری

سوال نمبر ۱: آپ نے اُردو کمپوز کاری کی تربیت کون سے سافٹ ویئر پر حاصل کی؟

سوال نمبر ۲: آپ اس وقت کون سا سافٹ ویئر، فانٹ اور کلیدی تختہ (Key Board) استعمال کر رہے ہیں؟

سوال نمبر ۳: اطلاعیات میں اِن پیج اور ایم ایس ورڈ (MS Word) میں اُردو کمپوز کاری کے لیے کون سی مشکلات اور مسائل در پیش ہیں اور کس پر وگرام میں آپ سہولت محسوس کرتے ہیں؟

سوال نمبر ۴: ان پیج سے یونی کوڈ اور یونی کوڈ سے اِن پیج میں مواد کی منتقلی اور اس کی صفحہ بندی کرتے وقت کس طرح کے مسائل در پیش ہیں؟

سوال نمبر ۵: ان تمام مشکلات اور مسائل کے حل اور بہتری کے لیے آپ کے ذہن میں کوئی تجاویز ہوں تو ان کا تذکرہ کریں؟